# احکامِ اسلام

اور

# تحفظِ ناموسِ رسالت

## مسٹر طاہر منہاجی کا پہلا عقیدہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور

# احکامِ اسلام
## اور
# تحفظِ ناموسِ رسالت



پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین

نعیم انور نعمانی

منہاج القرآن پبلیکیشنز
۳۶۵ - ماڈل ٹاؤن لاہور
فون ۵۸۶۸۷۵۷ — ۵۸۶۳۹۵۱

نام کتاب ________ احکام اسلام اور تحفظ ناموس رسالت
خطبات ________ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب وتدوین ________ نعیم انور نعمانی
تصحیح ونظر ثانی ________ مفتی عبدالقیوم خان
پروف ریڈنگ ________ محمد افضل قادری، محمد علی قادری
کمپوزنگ ________ مقصود احمد ڈوگر
نگران طباعت ________ ناصر اقبال
اشاعت اول ________ جولائی ۱۹۹۵ء
تعداد ________ ۲ ہزار
مطبع ________ منہاج القرآن پرنٹرز
قیمت ________ ۱۴۴/ روپے

نوٹ:- پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات وتقاریر کے ریکارڈ شدہ کیسٹس سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ادارہ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

ناظم نشرواشاعت

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکشن نمبر ایس او (پی ۔۱) ۴-۱/۸۰ پی آئی وی مورخہ ۳۱ جولائی ۸۴' گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ ای جنرل وایم ۴/۷۰-۹۷۰-۳۷ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء' شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی نمبر ۴۴۴۱۱-۶۷ این-۱/اے ڈی (لائبریری) مورخہ ۳۰ اگست ۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ / ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲ مورخہ ۲ جون ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔



# فہرست مضامین


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | پیش لفظ | ۱۷ |
| ۱ | ابتدائیہ | ۲۱ |
| ۲ | حصہ اول ـــ قرآن سے دلائل | ۳۱ |
| ۳ | باب ۔۱ تعظیم و تکریم رسول ﷺ اصلِ ایمان | ۳۳ |
| ۴ | وجوب تعظیم رسول ﷺ | ۳۷ |
| ۵ | "تعزروہ" کی حکمت و معنویت | ۳۸ |
| ۶ | ازالۂ اشکال | ۳۹ |
| ۷ | تعظیم رسول ﷺ امت پر فرض ہے | ۴۰ |
| ۸ | جان و مال تعظیم رسول ﷺ پر فدا | ۴۱ |
| ۹ | تعظیم رسول ﷺ روح دین | ۴۲ |
| ۱۰ | اسلوبِ قرآن اور تعظیم رسول ﷺ | ۴۴ |
| ۱۱ | تعظیم رسول ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل | ۴۶ |
| ۱۲ | وضو کے قطرے زمین پر نہ گرتے | ۴۷ |
| ۱۳ | لعاب دہن اور ناک کی رطوبت کی تعظیم | ۴۸ |
| ۱۴ | تعظیم رسول ﷺ میں درجہ کمال | ۴۹ |
| ۱۵ | موئے مبارک نیچے نہ گرنے دیتے | ۵۰ |
| ۱۶ | تعمیل حکم میں جلدی | ۵۲ |
| ۱۷ | گفتگوئے مصطفیٰ ﷺ پر کامل سکوت | ۵۳ |
| ۱۸ | دیدار مصطفیٰ ﷺ کا محبت بھرا انداز | ۵۵ |
| ۱۹ | امت مسلمہ کے ناقابل شکست ہونے کا راز | ۵۶ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۲۰ | محبت و تعظیم رسول کے باعث طواف کعبہ سے انکار | ۵۸ |
| ۲۱ | **باب۔ ۲ — ادب و احترام رسول ﷺ** | ۶۱ |
| ۲۲ | تقدیم رسول ﷺ ہی تقدیم الٰہی ہے | ۶۲ |
| ۲۳ | "لاتقدموا" کا حکم مطلق ہے | ۶۶ |
| ۲۴ | ادب و احترام رسول ﷺ کا ہر حال میں وجوب | ۶۹ |
| ۲۵ | رسول اللہ سے تقدیم منافی ایمان ہے | ۷۱ |
| ۲۶ | "اتقوا اللہ" کا مفہوم | ۷۳ |
| ۲۷ | سارا قرآن ادب و تعظیم رسول سے مملو ہے | ۷۴ |
| ۲۸ | ادب رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل | ۷۵ |
| ۲۹ | **باب۔ ۳ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں آوازوں کی پستی** | ۷۷ |
| ۳۰ | بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں مطلقاً رفع صوت کی ممانعت | ۷۹ |
| ۳۱ | رفع صوت کے بارے میں دو مؤقف | ۸۰ |
| ۳۲ | روضۂ رسول کے قرب میں رفع صوت کی ممانعت | ۸۲ |
| ۳۳ | حضور ﷺ سے مخاطبت کے آداب | ۸۳ |
| ۳۴ | تعظیم و تکریم رسول ﷺ کا حکم | ۸۴ |
| ۳۵ | تخاطب رسول ﷺ کے لئے کلمات نداء | ۸۴ |
| ۳۶ | شیخین کریمین اور بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کا ادب | ۸۵ |
| ۳۷ | ایذاء نبی کفر اور حبط اعمال کا باعث ہے | ۸۶ |
| | غضب الٰہی سے اعمال کا ضیاع | ۸۷ |
| | حبطِ اعمال بسببِ کفر | ۸۸ |
| ۳۸ | کفر کی وجہ سے حبط اعمال پر دلائل | ۸۹ |





| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | پہلی دلیل | ۸۹ |
| | دوسری دلیل | ۸۹ |
| | تیسری دلیل | ۹۰ |
| | چوتھی دلیل | ۹۱ |
| ۳۹ | **باب۔ ۴ — بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں الفاظ کا چناؤ** | ۹۳ |
| | بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں الفاظ کا انتخاب | ۹۵ |
| ۴۰ | موھم تحقیر لفظ کے استعمال سے ممانعت | ۹۵ |
| ۴۱ | موھم تحقیر لفظ میں معذرت کی عدم قبولیت | ۹۶ |
| | موہم تحقیر لفظ کا استعمال گستاخی و کفر ہے | ۹۷ |
| ۴۲ | اہل ایمان اور یہود کے ہاں "راعنا" کا معنی | ۹۹ |
| ۴۳ | حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا گستاخان رسول کو انتباہ | ۱۰۱ |
| ۴۴ | "راعنا" میں استہزاء و مذاق | ۱۰۲ |
| ۴۵ | "راعنا" سے مساوات کا شائبہ | ۱۰۲ |
| ۴۶ | الفاظ محتملۂ توہین سے اجتناب | ۱۰۳ |
| ۴۷ | شاتمِ رسول کی گردن زنی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ | ۱۰۴ |
| ۴۸ | فتنہ اہانت رسول کا ہمیشہ کے لئے سدباب | ۱۰۵ |
| ۴۹ | گستاخ رسول پر عذاب الٰہی | ۱۰۷ |
| ۵۰ | کلمہ اہانت کہنے والا مباح الدم ہے | ۱۰۸ |
| ۵۱ | **باب۔ ۵ — بارگاہ نبوت ﷺ سے خیرات استغفار کی طلب** | ۱۱۱ |
| ۵۲ | معصیت کے بعد بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری | ۱۱۲ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۵۳ | قبولیت استغفار بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ | ۱۱۴ |
| ۵۴ | در مصطفیٰ ﷺ کی حاضری مغفرت کا سبب | ۱۱۷ |
| ۵۵ | ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں | ۱۱۷ |
| ۵۶ | عفو رسول ﷺ ہی عفو الٰہی ہے | ۱۱۹ |
| ۵۷ | بخشش و مغفرت سے محروم افراد | ۱۲۰ |
| ۵۸ | شفاعتِ رسول ﷺ سے محرومی | ۱۲۲ |
| ۵۹ | بغض مصطفیٰ منافقین کا شعار | ۱۲۶ |
| ۶۰ | مصیبت میں در مصطفیٰ ﷺ کی پناہ طلبی | ۱۲۸ |
| ۶۱ | **باب۔۶ــــ مخالفت رسول ﷺ سے ممانعت** | ۱۳۱ |
| ۶۲ | اختلاف اور مخالفت میں فرق | ۱۳۳ |
| ۶۳ | اختلاف کا دائرہ کار | ۱۳۳ |
| ۶۴ | مخالفت رسول باعث اذیت ہے | ۱۳۴ |
| ۶۵ | مخالفت رسول سے ضلالت و رسوائی | ۱۳۶ |
| ۶۶ | مخالفتِ مصطفیٰ ہلاکت کا باعث ہے | ۱۳۸ |
| ۶۷ | دشمنِ رسول کی دنیا و آخرت میں سزا | ۱۴۰ |
| ۶۸ | **باب۔۷ــــ اذیت رسول باعث ضیاع ایمان** | ۱۴۵ |
| ۶۹ | ایذاء رسول ایذاء الٰہی ہے | ۱۴۷ |
| ۷۰ | قول و فعل سے ایذاء رسول | ۱۴۹ |
|  | موذیِ رسول دنیا و آخرت میں ملعون | ۱۵۲ |
| ۷۱ | ارتکاب اہانت رسول پر رسوا کن عذاب | ۱۵۵ |
| ۷۲ | عذاب مہین سے مراد | ۱۵۶ |
| ۷۳ | اہانت رسول اہانت الٰہی ہے | ۱۵۷ |





| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۷۴ | **باب۔۸ــــ اہل ایمان کو اذیت دینے سے ممانعت** | ۱۶۵ |
| ۷۵ | ایذاء مومنین ایذاء رسول ہے | ۱۶۷ |
| ۷۶ | اذیت کے اطلاقات میں فرق | ۱۶۹ |
| ۷۷ | موذی کی سزا میں فرق | ۱۷۰ |
| ۷۸ | سزا میں وجہ امتیاز | ۱۷۲ |
| ۷۹ | بالواسطہ اذیت رسول کے مرتکب کی سزا | ۱۷۳ |
| ۸۰ | ناموس اہل بیت کا اصل سبب | ۱۷۵ |
| ۸۱ | نسبت مصطفیٰ ﷺ کی قدر و اہمیت | ۱۷۷ |
| ۸۲ | **باب۔۹ــــ گستاخی و اہانت رسول** | ۱۷۹ |
| ۸۳ | اعمال منافقین کی عدم قبولیت کی وجہ | ۱۸۱ |
|  | وجہ اول | ۱۸۲ |
|  | وجہ ثانی | ۱۸۲ |
|  | وجہ ثالث | ۱۸۳ |
| ۸۴ | منافقین کی الزام تراشی | ۱۸۴ |
| ۸۵ | تقاضائے ایمان۔ تسلیم و رضا | ۱۸۷ |
| ۸۶ | دلوں میں اہانت رسول کا مرض | ۱۸۹ |
| ۸۷ | گستاخ رسول کے لئے زمین کی تنگی | ۱۹۱ |
| ۸۸ | گستاخان رسول کے قتل عام کا حکم | ۱۹۱ |
| ۸۹ | گستاخانِ رسول کا خاتمہ سنتِ الٰہیہ ہے | ۱۹۳ |
| ۹۰ | کیا اہانت رسول کے مرتکب کے لئے موقع ہے | ۱۹۴ |
| ۹۱ | آیت کریمہ کے ذریعے ممانعت بذات خود ایک موقع ہے | ۱۹۷ |
| ۹۲ | گستاخ رسول کا قتل عین شرعی تقاضہ ہے | ۱۹۸ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۹۳ | منافقوں اور گستاخوں کی سزا جہنم ہے | ۱۹۹ |
| | پہلی تاکید | ۱۹۹ |
| | دوسری تاکید | ۲۰۰ |
| | تیسری تاکید | ۲۰۰ |
| | چوتھی تاکید | ۲۰۱ |
| | پانچویں تاکید | ۲۰۱ |
| | چھٹی تاکید | ۲۰۱ |
| ۹۴ | اعمال کے ضیاع کا سبب | ۲۰۲ |
| ۹۵ | گستاخانِ رسول سے جہاد کا حکم | ۲۰۴ |
| ۹۶ | **باب۔۱۰ — گستاخیٔ رسول سے ایمان کا ضیاع** | ۲۰۵ |
| ۹۷ | استہزاءِ رسول کفر ہے | ۲۰۷ |
| ۹۸ | شاتمانِ رسول کے مختلف عذر | ۲۰۹ |
| ۹۹ | عذر کی عدم قبولیت | ۲۱۰ |
| ۱۰۰ | اہانتِ رسول باعثِ کفر ہے | ۲۱۱ |
| ۱۰۱ | ناموزوں کلمات کا صدور کفر ہے | ۲۱۲ |
| ۱۰۲ | قبولیت توبہ سے محرومی | ۲۱۳ |
| ۱۰۳ | عفو رسول ﷺ میں کارفرما حکمت | ۲۱۴ |
| ۱۰۴ | تنقیص رسالت مطلقاً کفر ہے | ۲۱۵ |
| ۱۰۵ | جھوٹی قسموں کا سہارا | ۲۱۶ |
| ۱۰۶ | مذموم مقاصد کی عدم تکمیل | ۲۱۹ |
| ۱۰۷ | **باب۔۱۱ — گستاخِ رسول کی علامات** | ۲۲۱ |
| ۱۰۸ | ۱۔ کل حلاف۔ بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا | ۲۲۲ |





| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۰۹ | ۲۔ مہین۔ کمینہ و ذلیل | ۲۲۳ |
| ۱۱۰ | ۳۔ ہماز۔ بہت زیادہ طعن و تشنیع اور عیب جوئی کرنے والا | ۲۲۴ |
| ۱۱۱ | ۴۔ مشاء بنمیم۔ بہت زیادہ چغلخور | ۲۲۴ |
| ۱۱۲ | ۵۔ مناع للخیر۔ خیر سے بہت زیادہ منع کرنے والا | ۲۲۵ |
| ۱۱۳ | ۶۔ معتد۔ بہت بڑا ظالم اور حد اعتدال سے تجاوز کرنے والا | ۲۲۵ |
| ۱۱۴ | ۷۔ اثیم۔ بہت زیادہ معصیت و گناہ کا مرتکب | ۲۲۶ |
| ۱۱۵ | ۸۔ عتل۔ سخت جھگڑالو | ۲۲۶ |
| ۱۱۶ | ۹۔ زنیم۔ ولد الزنا (حرام زادہ) | ۲۲۶ |
| ۱۱۷ | ولید کے ولد الزنا ہونے کی تصدیق | ۲۲۸ |
| ۱۱۸ | **حصہ دوم — احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ سے دلائل** | ۲۳۱ |
| ۱۱۹ | **باب۔۱ عہدِ نبوی میں گستاخانِ رسول کا قتل** | ۲۳۳ |
| ۱۲۰ | کعب بن اشرف کا قتل | ۲۳۵ |
| ۱۲۱ | ابو رافع یہودی کا قتل | ۲۳۸ |
| ۱۲۲ | ام ولد کو گستاخیٔ رسول پر سزائے موت | ۲۴۰ |
| ۱۲۳ | گستاخ یہودی عورت کا قتل | ۲۴۲ |
| ۱۲۴ | گستاخ رسول اور گستاخ صحابہ کی سزا میں فرق | ۲۴۳ |
| ۱۲۵ | کعبہ میں بھی گستاخ رسول کا قتل مباح ہے | ۲۴۴ |
| ۱۲۶ | بیعت گستاخ میں تامل اور خواہش قتل | ۲۴۶ |
| ۱۲۷ | شاتمین کا قتل | ۲۴۸ |
| ۱۲۸ | علامات کی نشاندہی اور ارادہ قتل | ۲۵۰ |
| ۱۲۹ | **باب۔۲ عہدِ صحابہ میں گستاخ رسول کا قتل** | ۲۵۹ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۳۰ | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور گستاخ رسول کی سزا | ۲۶۱ |
| ۱۳۱ | "عبس و تولی" کثرت سے پڑھنے والے امام کا قتل | ۲۶۳ |
| ۱۳۲ | گستاخ رسول کا فیصلہ تلوار فاروقی سے | ۲۶۴ |
| ۱۳۳ | حضرت عمر فاروق ﷺ کا ایک اور گستاخ کے قتل کا ارادہ | ۲۷۰ |
| ۱۳۴ | حصہ سوم ـــ ائمہ وفقہا کے فتاویٰ واقوال سے دلائل | ۲۷۳ |
| ۱۳۵ | باب۔۱ ائمہ وفقہاء کی طرف سے کلمات گستاخی کی تصریح اور گستاخ رسول کے کفراور قتل کے فیصلے | ۲۷۵ |
| ۱۳۶ | عیب و نقص کا انتساب کفراور سزائے قتل کا باعث ہے | ۲۷۸ |
| ۱۳۷ | اشارہ و کنایہ بھی زبان طعن دراز کرنا کفر ہے | ۲۸۱ |
| ۱۳۸ | شعر (بال مبارک) کی تصغیر کر کے شعیرہ (چھوٹے بالوں والا) کہنا | ۲۸۲ |
| ۱۳۹ | حضور ﷺ سے زیادہ کسی کے لئے علم کا اثبات | ۲۸۲ |
| ۱۴۰ | بوجہ اہانت فقیر و مسکین کہنا | ۲۸۳ |
| ۱۴۱ | وجود مصطفیٰ ﷺ کو نعمت عظمیٰ تسلیم کرنے سے انکار | ۲۸۳ |
| ۱۴۲ | ناموزوں کلمات کا انتساب | ۲۸۴ |
| ۱۴۳ | کملی مصطفیٰ ﷺ کی طرف عیب کا انتساب مستحق قتل بناتا ہے | ۲۸۵ |
| ۱۴۴ | یتیم ابی طالب اور حمال کہنا | ۲۸۵ |
| ۱۴۵ | حضور ﷺ کے سراپا انور کے متعلق کلمہ قبیح کا صدور | ۲۸۶ |
| ۱۴۶ | پیکر حسن و جمال پر اسود کا اتہام (یعنی سانولے رنگ والا کہنا) | ۲۸۷ |
| ۱۴۷ | نسبت جہالت کا انتساب | ۲۸۸ |
| ۱۴۸ | زہد اختیاری کی بجائے اضطراری پر اصرار | ۲۸۹ |
| ۱۴۹ | حضرت آدم علیہ السلام پر طعن درازی | ۲۹۰ |





| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۵۰ | سنت رسول ﷺ کا استہزاء کفر ہے | ۲۹۰ |
| ۱۵۱ | حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے | ۲۹۲ |
| ۱۵۲ | فقہاء قیروان کا فتویٰ | ۲۹۳ |
| ۱۵۳ | گستاخ رسول کی سزا حداً قتل ہے | ۲۹۳ |
| ۱۵۴ | گستاخ رسول کے قتل پر امت مسلمہ کا اجماع | ۲۹۵ |
| ۱۵۵ | امت مسلمہ کی بقاء گستاخ رسول کے قتل میں ہے | ۳۰۰ |
| ۱۵۶ | باب۔۲ کیا گستاخ رسول کی توبہ قبول ہے؟ | ۳۰۳ |
| ۱۵۷ | پہلا موقف: توبہ مطلقاً قبول نہیں | ۳۰۴ |
| ۱۵۸ | دوسرا موقف: توبہ قبل الاخذ قبول ہے | ۳۰۷ |
| | ۱۔ صحت توبہ | ۳۰۸ |
| | ۲۔ حسن اسلام | ۳۰۹ |
| | ۳۔ اصلاح احوال | ۳۰۹ |
| ۱۵۹ | تیسرا موقف: بصورت توبہ حداً قتل کے بعد احکام اسلامی کا اجراء | ۳۰۹ |
| ۱۶۰ | باب۔۳ پہلے موقف پر دلائل | ۳۱۱ |
| ۱۶۱ | قرآن سے دلائل | ۳۱۳ |
| | پہلی دلیل | ۳۱۳ |
| | دوسری دلیل | ۳۱۴ |
| | تیسری دلیل | ۳۱۶ |
| ۱۶۲ | احادیث سے دلائل | ۳۱۷ |
| | پہلی دلیل | ۳۱۷ |
| | دوسری دلیل | ۳۱۷ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | تیسری دلیل | ۳۱۸ |
| | چوتھی دلیل | ۳۱۸ |
| ۱۶۳ | ائمہ وفقہاء کے اقوال | ۳۱۹ |
| | ۱۔ امام مالکؒ | ۳۱۹ |
| | ۲۔ امام احمد بن حنبلؒ | ۳۱۹ |
| | ۳۔ قاضی ابو یعلیٰؒ | ۳۲۰ |
| | ۴۔ امام ابن تیمیہؒ | ۳۲۱ |
| | ۵۔ امام ابو المواہب العکبریؒ | ۳۲۱ |
| | ۶۔ قاضی الشریف ابو علی بن ابی موسیٰؒ | ۳۲۲ |
| | ۷۔ امام ابو علی بن البناءؒ | ۳۲۲ |
| | ۸۔ امام ابو بکر بن المنذرؒ | ۳۲۲ |
| | ۹۔ امام ابن الہمام حنفیؒ | ۳۲۳ |
| | ۱۰۔ امام برہان الدین محمودؒ | ۳۲۴ |
| | ۱۱۔ امام ابن عابدین حنفیؒ | ۳۲۴ |
| | ۱۲۔ امام خیر الدین رملی حنفیؒ | ۳۲۷ |
| | ۱۳۔ قاضی عیاضؒ | ۳۲۷ |
| | ۱۴۔ امام ابن نجیم حنفیؒ | ۳۲۸ |
| | ۱۵۔ امام ابن بزاز حنفیؒ | ۳۲۸ |
| | ۱۶۔ امام حصکفیؒ | ۳۲۹ |
| | ۱۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ | ۳۳۰ |
| | ۱۸۔ امام عثمان بن کنانہ مالکیؒ | ۳۳۰ |





| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | ۲۱۔ امام عبد اللہ بن الحکم فقیہ مصری | ۳۳۲ |
| ۱۶۴ | **باب۔ ۴ دوسرے موقف پر دلائل** | ۳۳۵ |
| | ۱۔ امام ابو یوسفؒ | ۳۳۵ |
| | ۲۔ امام شمس الدین محمد خراسانیؒ | ۳۳۵ |
| | ۳۔ امام ابن عابدینؒ | ۳۳۶ |
| | ۴۔ امام طحاویؒ | ۳۳۶ |
| | ۵۔ امام ابن نجیم حنفیؒ | ۳۳۷ |
| | ۶۔ امام حصکفیؒ | ۳۳۹ |
| | ۷۔ پہلے اور دوسرے موقف میں مفتی ابو مسعود حنفی کی تطبیق | ۳۳۹ |
| ۱۶۵ | **باب۔ ۵ تیسرے موقف پر دلائل** | ۳۴۲ |
| | ۱۔ امام ابن عابدینؒ | ۳۴۵ |
| | ۲۔ امام اسماعیل حقیؒ | ۳۴۶ |
| | ۳۔ عدالتوں کے فیصلے شان رسالتمآب ﷺ کی عظمت و رفعت کے آئینہ دار ہوں | ۳۴۷ |
| ۱۶۶ | خلاصہ کلام | ۳۴۹ |
| ۱۶۷ | **حصہ چہارم — عقلی دلائل** | ۳۵۱ |
| ۱۶۸ | **باب۔ ۱ گستاخ رسول کی سزا اور اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب** | ۳۵۳ |
| ۱۶۹ | آزادیٔ رائے کا غلط مفہوم | ۳۵۶ |
| ۱۷۰ | دستور ریاست سے بغاوت باعث سزائے موت ہے | ۳۵۷ |
| ۱۷۱ | عام فرد کی ہتک عزت کا ازالہ بصورت مال اور حضور ﷺ کی | |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | گستاخی کا ازالہ بصورت تلف جان | ۳۵۸ |
| ۱۷۲ | منشیات فروشی سزائے موت کا مستحق | ۳۵۹ |
| ۱۷۳ | ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے لئے انسانیت کا قتل | ۳۶۰ |
| ۱۷۴ | کتابیات | ۳۶۳ |




# پیش لفظ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم اپنے مستقبل کو تابناک و روشن بنانے کے لئے ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر اپنی داستان عروج وزوال کی ورق گردانی کر کے مستقبل کے لئے نہ صرف خدوخال وضع کرتی ہے بلکہ انہیں عملاً اپنے اوپر نافذ بھی کرتی ہے۔ جب ہم امت مسلمہ کی تاریخ عروج وزوال کا بنظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو یہ عجیب بات ہے ہمیں ایک بنیادی واساسی نکتہ ہی اس کے عروج اور زوال میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ وہ نکتہ ذات مصطفیٰ ﷺ سے تعلق وربط ہے۔ جب یہ تعلق اسوہ صدیقیؓ وبلالیؓ کی صورت میں استوار ہوتا ہے تو یہی امت کے عروج وبلندی کا نکتہ اول بن جاتا ہے مگر جب بدقسمتی سے طاغوتی وابلیسی قوتوں کی اثر پذیری سے اس تعلق میں ضعف وکمی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور یہ کسی سطح پر بولہبی وبوجہلی صورت میں عیاں ہوتا ہے تو یہی امت کی پستی وزوال کا نکتہ آغاز ٹھہرتا ہے۔

بلاشبہ ایک امتی کا اپنے نبی کے ساتھ تعلق ہر قسم کے خونی، جانی، مالی، حسبی اور نسبی تعلقات سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ انسان اپنی جان ومال، اولاد واقربا، جاہ ومنصب اور اپنی عزت وناموس کے تحفظ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے سے کبھی بھی دریغ نہیں کرتا۔ باوجود اس کے یہ اس کے مادی بقائے تعلق کی یک جہتی تصویر ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے جہاں اس کا یک جہتی تعلق نہیں، ہمہ جہتی تعلق ہے، جزوی نہیں، ہمہ پہلو ہے، خاص فرد کا انفرادی نہیں بلکہ ہر فرد کا اجتماعی تعلق ہے، جو نہ صرف مادی بلکہ روحانی وقلبی بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ایمانی وعرفانی بھی ہے۔ اس تعلق کی حرمت وناموس کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے میں کیسے پیچھے رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے عام آدمی کی عزت وناموس پر حملے سے محدود قریبی حلقہ اور فرد خاص ہی متاثر ہوتا ہے جبکہ اللہ کے نبی کی عزت وناموس پر حملے سے اور شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی وبے ادبی، اہانت

وتحقیر سے ایک فرد یا چند افراد نہیں بلکہ پورا معاشرہ اور ہر امتی جہاں کہیں بھی وہ رہا ہو وہ متاثر ہوتا ہے۔ پھر نہ صرف جذبات مجروح ہوتے ہیں بلکہ انتقام کا جذبہ بھی فروغ پاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ یہاں معاملہ دین وایمان کی اساس وبنیاد کے قیام واستحکام کا ہے۔ سو ہر کوئی ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر کٹ مرتا ہے۔ جان کو ہتھیلی پر رکھ کر گستاخ رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کا نہ صرف عزم بالجزم کرتا ہے بلکہ عملاً ایسا کر بھی دکھاتا ہے۔ اسی جذبے اور طرز عمل سے ہی ایمان اور دین کی عمارت کا قیام اور دوام ہے۔ یہی شعار مسلمانی ہے اس لئے کہ ہر کوئی جانتا ہے۔

آبروئے ما زنام مصطفےٰ است

حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وبے ادبی' اہانت وتحقیر کرنے والا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم قرآن کے اس حکم **مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا** کے مطابق بطور حد واجب القتل ہے۔ دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی عدالت' سربراہ حکومت' قاضی اور حاکم وقت سوئی کے نوک کے برابر بھی اس سزا میں نہ تبدیلی کر سکتا ہے اور نہ تخفیف وترمیم۔

مختصر یہ کہ قرآن وسنت' آثار صحابہ' اقوال ائمہ وفقہاء سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شان رسالتمآب ﷺ میں اشارہ کنایہ' ارادہ یا غیر ارادہ' نیت یا بغیر نیت کے' بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی صورت میں بھی ادنیٰ سی گستاخی وبے ادبی' اہانت وتحقیر کا مرتکب شخص بطور حد واجب القتل ہے۔ حتیٰ کہ اسے توبہ کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا۔

زیر نظر کتاب مفکر اسلام' مفسر قرآن' نابغہ عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں بعنوان "گستاخ رسول کی سزا موت بصورت حد ہے" نومبر ۱۹۸۵ء دیئے گئے ان تاریخی دلائل پر مشتمل ہے جن کی تین دن تک عدالت نے مسلسل سماعت جاری رکھی' دوران سماعت کمرہ عدالت مشائخ وعلماء' وکلاء وطلباء اور اہل علم ودانش سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ وہاں تل دھرنے کی جگہ بھی



نہ تھی۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اور ائمہ وفقہاء کے اقوال سے مزین قبلہ پروفیسر صاحب کے نہایت ہی مستند اور ٹھوس دلائل سننے کے بعد عدالت نے پاکستان میں مروجہ گستاخ رسول کی سزا قید وجرمانے کو نہ صرف ختم کیا بلکہ ان دلائل کی روشنی میں ایک نیا قانون C-295 تشکیل دیا جس کی بعد ازاں پارلیمنٹ نے بھی منظوری دے دی۔ اس کتاب میں قائد انقلاب مدظلہ العالی کے انہی تاریخی دلائل کو مرتب کیا گیا ہے۔ مرتب کرنے کا حق' اگرچہ ادا تو نہیں ہو سکا تاہم قارئین سے التماس ہے کہ کتاب کا اسلوب چونکہ خالص علمی وتحقیقی اور فکری واعتقادی نوعیت کا ہے اس لئے دوران مطالعہ اگر کسی قسم کی لفظی ومعنوی خامی وکمی ملاحظہ فرمائیں تو اسے میری بے بضاعتی اور کم علمی پر محمول کرتے ہوئے تعمیری اصلاح سے ضرور نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

باری تعالیٰ ہر مسلمان کو محبت وعشق رسول ﷺ اور اطاعت واتباع مصطفےٰ ﷺ کا پیکر مجسم بنائے اور حضور سرور کائنات ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگانے کی توفیق خاص بھی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

نعیم انور نعمانی

خادم

ڈاکٹر فرید الدین اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ

11-7-95

# ابتدائیہ

وہ وجود مسعود جو ہر چھوٹی وبڑی نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث ہے، جس کے توسل سے انسان ظلمتوں و تاریکیوں میں بھٹکنے کی بجائے صراط مستقیم پر آئے اور روشن ومنور راہوں پر گامزن ہو کر معرفت الٰہی کے جام نہ صرف خود پئے بلکہ دوسروں کو بھی اسی کیف و مستی سے آشنا کرے، اپنے من میں ڈوب کر حقیقت کائنات تک پہنچ جائے اور ایسی ذات جس کے سبب اس کے دل کی وادی نور الٰہی سے جگمگا اٹھے، اس کی جبینِ نیاز معبودِ حقیقی کے ہی سامنے خم ہونے لگے۔ حتیٰ کہ جس کے ذریعے دولتِ ایمان بھی ملے اور دولتِ عرفان بھی، جو ہر عمل و عقیدے کا مبدأ بھی ہو اور منتہا بھی اور وہ ذات جس کی خود خالقِ کائنات نے مدح بھی کی اور توصیف بھی۔ جو اس کی تخلیق کا سب سے بڑا شاہکار ہو سو ایسی ذات کی گستاخی و بے ادبی، اہانت و استخفاف اور تحقیر و تنقیص ایک مومن کو بھی کبھی گوارا نہیں ہو سکتی تو خود باری تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی بھی کیسے گوارا ہو سکتی ہے؟ اس لئے بصورت قرآن اللہ رب العزت نے گستاخان رسول کے متعلق اپنا ضابطہ و قانون بیان کرتے ہوئے عالم انسانیت کو اس سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا (الاحزاب، ۳۳:۶۱)

(اور وہ بھی اس طرح کہ) پھٹکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مارے گئے۔

گویا باری تعالیٰ یوں ارشاد فرما رہا ہے کہ اے انسان تو میرے محبوب ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ کسی قسم کی نرمی و ہمدردی اختیار نہ کر اور اسے کسی طرح کی ڈھیل و رعایت نہ دے کیونکہ وہ میری رحمت سے نہ صرف کوسوں دور جا چکا ہے بلکہ کلیتاً محروم ہو گیا ہے۔ سو جہاں اور جس جگہ تمہیں مل جائے

ہمیشہ کے لئے اس شریر الوجود کو نیست و نابود کر دو، بایں وجہ کہ میری رحمت کو کسی صورت بھی یہ گوارا نہیں کہ وہ میرے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخ و دریدہ دہن ہو، میری پاک و مطہر زمین پر اپنے ناپاک و پلید وجود کے ساتھ بلاخوف و خطر دندناتا پھرے۔

مذکورہ آیہ کریمہ میں **"قتلوا تقتیلا"** کے الفاظ مبارکہ قابل توجہ ہیں، اس مقام پر صرف تنہا **"قتلوا"** کے لفظ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ **"تقتیلا"** مفعول مطلق کو ذکر کر کے تاکید مزید پیدا کی گئی ہے۔ بایں صورت کہ شانِ رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی کرنے والے کو اس طرح قتل کر دو جیسے قتل کرنے کا حق ہے۔ یہاں تک کہ قتل ایسی ضرب شدید کے ساتھ ہو، جس سے قتل کے تمام تر تقاضے بھی پورے ہو جائیں اور حق قتل بھی ادا ہو جائے۔

گستاخ رسول کی سزا کے متعلق یہ ابدی اور اٹل قانون الٰہی ہے جو صریح قرآنی نص سے ثابت ہے بایں وجہ کائنات انسانی میں سے کوئی بھی فرد بشر خواہ وہ کسی بھی سطح پر ہو اس میں معمولی سی تبدیلی اور ادنیٰ سی ترمیم بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ

**وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا** — اور آپ اللہ کے کسی دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔
(الاحزاب، ۳۳:۶۲)

سو واضح ہوا، دستور الٰہی میں کسی قسم کے تغیر و تبدل اور ترمیم و اصلاح کی فی زمانہ ضرورت رہی ہے اور نہ آئندہ کبھی رہے گی۔ یہ مخصوص وقتی مصلحتوں کا نہیں بلکہ ابدی مصلحتوں کا آئینہ دار ہوتا ہے، انسانیت کو اپنے وضع کردہ قانون کی تباہیوں اور ہلاکتوں سے نکال کر دائمی فوز و فلاح کی راہ پر نہ صرف گامزن کرتا ہے بلکہ منزلِ مقصود تک بھی پہنچاتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیامِ محشر اور بعد از محشر اس قانون کی فرمانروائی رہی ہے اور رہے گی۔ ابدیت و دوامیت کی شان بھی فقط اسی ہی کو حاصل ہے

اب ذرا انسان کے بنائے ہوئے قانون کا جائزہ لیجئے معلوم ہوگا کہ انسانی قانون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون سے کس حد تک متصادم و منافی اور



متضاد و متفاوت چل رہا ہے۔ آئین پاکستان کو دیکھئے، یہ کہاں تک ناموسِ رسالت ﷺ کی پاسبانی اور تحفظ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئین کی آرٹیکل A ۔ 295 صریحاً قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

آرٹیکل کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

## آرٹیکل 295-A

Deliberate and malicious act intended to outrage religious feelings of any class by insulting its religion or religious beliefs. Whoever, with deliberate and malicious intention of out raging the religious feelings, of any class of the citizens of Pakistan by words, either spoken or written or by visible representations insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both.

"جو شخص ارادی طور پر اور جان بوجھ کر عداوت و دشمنی کی نیت سے، پاکستان کے شہریوں کی کسی جماعت کے مذہبی احساسات کو زبانی الفاظ یا تحریر کے ذریعے یا نظر آنے والی علامات کے ذریعے بھڑکائے یا اس جماعت کے مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کا اقدام کرے تو اسے یا تو قید کی سزا دی جائے گی جس کی معیاد دو برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

اس آرٹیکل میں چار الفاظ قابل توجہ ہیں۔

(1)Religion

(2)Religious feelings

(3)Religious beliefs

(4)Which may extend to two years.

جہاں تک لفظ Religion کا تعلق ہے کم از کم میرے ذہن میں سرے سے اس حوالے سے کوئی شک وشبہ اور التباس نہیں کیونکہ جب مذہب کی بات آگئی تو اس میں اللہ رب العزت کی الوہیت وربوبیت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت، کتاب وسنت، وحی وایمان اور جملہ عقائد اسلامی غرضیکہ دین اسلام کے تمام اساسی وبنیادی امور کا ذکر آگیا۔ اس لئے انہیں اجزاء وارکان کے مجموعے کا نام مذہب ہے۔ اگر ان کو مذہب کی شناخت (Identity) اور تشخص سے جدا کردیا جائے تو پھر مذہب کا بذات خود ان بنیادی اجزاء وعناصر (Essential Elements) کے بغیر اپنا وجود ہی نہیں رہتا کیونکہ مذہبی عقائد (Religious Beliefs) بحیثیت کل اپنے ان تمام اجزاء کو شامل ہیں۔ بنابریں سب مذہب کے دائرے میں آتے ہیں۔ مذہب ان سب کو محیط ہے۔ ان ہی کے باہم اتصال سے نہ صرف مذہب وجود میں آتا ہے بلکہ ان ہی کے قائم رہنے سے مذہب کا تشخص تشکیل پاتا ہے۔

سو اب اگر کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ توہینِ ایزدی، توہینِ رسالتمآب ﷺ، توہینِ قرآن وسنت، توہین عقائد اسلامی، توہینِ ارکان اسلام، توہین انبیاء علیہم السلام غرضیکہ دین اسلام کے کسی بھی پہلو کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ آرٹیکل 295-A کی شق کے تحت مجرم ہے اور اس کی سزا آرٹیکل میں یہ درج ہے۔

Which may extend to two years or with fine or with both.

اسے زیادہ سے زیادہ دو سال قید کی سزا یا جرمانہ کیا جائے گا یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جاسکتی ہیں۔

یہ بات واضح ہوئی کہ زیادہ سے زیادہ سزا کی مدت دو سال تک ہے۔ پاکستانی



آئین کی رو سے اس سے زیادہ نہیں دی جاسکتی جبکہ اس سے کم ایک ہفتہ یا چند دن کی بھی دی جاسکتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ سزا واضح طور پر قرآن وسنت کی بیان کردہ سزا سے متضاد ومتصادم ہے۔ قرآن وسنت نے توہینِ رسالتمآب ﷺ کے مرتکب مجرم کی سزا صرف اور صرف موت مقرر کی ہے جو بصورت حد نافذ العمل ہے نہ کہ بصورت تعذیر فقہاء کرام نے بھی تواتر کے ساتھ حداً سزائے قتل کی نہ صرف تصریح وتوثیق کی ہے بلکہ اہانتِ رسالتمآب ﷺ کے مرتکب مجرم پر حداً سزائے موت کے نفاذ کے فتاوی بھی صادر کئے ہیں۔ سو یہ ایسی سزا ہے جس میں کسی بھی طبقے، ریاست، حاکم اور کسی بھی سطح کے فرد کو یہ حق حاصل ہی نہیں کہ وہ اس میں معمولی سی ہی کمی وبیشی کرسکے کیونکہ "حد" منجانب اللہ مقرر ہوتی ہے اور اس میں تبدیلی وترمیم کا حق بھی اسی ہی کو حاصل ہے، یہی حد کی تعریف ہے۔

الحد عقوبۃ مقدرۃ للہ تعالی — حد اللہ رب العزت کی مقرر کردہ سزا ہے۔

(البحر الرائق، ۵:۲)

اس بنا پر ساری امت مسلمہ مل کر بھی کسی بڑی سے بڑی ظاہری وسماجی، معاشرتی وسیاسی اور نام نہاد انسانی واخلاقی حکمت ومصلحت کو پیش نظر رکھ کر بھی اس سزا میں معمولی سی تخفیف وترمیم نہیں کرسکتی۔ یہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف سے دائمی بنیادوں پر مقرر کردہ ہے۔ سو اب کسی بھی فرد، طبقے، مقننہ، عدالت اور ریاست ومملکت کو اس میں کمی وبیشی کا اختیار نہیں اور نہ ہی اس کے دائرہ کار اور تصرف میں ہے کہ وہ اہانت رسول کے مرتکب کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال قید مقرر کرے۔ ایسا کرنا قرآن وسنت کی بیان کردہ سزا "سزائے موت" کی نہ صرف صریحاً خلاف ورزی ہے بلکہ بغاوت اور رُوگردانی بھی ہے جو صریح کفر ہے۔

## آرٹیکل 298-A

ہمارا مدعا ومقصود آرٹیکل 295-A کی تشریح وتوضیح (Interpretation) سے پورا ہو جاتا ہے لیکن آرٹیکل 298-A میں کچھ ذوات مقدسہ (Holly Perso-

naqes) کا ذکر ہے جن کو تاریخ وعقائد اسلام میں نہ صرف تاریخی حیثیت بلکہ اعتقادی اہمیت بھی حاصل ہے۔ ان کی اہانت کا ارتکاب کرنے والے کے لئے بھی حداً سزا متعین کی گئی ہے۔

آرٹیکل کی عبارت کچھ یوں ہے۔

Directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (ummul Mumineen), or members of the family (Ahle-Bait), of the Holly Prophet (peace be upon him). or any of the righteous Caliphs (Khulafa -e-Raashideen) or copmanions (Sahaaba) of the Holly Prophet (peace be upon him) shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, or with fine, or with both.

اس آرٹیکل کا ناقدانہ طور پر شرعی نقطہ نگاہ کے مطابق جائزہ لینے کے بعد یہ چیز سامنے آتی ہے کہ جب کسی چیز کا اشارۃً یا کنایۃً ذکر کیا جارہا ہو تو وہاں صراحت کے ساتھ اگر کسی چیز کا نام رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس آرٹیکل میں صریحاً (Expressly) ذواتِ مقدسہ کا نام لیا جارہا ہے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اسمِ مبارک کا سرے سے یہاں ذکر ہی نہیں ہے۔ اسے از روئے شرع ہم فروگزاشت (Omission) قرار دے سکتے ہیں۔ حالانکہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ ذوات مقدسہ کے سلسلے میں سرِفہرست حضور نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کیا جاتا کیونکہ بقیہ تمام طبقات کو عزت وحرمت اور فضیلت وعظمت آپ ﷺ کی ہی نسبت و تعلق کی بنا پر ملی ہے۔ اسی لئے جب کوئی بطریق اذیت ازواجِ مطہرات واہل بیت عظام اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا نام لیکر اہانت واتہام اور گستاخی وبے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اذیت سے کسی طرح بھی محفوظ نہیں



رہ سکتی۔ اس عمل سے بالواسطہ (Indirectly) حضور ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے۔ مگر اس جرمِ شنیع کا ارتکاب کرنے والے کی سزا بھی مذکورہ آرٹیکل میں تین سال قید اور جرمانے کی تجویز کی گئی ہے۔ جو صریحاً کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

غرضیکہ آرٹیکل A-295 اور A-298 کی عبارت ہمارے نزدیک کلیتاً مبہم (Ambiguous) ہے، سرے سے کوئی شئے اس میں واضح ہی نہیں، اہانت مذہب وعقیدہ کے متعلق بیان کردہ سزا صریحاً کتاب وسنت کے خلاف ومتصادم ہے، قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل سے ہم اسے ثابت کریں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں آرٹیکلز کی عبارت کا از سرنو جائزہ لیا جائے کیونکہ یہ عبارت (Text) اس وقت لکھی گئی جب اسلامی اقتدار برصغیر پاک وہند میں قائم نہ تھا۔ غیر مسلم مسند اقتدار پر فائز تھے، قوت نافذہ بھی ان ہی لوگوں کے پاس تھی جن کے ہاں دین اسلام کے تقدس واحترام اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ کی عظمت وحرمت اور تحفظِ عقیدہ کا کوئی سرے سے تصور ہی نہیں تھا حتی کہ ان کے ہاں، اور تو اور اپنے ایمان وعقیدے کے تحفظ کا بھی کوئی تصور (Concept) موجود نہ تھا۔ بنابریں ان سے یہ توقع قطعاً نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ کسی مذہب کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کے حوالے سے کوئی اقدام کرتے یا مستند وٹھوس قانون سازی کرتے، اب جبکہ اسلامی ریاست اللہ رب العزت کے فضل واحسان اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نوازشات وفیوضات سے منصہ شہود پر آچکی ہے، اس احسان عظیم پر بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالاتے ہوئے کم از کم ہمیں اس قدر تو حق رسول ﷺ ادا کرنا چاہئے کہ اس ریاست میں حضور ﷺ کی عظمت وحرمت کے تحفظ کے لئے اتنا سخت سے سخت تر قانون بنائیں کہ گستاخی رسالتمآب ﷺ کے جملہ ذرائع کلیتاً نہ صرف مسدود ہو جائیں بلکہ ان کا خاتمہ ہو جائے حتیٰ کہ اس سمت راہ پانے کا کوئی معمولی سا ذریعہ اور ادنیٰ سا سوراخ بھی باقی نہ رہے۔

علاوہ ازیں ہمیں اس آرٹیکل کے حوالے سے مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کی

اہانت کرنے والے کی سزا میں فرق کرنا ہو گا کیونکہ جب غیر مسلموں کے عقیدے، ان کے وضع کردہ تصورات اور ان کے مذاہب باطلہ کے خلاف بات کرنے کو جرم قرار دیا جاتا ہے تو یہ محض اس وجہ سے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، چونکہ وہ اسلامی ریاست کے باشندے ہیں اور اس میں سکونت پذیر ہیں، سو کسی طرح بھی ان کے حقوق متاثر نہ ہونے پائیں۔ حقوق کا تحفظ کرنا ہی اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے اس لئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

(الانعام، ۶:۱۰۹)

اور تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں کہ کہیں یہ از راہ عداوت اپنی نادانی سے اللہ کو برا کہنے لگیں۔

اس کے برعکس جب اہانتِ رسالتمآب ﷺ کی بات آ جائے تو پھر فقط مسلمانوں کی دل شکنی کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ بناء اسلام کو منہدم کرنے کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک ہی سزا دونوں صورتوں میں کیسے نافذ ہو سکتی ہے؟ اس لئے غیر مسلموں کی دل شکنی پر تعزیر ہے، لیکن جب کسی مسلم نے بغرض دعوت و تبلیغ احقاقِ حق اور ابطال باطل کے لئے یوں کہا کہ عصر حاضر میں ہر قسم کی تبدیلی و تحریف سے پاک فقط اسلام ہی دین حق ہے جبکہ باقی مذاہب اس وقت مبدل و محرف اور باطل و متروک ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں سزا کا مستحق نہ ہو گا کیونکہ یوں بیان کرنا، عین منشاء قرآن ہے۔

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

(الانفال، ۸:۷، ۸)

اور اللہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے حکم سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے، تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے اور خواہ یہ (ان) مجرموں پر (کتنا ہی) شاق گزرے۔

غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت و تقدس، تعظیم



و تکریم اور آپ کی بارگاہ کا ادب و احترام ہر مسلمان پر نہ صرف واجب بلکہ فرض ہے جبکہ اس کے برعکس، بارگاہِ رسالتمآب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی، توہین و تنقیص واستخفاف و تحقیر کا ارتکاب سراسر کفر وارتداد ہے۔ ایسی صورت میں مجرم حداً سزائے موت ہی کا مستحق ہے۔

آیئے اب قرآن و سنت، آثارِ صحابہؓ، ائمہ و فقہاء کے اقوال کی روشنی میں نہایت ہی جامع، ٹھوس اور مدلل انداز میں زیر بحث موضوع پر سیر حاصل گفتگو کریں۔

# حصہ اول

## قرآن سے دلائل

- باب ۔ ۱ تعظیم و تکریم رسول ﷺ اصلِ ایمان
- باب ۔ ۲ ادب و احترام رسول ﷺ
- باب ۔ ۳ بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں آوازوں کی پستی
- باب ۔ ۴ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں الفاظ کا چناؤ
- باب ۔ ۵ بارگاہ نبوت ﷺ سے خیراتِ استغفار کی طلب
- باب ۔ ۶ مخالفتِ رسول سے ممانعت
- باب ۔ ۷ اذیتِ رسول باعث ضیاعِ ایمان
- باب ۔ ۸ اہل ایمان کو اذیت دینے سے ممانعت
- باب ۔ ۹ گستاخی و اہانتِ رسول
- باب ۔ ۱۰ گستاخیِ رسول سے ایمان کا ضیاع
- باب ۔ ۱۱ گستاخِ رسول کی علامات

باب-۱

# تعظیم و تکریم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصل ایمان

ہمیں اپنے اذہان و قلوب میں اس حقیقت کو جاگزیں کرلینا چاہیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ہی اصل ایمان (ESSENTIAL ELEMENT OF FAITH) ہے اور اس کی بنیاد (FOUNDATION) ہے۔ کوئی شخص حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ کی ختم نبوت پر اعتقاد رکھے اور قرآن حکیم کو اللہ جل شانہ کی نازل کردہ آخری کتاب مانے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت و الوہیت اور ربوبیت پر بھی ایمان لائے اور یوں جملہ عقائدِ اسلامیہ کو تصدیق بالقلب کے ساتھ تسلیم کرے لیکن صرف حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم پر ایمان و ایقان نہ رکھے حتی کہ اس کا انکاری ہو اور اسے ضروری نہ سمجھے یا اس کا تارک ہو تو وہ سب باتیں ماننے کے باوجود صریحاً کافر ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے بایں وجہ تعظیم و تکریم رسالتمآب ﷺ ضروریات دین میں سے ہے اور در حقیقت یہ اصلِ ایمان ہے۔

اب یہاں ایک بڑی لطیف (DELICATE) بات ہے جسے بڑی احتیاط سے ممیز (DIFFERENTIATE) کرنا ہے تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہونے پائے وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام اصلِ ایمان اور آپ کے اسوۂ و سیرت کی پیروی و اتباع کمالِ ایمان ہے۔ اگر کوئی شخص اعتقاداً نہیں بلکہ عملاً اسوۂ مصطفےٰ ﷺ کا تارک ہے تو وہ ناقص الایمان ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کا تارک ہے تو وہ ناقص الایمان نہیں بلکہ خارج از ایمان اور کافر ہے۔

غرضیکہ ادب و تعظیمِ رسول ﷺ کا ترک، کفر ہے اور آپ ﷺ کے عطاکردہ اعمال

و سنن جن کی اتباع و پیروی لازم ہے جنہیں سیرت و اسوہ سے تعبیر کرتے ہیں ان کا ترک، فسق و فجور اور حرام ہے اس بناء پر اتباعِ مصطفےٰ ﷺ کا عملاً جو تارک ہے وہ حرام کار اور فاسق و فاجر ہے اور جو ادب و تعظیم اور تکریم رسول ﷺ کا تارک ہے چاہے اس کی مقدار کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو وہ صریحاً کافر اور خارج از ایمان ہے سو جو تارکِ اتباع ہے وہ ترک عمل صالح کا مرتکب ہو رہا ہے اور جو تارکِ ادب و تعظیم رسول ﷺ ہے وہ ترکِ ایمان میں مبتلا ہو رہا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ادب و تعظیم رسول ﷺ کا عمل خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ، ترک ہو اور اسی طرح کسی بھی صورت میں اہانتِ رسول ﷺ کا ارتکاب ہو تو اس طرزِ عمل کے باعث انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی تصور کو قرآن مجید یوں واضح کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح، ۹:۴۸)

تاکہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی (دل سے) تعظیم و توقیر کرو۔

گویا حضور ﷺ پر ایمان لانے کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ آپ کی حد درجہ تعظیم و تکریم اور ادب و توقیر بجا لائی جائے اور کمال ایمان کے لئے اطاعت و اتباع مصطفےٰ ﷺ میں درجۂ فنائیت حاصل کیا جائے جبکہ اللہ رب العزت پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر جبینِ نیاز جھکائی جائے اور اس کی عبادت و ریاضت میں مقامِ استغراق حاصل کیا جائے۔ المختصر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت ہو یا حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی حکم کی فرمانبرداری سب اللہ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

حضور ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کا تعلق کیسا اور کس نوعیت کا ہونا چاہئے اس حوالے سے ہدایت و رہنمائی سے نوازتے ہوئے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔



فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (الاعراف، ۷:۱۵۷)

پس جو لوگ اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اس کے دست و بازو بن گئے) اور ان کی مدد کی اور اس نور (ہدایت قرآن و سنت) کی اتباع کی جو اس (ہمہ تن نور) کے ساتھ اتارا گیا یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی مراد کو پہنچے۔

قرآن حکیم نے یہاں واضح کر دیا کہ حقیقی فلاح و کامیابی ان لوگوں کا مقدر ہو گی جنہوں نے اپنے اندر نسبتِ مصطفوی ﷺ کو پختہ و مستحکم کر لیا اور آپ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام بجا لانے کی صفات سے مزین ہو گئے، آپ کے لائے ہوئے دین کی ترویج و فروغ کے لئے تگ و دو کی اور نور قرآن کی پیروی کی، یقیناً ایسے لوگ کامیابی و کامرانی کی منزل پائیں گے، دنیا و آخرت میں سرفراز و سرخرو ہوں گے۔

## وجوبِ تعظیمِ رسول ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی بجا آوری امت پر آپ کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (الفتح، ۸:۴۸)

بے شک (اے محبوب ﷺ) ہم نے تمہیں حاضر و ناظر خوشخبری اور ڈر سناتا ہوا بھیجا کہ (لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم و تکریم کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و فضیلت کو قرآن حکیم نے سب سے پہلے اس لئے اجاگر کرنا چاہا تاکہ یہ امر کالنقش فی الحجر ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر، مرکزِ ایمان اور باعث ایمان الٰہی اتنی شانوں کے ساتھ اس لئے مبعوث فرمایا۔

تاکہ لوگ اتنی ارفع شانوں اور عظمتوں والے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں۔

یہ مسلمہ اصول ہے تعظیم ہمیشہ کسی عظیم المرتبت شخصیت کی ہی کی جاتی ہے تعظیم معظم کا تقاضا کرتی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس ذات کی، جس کی تعظیم کی جانی مقصود ہے، کی عظمت و فضیلت معلوم نہ ہو یہی سبب تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے اپنے محبوب ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ کیا جب ان کا رفع ذکر کے تحت چرچا و شہرہ عام کر دیا تو پھر حکم ارشاد فرمایا اب میرے اس رسول مکرم کی تعظیم و تکریم اور احترام و توقیر اپنا وطیرہ حیات بنالو۔

## تعزروہ کی حکمت و معنویت

یہ نکتہ قابل توجہ ہے قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے لئے **"عظموہ"** کے الفاظ بیان نہیں کئے بلکہ **"تعزروہ"** کا لفظ استعمال فرمایا اس میں خاص حکمت مضمر ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے، ہمیں کسی کی تعظیم میں مبالغہ کی اجازت نہیں ہے، والدین اور شیخ کی تعظیم بجالانا واجب ہے لیکن اس میں غلو کا حکم نہیں مگر حضور ﷺ کی تعظیم اس وقت تک تعظیم متصور ہی نہیں ہوتی جب تک اس میں مبالغہ نہ ہو بایں سبب قرآن مجید نے تعظیم کی بجائے تعزیر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ** — سو جو اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم و تکریم بجالائے۔
(الاعراف، ۷:۱۵۷)

حضور ﷺ کی شان اقدس میں لفظ تعزروہ کتنا بڑی معنویت و جامعیت رکھتا ہے۔ مفسرین کرام نے تعزروہ کا معنی بیان کیا ہے کہ **"تبالغوا فی تعظیمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام"** اے امت مسلمہ کے افراد تم آقائے دوجہاں ﷺ کی اس قدر تعظیم و تکریم اور توقیر بجالاؤ کہ وہ مبالغے کی حد تک ہو بلکہ یہاں تک کہ اس میں کوئی حد باقی نہ رہے در حقیقت یہی ایمان ہے، فقط یہ فرق رہے کہ وہ معبود ہے اور یہ عبد ہیں وہ خالق ہے یہ مخلوق ہیں۔ اگر اس مقام پر **عظموہ** کہا جاتا تو پھر محض تعظیم بجالانا مراد ہوتا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے۔



**وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ** — جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔
(الحج، ۲۲:۳۲)

جب قرآن شعائر اللہ، انبیاء علیہم السلام کی نسبتوں اور مقدس مقامات کی بات کرتا ہے تو پھر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم بجالاؤ کیونکہ یہ عمل دلوں کو تقویٰ و پرہیز گاری اور فرحت و اطمینان بخشتا ہے لیکن جب سب سے بڑی نشانی اور وجود باری تعالیٰ پر سب سے بڑی دلیل حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتا ہے تو پھر فقط تعظیم کی بات نہیں کرتا بلکہ اس تعظیم کو حکم قرآنی کے موافق تعزیر میں بدلنے کے لئے مبالغہ کرنے کا حکم دیتا ہے جہاں تک دوسری نشانیوں کا تعلق ہے ان کی فقط تعظیم ہی کافی ہے اور یہ نبی مکرم ﷺ چونکہ اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نشانی ہے لہٰذا ان کی تعظیم بھی سب سے بڑھ کر مقصود ہے۔

یہاں یہ نکتہ واضح رہے کہ ہر شے کی تعظیم میں ایک حد ہے۔ مبالغہ چونکہ حد سے تجاوز اور بڑھ جانے کو کہتے ہیں بایں وجہ جب تعظیم میں مبالغہ و زیادتی کی جائے تو وہ درجہ عبادت تک چلی جاتی ہے گویا تعظیم کا حد سے بڑھ جانا عبادت کہلاتا ہے۔ اس لئے جب شعائر اللہ کی بات ہوئی تو فرمایا حد کے اندر رہتے ہوئے ہو تعظیم بجالاؤ لیکن جب تعظیم رسول ﷺ کی بات آئی تو اس میں نہ صرف مبالغے کا حکم دیا، بلکہ اسے اس قدر بلندی و رفعت عطا کی کہ حدود کو بھی مرتفع کر دیا۔

## ازالۂ اشکال

تعظیم رسول ﷺ کی اس بحث سے ذہن میں یہ اشکال جنم لے سکتا ہے، جب نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی کوئی حد ہی نہ رہی تو پھر عبادت اور تعظیم کا فرق و امتیاز ہی کیا رہا؟ جبکہ عبادت تو لاریب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جائز ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم عبادت کے درجے میں اس وقت داخل ہو گی جب یہ حد سے بڑھ کر کی جائے اور حد سے تجاوز اور بڑھ جانا اسی وقت ممکن ہے جب کسی چیز کی

کوئی حد معلوم ہو چونکہ حضور ﷺ کی تعظیم کی سرے سے کوئی حد ہی نہیں اس لئے تعظیم رسول ﷺ میں جہاں تک جائیں وہ فقط تعظیم ہی رہے گی عبادت نہیں بنے گی۔

مزید برآں جب اعتقاد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عبد مقرب ہیں معبود نہیں تو پھر جو بھی معاملہ ہو گا وہ عبدیت کاملہ کا ہو گا' ایمان و عقیدے میں جب عبدیت و رسالت کی کار فرمائی ہے تو پھر عبادت کا شائبہ یک قلم موقوف ہو جائے گا لہٰذا جہاں تک حضور ﷺ کی تعظیم کی جائے گی وہ تعظیم ہی رہے گی اسی سبب سے تعظیم رسول ﷺ کے لئے حد کا تعین نہیں کیا گیا۔

## تعظیم رسول ﷺ امت پر فرض ہے

تعظیم و تکریم اور ادب و احترام رسول ﷺ امت مسلمہ پر فرض ہے' حقیقتاً تعظیم رسول ﷺ ہی دین و ایمان کی بنیاد و اساس ہے۔

امام نبہانی نے جواہر البحار میں بیان کیا ہے۔

**اوجب علینا تعظیمہ و توقیرہ و نصرتہ و محبتہ و الادب معہ**

اللہ نے ہم (مسلمانوں) پر حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم' عزت و توقیر' مدد و نصرت' عشق و محبت اور ادب و احترام واجب کیا ہے۔

(جواہر البحار' ۳:۲۵۱)

آقائے دوجہاں ﷺ کے امت مسلمہ پر جو حقوق ہیں ان میں سے مذکورہ بالا حقوق بھی ہیں' ان کی ادائیگی سے آقائے دوجہاں ﷺ کی روح پاک کو راحت و سکون نصیب ہوتا ہے اور ان کی عدم ادائیگی' روح مصطفےٰ ﷺ کو تکلیف و اذیت پہنچانے کے مترادف ہے اس لئے امتی پر لازم ہے' وہ ہر حال میں ایسا عمل بجالائے جس سے تعظیم و تکریم رسول ﷺ کی جھلک نظر آئے۔ تعظیم رسول ﷺ زمان و مکان کی شرائط و قیودات سے ماوراء ہے' ہر دور میں امت مسلمہ اسے بجالاتی رہی ہے اور رہے گی خواہ آقائے دوجہاں ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ ہو خواہ اس کے بعد کی زندگی ہو ہر حال میں امت پر لازم ہے۔ اسی سے امت کے مردہ دلوں میں زندگی ہے



اور جوں جوں یہ زیادہ ہوتی جائے گی ایمان و ایقان کا نور بڑھتا رہے گا' امت مسلمہ تاریکی و ظلمت کے اندھیروں سے نجات و خلاصی پائے گی' ایمان کا پودا نشوونما و فروغ پائے گا اور اس کی افزائش میں مسلسل اضافہ ہو گا۔

علامہ شیخ اسماعیل حقیؒ امت مسلمہ پر تعظیم رسول ﷺ کے وجوب کا تصور یوں بیان کرتے ہیں۔

**انہ یجب علی الامۃ ان یعظموہ علیہ الصلوۃ و السلام و یوقروہ فی جمیع الاحوال فی حال حیاتہ و بعد وفاتہ فانہ بقدر ازدیاد تعظیمہ و توقیرہ فی القلوب یزداد نور الایمان**

حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ اور وصال کے بعد تمام احوال میں آپ کی تعظیم و توقیر بجا لانا امت پر واجب ہے کیونکہ دلوں میں جتنی حضور ﷺ کی تعظیم بڑھے گی اسی قدر نور ایمان بڑھے گا۔

(تفسیر روح البیان' ۷:۲۱۶)

گویا تعظیم و تکریم رسول ﷺ وہ فعل ہے جس سے نور ایمان بڑھتا ہے جس قدر فعل تعظیم رسول ﷺ میں زیادتی و اضافہ ہوتا ہے اسی قدر دلوں میں ایمان کا نور فروغ پاتا ہے' دلوں کی ظلمت و تاریکی چھٹنے لگتی ہے اور یہ بقعۂ نور بن جاتے ہیں اور یوں قوتِ ایمان سے روشن و تاباں ہو جاتے ہیں۔

## جان و مال تعظیمِ رسول ﷺ پر فدا

یہ بات علاماتِ ایمان میں سے ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم بجا لائی جائے اور ہر طرح سے اس کا اہتمام و انصرام کیا جائے حقیقتاً ایمان کی لذت و حلاوت اور چاشنی سے وہی لوگ شناسا ہوتے ہیں جو عزت و توقیر' تعظیم و تکریم' ادب و احترام اور ذکر مصطفےٰ ﷺ کی بلندی و رفعت کے لئے اپنی جان و مال سے گزر جاتے ہیں اور ان کا مطمح نظر یہ بن جاتا ہے کہ سب کچھ جاتا ہے تو جائے مگر سرور دوجہاں ﷺ کی عزت و ناموس پر کوئی حرف نہ آئے۔

علامہ ابن تیمیہ ؒ نے اہل ایمان کی ان ہی علامات کا ذکر یوں کیا ہے۔

**لانا نسفک الدماء و نبذل الاموال فی تعزیر الرسول و توقیرہ و رفع ذکرہ و اظہار شرفہ و علو قدرہ**
(الصارم المسلول: ۲۰۷)

ہم (اہل ایمان) حضور ﷺ کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور آپ کی تعظیم وتکریم اور آپ کے ذکر کو بلند کرنے اور آپ کی بزرگی وعظمت کو ظاہر کرنے اور آپ کی علو قدر و منزلت میں اپنے خون بہاتے ہیں اور اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

اہل ایمان جان ومال کو اپنی ملکیت تصور ہی نہیں کرتے انہیں یہ شعور و آگہی ہے کہ یہ نعمتیں اماناً عطا کی گئیں ہیں اس بناپر وہ سب کچھ کرنے کے باوجود یہی سمجھتے ہیں کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ امت مسلمہ تعظیم رسول ﷺ کے حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والے ذمہ داری سے غافل نہیں ہے بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے ہر لمحہ کوشاں وکمربستہ ہے۔ امت کی اسی ذمہ داری کے حوالے سے علامہ ابن تیمیہ ؒ نے فرمایا۔

**یوجب صون عرضہ بکل طریق**
(الصارم المسلول: ۲۰۹)

حضور ﷺ کی عزت وتعظیم کی حفاظت ہر طریق سے کرنا واجب ہے۔

یعنی کوئی لحظہ ایسا نہیں جس میں یہ فرض اٹھ جائے بلکہ ہمہ وقت یہ موجود ہے اس کی ادائیگی کے لئے امتی کو ہروقت مستعد رہنا چاہئے اور ہر طریق سے اس فرض کو نبھانے ہی سے وہ اللہ رب العزت کی رضاو خوشنودی تک رسائی پاسکتا ہے۔

## تعظیم رسول ﷺ روح دین

دین کی اساس و بنیاد عقیدۂ رسالت ہے۔ اسی واسطے و ذریعے سے عقیدۂ



توحید کی نہ صرف معرفت وپہچان ہوئی بلکہ اسی وساطت سے نسل انسانی کو ابدی و دائمی ہدایت ربانی قرآن حکیم کی صورت میں میسر آئی، خود ذات باری تعالیٰ کی توحید و الوہیت پر سب سے بڑی حجت قاطعہ اور آیت محکم رسالت مصطفوی ﷺ ہے گویا جو رسالت مصطفوی ﷺ کا منکر ہے وہ کل دین کا انکار کرنے والا ہے اور اسی طرح حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم، ادب واحترام، عظمت ورفعت کو ترک کرنے سے کل دین کا ابطال ہے جبکہ اس کے برعکس ان آداب کی ادائیگی وبجاآوری سے کل دین کا قیام ہے، علامہ ابن تیمیہ ؒ اس حقیقت کی یوں پردہ کشائی کرتے ہیں۔

**اما انتھاک عرض رسول اللہ ﷺ فانہ مناف لدین اللہ بالکلیۃ، فان العرض متی انتھک سقط الاحترام و التعظیم، فسقط ما جاء بہ من الرسالہ، فبطل الدین، فقیام المدحہ و الثناء علیہ والتعظیم و التوقیر لہ قیام الدین کلہ، و سقوط ذالک سقوط الدین کلہ**
(الصارم المسلول: ۲۱۱)

حضور ﷺ کی بے عزتی (بے ادبی) اللہ کے دین کے کلیتاً منافی ہے کیونکہ جب بے عزتی ہوئی تو احترام وتعظیم کا سقوط ہوا نتیجتاً جو آپ اپنے ساتھ رشد وہدایت لائے وہ بھی ساقط ہوئی یوں سارے دین کا ابطال ہوا پس حضور ﷺ کی مدح وثناء اور تعظیم وتوقیر کے قیام سے کل دین کا قیام ہے اور ان چیزوں کے ساقط ہونے سے کل دین کا سقوط ہے۔

گویا یہ بات خوب اچھی طرح عیاں ہوگئی کہ تعظیم وتکریم رسول ﷺ ہی دین اسلام کی بنیاد اور روح ہے تعظیم رسول ﷺ کی اسی اہمیت کے پیش نظر علامہ ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں۔

**و اذا کان کذالک و جب علینا ان ننتصرلہ ممن انتھک عرضہ، و الانتصار لہ بالقتل لان انتھاک عرضہ انتھاک لدین اللہ**
(الصارم المسلول: ۲۱۱)

اور جب حقیقت یہ ہے تو ہم پر لازم ہے کہ سرکار کی خاطر اس شخص کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں جو آپ کی شان میں گستاخی کرے اور

احتجاج یہ ہے کہ اسے قتل کر دیں،
اس لئے کہ آپ کی عزت کو پامال کرنا،
اللہ کے دین کی اہانت کرنا ہے۔

جو شخص تعظیم رسول ﷺ سے منحرف ہو کر کسی دوسری روش و طریق پر چلے تو امت پر لازم ہے کہ ایسے گستاخ و بدبخت کو صفحہ ہستی سے مٹا دے یہاں تک کہ اس کا نام ونشان باقی نہ رہے۔ یہ حرماں نصیب گستاخی و بے ادبی کے عمل کے باعث کل دین کی بنیاد اور عمارت منہدم کرنے کی سعی لاحاصل کر رہا ہے اس جرم عظیم کے ارتکاب کی وجہ سے مستحق عتاب اور اس لائق ہے کہ اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے اور یوں ہمیشہ کے لئے اسے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے۔

## اسلوب قرآن اور تعظیم رسول ﷺ

حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا تقاضائے ایمان ہے، جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ ہو وہ زبان پر لانا بھی ممنوع و حرام ہے، یہی تعلیمات قرآن کا مغز اور خلاصہ ہے قرآن حکیم نے ہر مقام پر آقائے دوجہاں ﷺ کی عزت و توقیر اور تعظیم و تکریم کا پاس و لحاظ رکھا ہے پورے قرآن میں اللہ رب العزت نے کسی بھی مقام پر حضور ﷺ کو ذاتی نام سے نہیں پکارا، جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی جب بھی باری آئی تو انہیں ذاتی نام سے یوں مخاطب کیا فرمایا

يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرہ، ۲:۳۵)
اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہا کرو۔

يَا نُوْحُ اهْبِطْ (ھود، ۱۱:۴۸)
اے نوح اترو!

يَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (ھود، ۱۱:۷۶)
ابراہیم! اسے جانے دیں

يَا مُوْسٰى اِنِّيْ اصْطَفَيْتُكَ (الاعراف، ۷:۱۴۴)
اے موسیٰ بے شک میں نے تمہیں چن لیا۔



يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ (المائدہ، ۵:۱۱۰)
اے عیسیٰ ابن مریم میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے۔

يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (ص، ۳۸:۲۶)
اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ کیا۔

يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ (مریم، ۱۹:۷)
اے زکریا ہم تم کو ایک بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (مریم، ۱۹:۱۲)
اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو

لیکن جب آقائے دوجہاں ﷺ کو مخاطب کرنے کا وقت آیا تو انداز خطاب اور اسلوب قرآن بدل گیا حضور ﷺ کو ذاتی نام مبارک کی بجائے مختلف صفات والقاب سے مخاطب کیا کبھی یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول فرما کر اپنے محبوب کو یاد کیا، یا ایہا المزمل کبھی یا ایہا المدثر کے پیار بھرے الفاظ سے پکارا اور کبھی طٰہٰ، یٰسین کہہ کر مخاطب کیا گویا حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور توقیر بجالانا تعلیمات قرآن کی تعمیل ہے۔ اور فعل تعظیم کا ترک تعلیمات قرآن سے انحراف ہے۔ تعظیم رسول ﷺ کا ہر لحہ خیال رکھنا سنت الہیہ ہے، اسی لئے امت مسلمہ کو حکم دے دیا کہ تم کبھی بھی پہلی امتوں کی روش پر چلتے ہوئے میرے حبیب کو ذاتی نام لے کر روکھے سوکھے انداز سے نہ پکارنا جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

يَا مُوْسَى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (الاعراف، ۷:۱۳۸)
اے موسیٰ جیسے ان کے بت ہیں ایک بت ہماری عبادت کے لئے بھی بنا دو۔

نصرانیوں نے کہا۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
اور (یاد کرو) جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تمہارا پروردگار

عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
(المائدہ، ۵:۱۱۲)

یہ کر سکتا ہے کہ وہ ہم پر آسمان سے بھرا ہوا دسترخوان اتارے۔

قبل اس کے امت مصطفوی ﷺ بھی امم سابقہ کے طرز اور اسلوب پر گامزن ہوتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کو اس انداز میں پکارتی، اللہ جل شانہ نے اس پر احسان عظیم فرماتے ہوئے اور اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کے آداب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

**لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا**
(النور، ۲۴:۶۳)

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسے ہرگز نہ سمجھنا جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

گویا حضور ﷺ کی توجہ و عنایت اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے لازم ہے کہ تعظیم و ادب کے جملہ پہلو پیش نظر رکھے جائیں اور یہ روش خلاف ادب ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو دوسرے لوگوں کی طرح ذاتی نام سے **یا محمد** ﷺ، **یا احمد** ﷺ کہہ کر پکارا جائے بلکہ آپ کی مختلف صفات والقابات کے حوالے سے **یا نبی اللہ، یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ** جیسے کلمات سے پکارنا چاہئے المختصر کوئی بھی فرد بشر جس قدر ادب و تعظیم رسول ﷺ بجالائے گا اسی قدر کمال ایمان کی حلاوت و چاشنی سے آشنا ہو گا۔ یہی وہ بارگاہ ہے جہاں بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں سراپا ادب بن کر حاضر ہوتی ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

## تعظیم رسول ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل

کاش ہم تعظیم و تکریم، ادب و احترام، محبت و عشق رسول ﷺ اور ایمان، و اسلام کا کوئی درس صحابہ کرام سے حاصل کرتے کیونکہ ان سے بہتر سبق تو کسی اور کے پاس موجود نہیں ہے اور ہمیں اس بات سے بھی آگاہ و باخبر ہونا چاہیے کہ وہ حضور



ﷺ کے ساتھ اپنے اس تعلق و ربط کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا، کیا جتن کرتے تھے قبل اس کے کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ سے متعلقہ حدیث بیان کی جائے اس حدیث کی اہمیت کو جاننا از حد ضروری ہے یہ وہ حدیث جو کسی ایک، دو یا تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت نہیں ہے بلکہ یہ کم و بیش پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے ان میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور سب سے پہلے مسلمان ہونے والے چالیس صحابہ کرام اور بدری صحابہ بھی ہیں غرضیکہ جملہ صحابہ کرام موجود ہیں اور آقائے دوجہاں ﷺ کے دست اقدس میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں۔ رب کریم فرما رہا ہے کہ اے محبوب ان کے ہاتھوں پر تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے۔ ارشاد فرمایا

**اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ**
(الفتح، ۴۸:۱۰)

محبوب (یہ صحابہ کرام) جو تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں (جان لیں کہ) تیرے ہاتھ پر نہیں بلکہ رب کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر رب کا ہاتھ ہے۔

یہ وہ عظیم صحابہ کرام ہیں جن کے ہاتھوں میں اللہ رب العزت اپنے دستِ اقدس کے ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ حدیبیہ کے مقام پر بیعت ہو رہی ہے۔ اہل ایمان حج کے ارادے سے آئے ہوئے ہیں۔ کفار و مشرکین کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ تو وہ عروہ بن مسعود کو حالات سے آگاہی کے لئے بھیجتے ہیں جاؤ محمد ﷺ اور آپ کے ساتھ آئے رفقاء کی تعداد کا جائزہ لے کر آؤ اور لشکر اسلام کی قوت وطاقت، سامان حرب اور افرادی قوت کا اندازہ کر کے آؤ تاکہ یہ معلوم ہو سکے ہم ان کے مدمقابل ہونے کی پوزیشن میں ہیں یا کہ نہیں۔

## وضو کے قطرے زمین پر نہ گرتے

عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر آیا، سب کچھ بنظر غائر مشاہدہ کیا اور پھر بیان کیا، میں ان کے ہاں گیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، چودہ پندرہ سو صحابہ

کرام مختلف روایات کے مطابق قطار اندر قطار آقائے دو جہاں ﷺ کے گرد اس طرح جھرمٹ بنا کر بیٹھے ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں حتی کہ میں یہ منظر دیکھتا ہوں

| | |
|---|---|
| واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ | جب آقائے دوجہاں ﷺ وضو کرتے تو قریب (اندیشہ) ہوتا کہ وہ آپ کے وضو کے پانی پر لڑ پڑیں۔ |
| (صحیح بخاری، ۱:۳۷۹) | |

یعنی جب حضور ﷺ وضو کرتے تو صحابہ کرام وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے ایک ایک قطرے کے لئے دوڑتے اور لپک لپک کر وضو کے پانی کو سنبھالتے آقا ﷺ کے وضو کے پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے دیتے یہ عشاق انہیں ہاتھوں پر اٹھا لیتے اور وضو کے پانی کے قطرات کو حاصل کرنے کے لئے ایسے جھپٹتے، اندیشہ ہوتا کہ کہیں آپس میں لڑ نہ پڑیں۔

صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی محبت و عقیدت میں انتہا درجے تک پہنچے ہوئے تھے اور یہ آپ ﷺ کے وضو کے ماءِ مستعمل کے بارے میں ان کے وفور محبت کا منظر ہے اب اسی سے متعلق شریعت کا مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ وضو کا پانی، ماء مستعمل یعنی طاہر غیر مطہر ہوتا ہے جس کا استعمال مکروہ ہے لیکن عشق کہتا ہے اوروں کے وضو کا پانی تو بے شک مکروہ ہو گا لیکن اگر محبوب کے وضو کا پانی نصیب ہو جائے تو وہ کوثر و تسنیم کی طہارتوں اور نظافتوں سے بھی بالاتر ہے۔

## لعاب دہن اور ناک کی رطوبت کی تعظیم

صحابہ کرام حضور ﷺ سے نسبت رکھنے والی اور آپ کے جسد اقدس سے مس ہونے والی ہر چیز کی بے حد تعظیم کرتے عروہ بن مسعود، جو بعد ازاں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، بیان کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| واللہ ان یتنخم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا | خدا کی قسم وہ تھوک مبارک نہیں پھینکتے مگر وہ کسی نہ کسی ہاتھ پر ہوتا ہے |



| | |
|---|---|
| وجھہ وجلدہ | اور وہ اسے اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ |
| (صحیح بخاری، ۱:۳۷۹) | |

جب کبھی حضور ﷺ نے لعاب دہن اور ناک مبارک سے رطوبت نیچے پھینکی تو صحابہ کرام نے اسے نیچے نہ گرنے دیا بلکہ دوڑے اور اسے ہاتھوں پر لے لیا اور بعد ازاں اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے۔

اب یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ عمل کون کر رہا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کر رہے ہیں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ بھی کر رہے ہیں پندرہ سو صحابہ کرام بلکہ جمیع صحابہ کرام کر رہے ہیں۔

قرآن کی کسی آیت میں اور حضور ﷺ کے کسی ارشاد میں یہ مسئلہ موجود نہیں ہے کہ کسی کی ناک اور تھوک کو جسم پر مل لیا جائے اگر کوئی شخص حضور ﷺ کے ذاتِ اقدس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ ایسا عمل کرے تو اسے آپ یقیناً نفاست و نظافت، طبیعت کے تقدس اور پاکیزگی و طہارت کے منافی بلکہ جہالت قرار دیں گے، لیکن یہ سب کچھ آقا ﷺ کے سامنے آپ کے ساتھ صحابہ کرام کر رہے ہیں، آپ منع بھی نہیں فرما رہے ہیں اور نہ وحی کے ذریعے اس فعل سے روکا جا رہا ہے اور اس سے منع بھی کیسے کیا جاتا کیونکہ والہانہ تعلق ہی تو روحِ ایمان بلکہ حقیقتِ ایمان ہے جس سے صحابہ کرام بتمام و کمال آشنا تھے۔

## تعظیم رسول ﷺ میں درجہ کمال

اب یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ صحابہ کرام یہ سارا کچھ جو کر رہے ہیں کیا حد کے اندر ہے یا حد سے بڑھ کر، یقیناً حد سے بڑھ کر ہے اور اسی چیز کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

| | |
|---|---|
| فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَ نَصَرُوْہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O | پس جو لوگ اس (نبی امی) پر ایمان لے آئے اور آپ کی (حد سے بڑھ کر) تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس |
| (الاعراف، ۷:۱۵۷) | |

نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی خوش نصیب کامیاب وکامران ہیں۔

واضح رہے کہ تعزیر اور تعظیم میں فرق ہے، تعظیم حد کے اندر رہ کر کئے جانے والے ادب سے عبارت ہے جبکہ حد سے بڑھ کر مبالغے کے ساتھ کی جانے والی تعظیم اصطلاح قرآن میں تعزیر سے موسوم ہے، صحابہ کرام حضور ﷺ کی تعظیم وادب میں نہ صرف مبالغہ کرتے بلکہ حد سے بڑھ جاتے، درحقیقت یہی ایمان ہے۔ مستحکم وپختہ ایمان اسی کا ہے جو ان آداب کی بجاآوری کا ہمہ وقت خیال رکھے۔

## موئے مبارک نیچے نہ گرنے دیتے

صحابہ کرام کا ہر، ہر عمل تعظیم وتکریم رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا۔ عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں۔

**ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروھا**
(صحیح بخاری، ۱: ۳۷۹)

اور (جب) حضور ﷺ کا کوئی بال گرتا تو اسے حاصل کرنے میں جلدی کرتے۔

صحابہ کرام اس قدر جلدی کرتے کہ موئے مبارک زمین پر گرنے سے پہلے ہی اٹھا لیتے اور یوں برکات وفیوضات نبوی ﷺ کے حصول کا اس طرح سامان کرتے کہ ان پر انعام واکرام اور لطف وعنایت کی ایسی رم جھم ہوتی جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی مبارک میں حضور ﷺ کا موئے مبارک رکھا ہوا تھا جس کی برکت سے وہ ہر میدان میں کامیاب وکامران اور فاتح ٹھہرتے دشمن کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا، شکست وہزیمت اس کا مقدر بن جاتی۔

مذکورہ بالا مفہوم سے ملتی جلتی ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

**لقد رایت رسول اللہ ﷺ و**

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا



**الحلاق یحلقہ و اطاف بہ اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل**
(الشفاء، ۲: ۵۹۳)

اور حجام آپ کے بال مونڈ رہا تھا اور حضور ﷺ کے ارد گرد آپ کے صحابہ کرام گھوم رہے تھے اور ہر بال مبارک کسی نہ کسی فرد کے ہاتھ میں ہی گرتا۔

کس قدر دلکش اور روح پرور منظر ہے آقا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے جان نثاروں کے درمیان موجود ہیں اور وہ جھرمٹ بنائے ہوئے آقا کے ارد گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں اور آپ کے دیدارِ فرحت آثار سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور یہ دیوانے وعشاق اس بات کے بھی شائق ہیں کہ محبوب خدا کے موئے مبارک کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہ جائیں اس لئے دامن پھیلائے ہوئے سرکار دوجہاں ﷺ کے موئے مبارک کو اپنے پاس محفوظ کرنے کے لئے ہر کسی سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں یہ بات قابل غور ہے، قرآن وحدیث میں اس نوعیت کا کوئی حکم وارد نہیں ہوا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سارا عمل بتقاضائے ادب وتعظیم اور محبت وعشق رسول ﷺ ہے وہ سراپا اطاعت واتباع مصطفے ﷺ کا پیکر تھے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل اطاعت نہیں بلکہ اتباع ہے اطاعت فقط تعمیل حکم سے عبارت ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

**وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا**
(الحشر، ۵۹: ۷)

اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرما دیں اس سے رک جاؤ۔

اللہ رب العزت نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے مابین نسبت اطاعت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

**مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ**
(النساء، ۴: ۸۰)

جو کوئی رسول اللہ کی اطاعت کرے پس اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

اس بنا پر جو فرد بشر حکم رسول ﷺ میں سر تسلیم خم کرتا ہے وہ در حقیقت اللہ ہی کے حکم کی تعمیل کرتا ہے مگر یہ بات قابل توجہ ہے' صحابہ کرام کا مذکورہ عمل اطاعت نہیں' بایں وجہ حضور ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا' کہ میرے وضو کے پانی کے قطرات گریں تو انہیں اٹھا لیا کرو' لعاب دہن پھینکوں تو چہرے پر مل لیا کرو' کہیں بھی آپ نے اس نوعیت کا حکم نہیں دیا لیکن اس سے منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ سب کچھ حضور ﷺ کے سامنے ہوتا رہا آپ اپنے جانثاروں کے' عقیدت و محبت سے مملوٗ جذبات کا مشاہدہ کرتے رہے' حکم امتناعی جاری نہ کیا۔ پس یہ پندرہ سو صحابہ کرام کی سنت بھی ہوئی اور خود حضور سرکار دو عالم ﷺ کی سنت تقریری بھی' مگر چونکہ حکم نہیں دیا اس لئے اطاعت نہ ہوئی کیونکہ حکم رسول کو ماننا اطاعت ہے جبکہ تعمیل میں فنا ہو جانا اتباع ہے اطاعت حد کو چاہتی ہے اور اتباع حد سے گزر جانا چاہتی ہے اس لئے لفظ تعظیم کی بجائے تعزیر استعمال کیا بعینہٖ اسی طرح یہاں محض اطاعت کی بجائے اس سے بھی بلند درجہ اتباع کا حکم دیا۔ فرمایا لوگو! اگر ایمان میں کمال چاہتے ہو تو محض اطاعت پر اکتفا نہ کرو بلکہ اتباعِ رسول ﷺ میں فنا ہو جاؤ اور تعظیم و ادب رسول ﷺ میں حد سے گزر جاؤ اور غلامی رسول ﷺ میں فنائیت ہی کامل اتباع اور ادب و تعظیم رسول ﷺ میں حد سے آگے گزر جانا ہی تعزیر رسول ﷺ ہے تعزیر' ایمان کا کمال ہے اور اتباع' نصرت کا کمال ہے۔

## تعمیلِ حکم میں جلدی

یہاں عروہ بن مسعودؓ صحابہ کرامؓ کا وہ عمل بیان کر رہے ہیں جو حد سے گزر جانے اور محبت و تعظیم میں فنائیت کا ہے ہر حکم رسول ﷺ کی فوری تعمیل و بجا آوری ان کا شیوہ حیات بن چکا ہے اور وہ اطاعت و اتباع کے اس درجہ کمال پر فائز ہیں

**و اذا امرهم ابتدروا امره**
(صحیح بخاری' ۱:۳۷۹)

اور آقا ﷺ جب کوئی حکم کرتے تو صحابہ کرام اس کو بجا لانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے

٥٢

صحابہ کرامؓ جب حضور نبی کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک کی معمولی سی جنبش محسوس کرتے اور زبان اقدس سے کوئی حکم جاری ہوتا سنتے تو عشق مصطفوی ﷺ کے یہ پروانے اس پر فوراً عمل کر گزرتے' اشارہ پاتے ہی سراپا تعمیل بن جاتے اور ان میں سے ہر کوئی فرمان نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے لئے اور دوسروں سے سبقت لے جانے کے لئے مصروف عمل ہو جاتا اور یوں وہ اپنے ایمان کی حقیقی لذت و حلاوت کا سامان کرتا۔

## گفتگوئے مصطفےٰ ﷺ پر کامل سکوت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تعمیل حکم رسول ﷺ کی وجہ سے شدید اشتیاق ہوتا کہ محبوب خدا کب اور کس وقت کوئی کلمہ ارشاد فرمائیں اور وہ اس پر کمال اتباع کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً اسے بجا لائیں وہ مجلس مصطفوی ﷺ میں تمام ظاہری و باطنی آداب کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے اس طرح بیٹھتے گویا ان کا سارا جسم سراپا گوش بن چکا ہے،

عروہ بن مسعود ذکر کرتے ہیں۔

**و اذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده**
(صحیح بخاری کتاب الشروط)

اور جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے۔

انہیں معلوم تھا کہ یہ وہ بارگاہ ادب و تعظیم ہے جہاں معمولی سی بے ادبی اور رفع صوت سے ساری عمر کی کمائی لٹ سکتی ہے۔ قرآن حکیم کا یہ حکم ان کے پیش نظر تھا۔

**لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○**
(الحجرات' ۴۹:۲)

(اے ایمان والو!) اپنی آوازیں اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے پاس بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

صحابہ کرامؓ کا ہر قول و فعل، آداب نبوت کا آئینہ دار ہوتا کیونکہ بے ادبی اللہ رب العزت کے لطف و احسان اور فضل و کرم سے محرومی کا باعث ہے، اس لئے ہر حال میں اپنا دامنِ طلب خیراتِ ادب کے لئے بارگاہ الٰہی میں دراز رکھنا چاہئے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب

صحابہ کرام بارگاہِ رسالتمآب ﷺ کا ادب و احترام ایسے کرتے کہ جس کی نظیر دنیا میں آج تک کوئی قوم و نسل پیش کر سکی ہے اور نہ کر سکے گی۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

**اتیت النبی ﷺ و اصحابہ حولہ کانما علی رؤسھم الطیر**
(الشفاء باب ثالث: ۵۹۲)

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوا تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی انتہائی سکون و قرار اور سنجیدگی و متانت سے بیٹھتے حتی کہ جنبش بھی نہ کرتے اور یوں مجلس مصطفوی ﷺ میں بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہوا ہو اگر یہ معمولی سی حرکت کریں تو وہ محو پرواز ہو جائے غرضیکہ صحابہ کرام کے بیٹھنے کا انداز کمالِ ادب مصطفےٰ ﷺ کا آئینہ دار تھا۔

یہی مذکورہ بالا مضمون اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے جس میں حضور ﷺ کے وصف کا بیان ہے۔

**اذا تکلم اطرق جلساوہ کانما علی رؤسھم الطیر**
(الشفاء، ۲: ۵۹۲)

جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو ہم نشین صحابہ کرام سروں کو جھکا دیتے اور خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یہ مجلس مصطفوی ﷺ میں بیٹھنے والوں کے اوصاف ہیں جو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالی مرتبت شہنشاہ کے دربار میں بیٹھنے والے درباریوں میں بھی نظر



نہیں آتے، یہی وجہ ہے کائنات ارضی صحابہ کرامؓ جیسے ادب و تعظیم اور احترام و تکریم کی مثال و نظیر آج تک پیش کر سکی ہے اور نہ قیامت تک کر سکے گی۔

## دیدار مصطفےٰ ﷺ کا محبت بھرا انداز

تعظیم رسول ﷺ کے سبب صحابہ کرام کے آقائے دوجہاں ﷺ کو دیکھنے اور آپ کے دیدار فرحت آثار سے لطف اندوز ہونے کے انداز بھی بدل گئے۔
عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں۔

**ما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ**

صحابہ کرام تعظیماً حضور ﷺ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے۔
(صحیح بخاری کتاب الشروط)

جب آقائے دوجہاں ﷺ کی نگاہ التفات اپنے پروانوں پر پڑتی آپ انہیں دیکھتے تو بے ساختہ ان کی نگاہیں تعظیم و تکریم رسول ﷺ کے باعث خم ہو جاتیں، جب حضور ﷺ کسی دوسری جانب دیکھتے تو یہ چپکے سے نگاہیں چرا چرا کر آقا ﷺ کو دیکھ لیتے، یوں دیدار مصطفےٰ ﷺ سے محبت کی تشنگی کا سامان کرتے، نگاہیں چرا چرا کر دیکھنا بذات خود یہ عمل محبت ہے اور یہ تعظیم و تکریم اور عشق و ادب کا مسئلہ ہے، یہی مسئلہ سب مسئلوں کی جان ہے۔

حضور ﷺ کے نورانی والضحیٰ چہرے کی طرف کسی بھی آنکھ کو دیکھنے کی تاب ہوتی اور نہ ہی وہ حسن جمال مصطفوی ﷺ کو اپنے دامن میں سما سکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے اصحاب مہاجرین وانصار کے پاس تشریف لاتے ان کے درمیان حضرت ابوبکر و عمرؓ بھی ہوتے تو اس وقت مجلس مصطفوی ﷺ کا یہ منظر ہوتا۔

**فلا یرفع احد منھم الیہ بصرہ الا ابوبکر و عمر فانھما کانا ینظران**

ان سب صحابہ میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا

الیہ و ینظر الیھما و یتبسمان الیہ و یتبسم الیھما

سوائے ابوبکر و عمرؓ کے صرف یہ دو حضور ﷺ کی طرف دیکھتے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھتے یہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے آپ ان غلاموں کو دیکھ کر مسکراتے۔

(ترمذی، ابواب المناقب)

یہ لطف و کرم اور نوازش اسی آنکھ کو میسر آتی ہے جو مزاجِ یار سے شناسا ہو پھر جو کیفیت محبوب پر وارد ہوتی ہے وہی محب پر بھی ہوتی ہے۔ محبوب مسکراتا ہے تو عاشق صادق بھی مسکراتا ہے، وہ سمجھتا ہے جب تک محبوب کی ہر ادا کو حرزِ جاں نہ بناؤں ایمان نقطۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ اپنا اونٹ لئے ایک مقام پر گھما رہے تھے صحابہ کرام نے پوچھا ابن عمرؓ کیا کر رہے ہو۔ اونٹ کو بغیر کسی سبب کیوں چکر دیئے جا رہے ہو انہوں نے فرمایا۔

**لا ادری انّی رأیت رسول اللہ ﷺ فعلہ ففعلتہ**

یہ بات میں نہیں جانتا، ایک دن حضور ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا اس لئے میں بھی ایسا کر رہا ہوں۔

(الشفاء القسم الثانی: ۵۵۸)

ایک دن آقا ﷺ کی ادائے دلبرانہ کا مشاہدہ کیا آپ اپنے اونٹ کو گھما رہے تھے وہ ادا ذہن میں نقش ہو گئی اس مقام سے گزرتے ہوئے محبوب کی اس دلکش ادا کی یاد نے تڑپایا لہٰذا اب میں محبوب کی اداشناسی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہوں مجھے کیا خبر وجہ و علت کیا ہے۔ اہل ایمان وجہ و علت کے پیچھے نہیں پڑتے انہیں تو فقط محبوب کی اداؤں سے غرض ہوتی ہے جو ایمان کی بنیاد اور اصل و اساس ہیں۔

## اُمتِ مسلمہ کے ناقابل شکست ہونے کا راز

جب عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے مقام پر اصحاب رسول ﷺ کے ایمان افروز اور روح پرور مناظر دیکھے تو واپس قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا۔



**یا معشر قریش انی جئت کسری فی ملکہ و قیصر فی ملکہ والنجاشی فی ملکہ و انی و اللہ ما رأیت ملکا فی قوم قط مثل محمد ﷺ فی اصحابہ**

اے گروہ قریش میں نے بادشاہ روم، ایران، حبشہ، ہر ایک کو اپنی اپنی مملکت و سلطنت میں شاہی رعب و دبدبہ کی حالت میں دیکھا اللہ کی قسم میں نے ایسا کوئی بادشاہ کسی قوم میں نہ دیکھا جیسا محمد (ﷺ) کو آپ کے صحابہ میں دیکھا۔

**وفی روایۃ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم محمدا اصحابہ و قد رأیت قوما لا یسلمونہ ابدا وانہ قد عرض علیکم خطۃ رشد فاقبلوھا**

(صحیح بخاری، کتاب الشروط ۱: ۳۷۹)

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے ہرگز ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے اصحاب اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (ﷺ) کے اصحاب آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور میں نے ان (صحابہ کرام) کو ایسی قوم پایا ہے کہ کبھی بھی حضور ﷺ کو غیر کے سپرد نہ کریں گے (اور آپ کی امداد ترک نہ کریں گے) اور انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے اسے قبول کر لو۔

گویا عروہ بن مسعود اہل قریش کو یہ بات سمجھا رہا ہے کہ میں نے بادشاہ روم و ایران اور بادشاہ حبشہ کا ادب و احترام ان کے درباروں میں ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ و شہنشاہ دیکھے ہیں اور ان کے درباروں میں ان کے آداب ملاحظہ کئے ہیں۔ امراء و وزراء میں ان کی تعظیم و تکریم اور احترام ہوتے ہوئے دیکھا ہے، سب کچھ دیکھا لیکن اللہ کی عزت کی قسم آج تک دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے شہنشاہ کی عزت و تعظیم اور ادب و احترام اس قدر ہوتا ہوا نہیں

دیکھا جس قدر محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام آپ کے صحابہ کرام میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

لہٰذا از راہ نصیحت عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تم مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہونا تم انہیں شکست نہیں دے سکتے کیوں؟ (اس نکتے کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے) اس لئے کہ ان کا اپنے رسول کے ساتھ تعظیم و محبت کا تعلق اس طرح استوار ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے جسم اطہر سے مس ہونے والے پانی' آپ کے لعاب دہن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کرسکتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ میدان جنگ میں اپنے نبی ﷺ کا خون زمین پر گرنا برداشت کریں۔

صحابہ کرامؓ کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشارہ' ابرو پر مرمٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آپ کے حکم پر تن من دھن کی بازی لگانے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ جب تک ان کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح کا تعلق تعظیم و محبت استوار رہے گا اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔ مسلمان صرف اس وقت قابلِ شکست ہوں گے جب ان کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ یہ تعلق قائم نہیں رہے گا۔

عروہ بن مسعود یہ سمجھتا تھا کہ امت مسلمہ کی قوت و طاقت' ہیبت و جلالت اور ناقابل شکست ہونے کا راز فقط اپنے رسول کے ساتھ والہانہ عشق و وارفتگی اور حد سے بڑھے ہوئے تعلقِ تعظیم و محبت میں ہے جس وقت تک یہ تعلق موجود ہے امت مسلمہ کو شکست نہیں دی جاسکتی۔

## محبت و تعظیم رسول کے باعث طواف کعبہ سے انکار

صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کی نسبت کے بغیر کسی شئے کو سرے سے جانتے اور پہچانتے ہی نہ تھے۔ صلح حدیبیہ کا موقع ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا کہ کفار و مشرکین کے ساتھ مذاکرات کریں کفار نے پابندی لگا دی تھی کہ اس سال حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مکہ نہیں آنے دیں.



گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیر بن کر آئے ہوئے ہیں حرم شریف میں پہنچ چکے ہیں۔ کفار سے مذاکرات جاری ہیں انہوں نے بتادیا کہ اس سال آپ لوگ حج نہیں کرسکتے۔

تاہم کفار مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا چونکہ آپ آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے موقع غنیمت جانتے ہوئے طواف کرلیں آپ کو اجازت ہے' اب ذرا ایمان کی آنکھ سے اس حقیقت کو دیکھئے کہ اگر انہوں نے کعبہ کو حضور کی نسبت و تعلق کے بغیر جانا ہوتا تو بھاگ کر طواف نہ کرلیتے لیکن ایسا نہیں کیا اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کی نسبت کے بغیر کسی شئے کو پہچانتے ہی نہ تھے یہی حقیقت میں ایمان ہے۔

جب کفار نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ طواف دی تو اس پروانۂ چراغ مصطفوی نے کہا

**والله ما كنت لافعل حتّٰى يطوف به رسول الله ﷺ**
(الشفاء' باب ثالث: ۵۹۴)

خدا کی قسم جب تک حضور ﷺ طواف نہ کرلیں اس وقت تک میں طواف نہیں کروں گا۔

تم مجھے طواف کی دعوت دیتے ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک مصطفیٰ ﷺ کعبے کا طواف نہیں کرلیتے اس وقت تک عثمان ہرگز طواف نہیں کرے گا۔ ہم تو کعبے کو کعبہ بھی حضور ﷺ کے خبر دینے کی وجہ سے مانتے ہیں اور آپ ہی نے ہمیں اس سے متعارف کرایا ہے اور اس کا طواف اس لئے کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اس کا طواف کرتے ہیں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب کعبہ نگاہوں کے سامنے ہو اور طواف کی اجازت نہ ہو تو انسان کتنی حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا ہے اور طواف کی آرزو کرتا ہے پھر کعبے کے طواف کا موقع ملے اور انسان طواف نہ کرے تو کتنے تعجب کی بات ہے اور پھر کئی سالوں کے بعد آنا ہو تو دل کی کیا حالت ہوگی کہ جب سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو آنکھیں کعبے کی دید کو ترس گئی تھیں۔ غزوات اور سرایا ہوتے رہے چھ سات سال گزر گئے اس کے بعد آنا ہوا اور پھر حضور ﷺ نے آتے ہوئے منع بھی

نہیں کیا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہ کرنا۔ چھ سات سال کی فرقت و جدائی، قریش کی اجازت و فرمائش اور حضور ﷺ کا منع نہ فرمانا، ہر چیز زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ طواف کر لو مگر وہ کونسی چیز ہے جو طواف سے روک رہی ہے اور قدموں کو بن رفاقتِ محبوب آگے بڑھنے نہیں دے رہی ہے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ وہ فقط عشقِ رسول ﷺ ہے عشق کہتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب محبوب ﷺ ہی ہمراہ نہیں تو پھر طواف میں کیا مزہ اور محبوب ﷺ کی عدم موجودگی میں طواف سے کیا مطلب؟ صاف انکار کر دیا کہ آقا علیہ السلام کے بغیر طواف ہرگز نہیں کروں گا چنانچہ واپس چلے آئے۔

○

## باب ---۲

# ادب واحترامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

## تقدیمِ رسول ہی تقدیمِ الٰہی ہے

حضور ﷺ کی بے ادبی در حقیقت حق تعالیٰ کی بے ادبی ہے جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا ہے اور رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی کو اپنی رضا و خوشنودی قرار دیا ہے اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ سے کسی بھی معاملے میں آگے بڑھنا' تقدیم اختیار کرنا یہ در حقیقت اللہ سے آگے بڑھنا ہے یعنی اس کی نازل کردہ ہدایت قرآنی سے متقدم ہونا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

(الحجرات' ۴۹:۱)

اہل ایمان کے لئے ابدی فرمان جاری کر دیا گیا کہ رسول ﷺ پر تقدیم اور پہل تم سے واقع نہیں ہونی چاہئے خواہ وہ قول کی صورت میں ہو یا فعل کی صورت میں' کیونکہ یہ تقدیم بارگاہِ نبوت ﷺ کی عظمت و حرمت اور ادب و احترام کے منافی ہے۔ یہاں تو انسان ہر حال میں اور ہر لمحہ اس عظیم المرتبت بارگاہ کے آداب کو پیش نظر رکھ کر ہی سرخرو ہو سکتا ہے۔ عید الاضحیٰ کا مبارک دن ہے صحابہ کرامؓ میں سے بعض نماز عید کے لئے گھروں سے نکلنے سے پہلے ہی قربانی کے جانور ذبح کر لیتے ہیں جبکہ سرکار دوعالم ﷺ نے ابھی قربانی نہیں کی ہوتی۔ صحابہ کرام بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں پہنچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے ابھی قربانی نہیں کی۔ بظاہر تو اس میں کوئی

حرج والی بات نظر نہیں آتی کہ حضور ﷺ نے بھی اللہ کے لئے قربانی دینا تھی اور صحابہ کرامؓ نے بھی فقط اسی کی رضا کے لئے، لیکن کچھ یوں ہوا کہ بعض صحابہ کرامؓ نے نادانستہ طور پر حضور ﷺ سے پہلے اپنے جانور ذبح کر لئے۔ جونہی صحابہ بارگاہ نبوت میں پہنچے، انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہی حکم موصول ہوا کہ آج جو کچھ تم کر کے آئے ہو ہم اسے قربانی تسلیم ہی نہیں کرتے، واپس جاؤ اور میرے محبوب علیہ السلام کی طرف سے دی جانے والی قربانی کے بعد جانور ذبح کرو، اسی صورت میں تمہارا عمل قربانی متصور کیا جائے گا اور ہاں سن لو آئندہ کبھی ایسا عمل نہ کرنا اور کسی معاملے میں میرے رسول ﷺ پر پہل کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ تمہارے اعمال رد کر دیئے جائیں گے کیونکہ پہل کرنے اور آگے بڑھنے کا تمہارا یہ عمل میرے مصطفیٰ ﷺ کے ادب کے منافی ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ اے ایمان والو! کسی معاملے میں بھی اللہ اور اس کے رسول پر پہل نہ کیا کرو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی قربانی رد کیوں ہوئی کیا تکبیر پڑھنے میں کوئی غلطی ہو گئی تھی، کیا جانور کمزور و ناتواں یا کم عمر تھے، کیا کوئی دیگر شرائط پوری ہونے سے رہ گئیں تھیں، آخر کیا غلطی سرزد ہوئی تھی کہ قربانی مسترد کر دی گئی؟ وہ خطا و غلطی جس کی بنیاد پر قربانی قبول نہ کی گئی فقط یہ تھی کہ ابھی حضور ﷺ نے قربانی نہیں کی تھی جبکہ صحابہ کرامؓ حضور نبی اکرم ﷺ سے پہلے اپنے جانور ذبح کر بیٹھے تھے چنانچہ اللہ رب العزت کو یہ گوارا نہ ہوا، فرمایا میرے حبیب ﷺ! بے شک عبادت صرف میرے لئے ہو اور قربانی میری ہی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے دی گئی ہو لیکن اگر تجھ سے پہلے دی جائے گی یا تجھ سے بے نیاز و مستغنی ہو کر دی جائے گی تو میں اسے تیری بے ادبی شمار کرتے ہوئے رد کر دوں گا۔

مقام غور ہے کہ بے ادبی تو یہاں نادانستہ طور پر حضور ﷺ کی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے پہل حضور علیہ الصلوٰۃ پر کی تھی اللہ رب العزت پر تو نہیں کی اللہ جل شانہ قربانی دینے کے احتیاج سے پاک و مبرا ہے پہل اللہ کے رسول پر ہوئی تھی اللہ پر



نہ ہوئی تھی سو چاہئے تو یہ تھا کہ فرمایا جاتا **لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ الرَّسُوْلِ** کہ رسول اللہ ﷺ پر پہل نہ کیا کرو لیکن فرمایا گیا۔

**لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پہل نہ کیا کرو۔

اس واضح و صریح قرآنی بیان سے اہل ایمان پر یہ حقیقت منکشف کرنا مقصود ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ادب دو مختلف جہتیں نہیں ہیں۔ ذاتیں تو بے شک الگ الگ ہیں لیکن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کا ادب ایک ہی بات ہے جو رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر پہل کرتا ہے وہ رب پر پہل کرتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرتا ہے وہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہی نکتہ ایمان ہے اور یہی تصور اول تا آخر قرآن ہمیں سمجھا رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مابین ذاتیں جدا جدا ہونے کے باوجود ایک ہی نسبت ہے ایمان کے باب میں ادبِ رسالت ہی ادبِ الوہیت ہے۔ لہٰذا اس مسئلے پر ذہن بالکل واضح رہنا چاہئے اور التباس و تشکیک کی ادنیٰ سی گرد بھی منافی ایمان ہے۔ غرضیکہ صحابہ کرامؓ نے بطور فعل حضور ﷺ سے تقدیم کی اس لئے انہیں حکم دے دیا کہ تمہاری قربانی بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوئی اس لئے تم دوبارہ قربانی دو۔

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عید الاضحیٰ کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا۔ اس دن ہمیں سب سے پہلے جس چیز کی ابتداء کرنا ہے وہ نماز ہے اور ادائیگی نماز کے بعد ہم گھروں کو لوٹیں گے اور پھر قربانی کریں گے جس نے اس طریقے سے قربانی دی تو اس نے سنت رسول کو پالیا اور جس نے اس طریق سنت سے ہٹ کر نماز عید سے پہلے قربانی کی تو وہ سن لے اس نے جو قربانی دی ہے وہ عجلت اور تیزی کا گوشت ہے اس کا قربانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (تفسیر خازن، ۶:۱۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ **لا تقدموا** کی نہی کا تعلق یوم شک کے روزے سے بھی ہے کہ ایسی صورت حال میں **لا تقدموا قبل نبیکم**، حضور اکرم

ﷺ سے پہلے روزہ نہ رکھو

اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس نے شک والے دن حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے روزہ رکھا تو اس نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی۔

(تفسیر خازن، ۶: ۱۸۲)

## لاتقدموا کا حکم مطلق ہے

اللہ رب العزت نے اس آیہ کریمہ میں لاتقدموا کے الفاظ ارشاد فرما کر اس چیز کا حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تم قول یا فعل میں تقدیم نہ کرو اور یہاں **لاتقدموا** کے مفعول کو حذف کر دیا تاکہ اس میں تعمیم پیدا ہو جائے اور سامع کا ذہن ہر اس چیز کو مراد لے سکے جو بھی قول یا فعل کے اعتبار سے مقدم ہو سکتی ہے گویا ہر وہ چیز جو تقدیم کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو حضور ﷺ سے پہلے کرنا صریحاً بے ادبی ہے جیسے بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں کوئی مسئلہ پیش ہو تو قبل اس کے کہ حضور سرورِ دوجہاں ﷺ اس مسئلے کے بارے میں ارشاد فرمائیں کوئی فرد آپ کے ارشاد فرمانے سے پہلے ہی اس مسئلے پر اظہار خیال شروع کر دے تو یہ عمل بارگاہ نبوت کے آداب کے منافی ہے۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے اسی طرح اگر حضور ﷺ کے پاس طعام حاضر ہو تو کوئی تیزی و عجلت میں آپ کے ابتداء فرمانے سے پہلے ہی کھانے کا آغاز کر دے اور اسی طرح اگر کسی کو آپ کے ساتھ چلنے کی سعادت و شرف حاصل ہو تو وہ بغیر کسی مقصد و مدعا اور اجازت کے، آگے چلنا شروع کر دے تو ایسے سب امور بے ادبی اور عدم احترام کے ذیل میں آتے ہیں۔ حذف مفعول کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مفعول کو حذف کر کے نفس فعل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ سرے سے تم سے تقدم صادر ہی نہیں ہونا چاہئے۔

**"لاتقدموا"** کے مفسرین کرام نے اور بھی مفاہیم و مطالب بیان کئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور منع سے



تقدیم اختیار نہ کرو بعض نے بیان کیا کہ تم اپنے نفوس ذات مصطفوی ﷺ پر مقدم نہ کرو اس میں حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کی طرف اشارہ ہے اور آپ کے اوامر و نواہی کو بجا لانے کی ترغیب ہے۔ بعض نے کہا کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم فرمانے سے پہلے کسی معاملے کے بارے میں حتمی و قطعی فیصلہ نہ کرلو۔ بعض نے بیان کیا کہ اس کا معنی ہے احکامِ شریعت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔

امام سہل بن عبد اللہ تستری" نے اس آیت کی تفسیر میں **لاتقدموا** کا معنی یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کے فرمانے سے پہلے نہ بولا کرو یعنی حضور ﷺ کے ہاں کلام کی ابتداء نہ کرو، جرات نہ دکھاؤ اور جب آپ فرمادیں تو خوب توجہ و انہماک سے سنو اور خاموش رہو۔ (تفسیر روح البیان، ۹: ۶۳)

قاضی عیاض" فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات سے منع کیا گیا کہ کسی شئی کے بارے میں حضور ﷺ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے از خود فیصلہ کریں اور نہ ہی اپنی ذاتی رائے سے آپ پر سبقت کریں، فیصلے کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ قصاص کے متعلق ہو یا غیر قصاص سے، یہ معاملہ حضور ﷺ کے امر سے طے پانا چاہئے۔ مزید فرماتے ہیں۔

**لا تسبقوه به ای ولو فی امر دنیاهم والمعنی ان یکونوا تابعین له فی جمیع قضایاهم عن امور دنیاهم واخراهم**

(الشفاء، ۲: ۳۵)

کسی بھی کام میں حضور ﷺ سے سبقت نہ کریں اگرچہ دنیا کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو، اس کا معنی و مفہوم یہ ہے اپنے تمام دنیاوی و اخروی امور و فیصلوں میں آپ ﷺ کے تابع ہوں۔

امام مجاہد" نے **"لاتقدموا"** کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ کسی چیز میں بھی حضور ﷺ پر سبقت نہ کرو بلکہ اسے چھوڑے رہو اور اس میں ہر طرح کا عمل کرنے

سے باز رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعے اس چیز کے متعلق واضح فیصلہ صادر فرمادے۔ (زرقانی علی المواہب، ۶: ۲۴۷)

امام قسطلانی "مواہب اللدنیہ" میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے ادب رسول ﷺ سے متضمن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک شئے سے منع کرنا، اس شے کے خلاف حکم ہوتا ہے سو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کی کامل اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے۔

فرماتے ہیں۔

**فمن الادب ان لا یتقدم بین یدیہ بامر و لانھی ولا اذن ولا تصرف حتی یامر ھو وینھی و یاذن کما امر اللہ بذلک فی ھذہ الآیۃ**

(زرقانی علی المواہب، ۶: ۲۴۷، ۲۴۸)

ادب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے امر، نہی اجازت اور تصرف غرضیکہ کسی بھی چیز میں آپ سے پہل نہ کی جائے حتی کہ خود حضور ﷺ حکم فرمادیں اور منع کریں اور اجازت فرمادیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباس نے زیر بحث آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا **لا تخالفوا کتاب اللہ و لا تخالفوا سنۃ رسول اللہ** (تفسیر ابن عباس، ۳۲۲) کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مخالفت نہ کرو، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول پر اپنی رائے کو مقدم و برتر اور بہتر ہرگز نہ سمجھو اس لئے کہ کتاب و سنت پر اپنی رائے کو ترجیح دینا صریح کفر اور واضح جہالت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی اور ان سے آگے بڑھنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے پوچھا اے معاذ بتاؤ کیسے اور کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کی کتاب اللہ کے ساتھ، پوچھا اگر کتاب اللہ میں اس مسئلے کا حل نہ



پاؤ تو پھر؟ عرض کیا سنت رسول ﷺ کے ساتھ فیصلہ کروں گا، پھر دریافت فرمایا اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ عرض کیا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس پر حضور ﷺ نے ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا۔

**الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ ﷺ لما یرضی بہ رسول اللہ ﷺ**

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے رسول کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے خدا کا رسول خوش ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب القضاء: ۱۴۹)

یہاں اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے اپنی رائے اور اجتہاد کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مؤخر رکھا اگر آپ شروع سے ہی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں مسئلے کا حل تلاش کرنے کی بجائے اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنے کے لئے کہتے تو یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے تقدم ہوتا، جس سے اہل ایمان کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ان آداب پر مداومت و ہمیشگی ہی ایمان کے عروج و کمال کا باعث بن سکتی ہے۔

## ادب و احترام رسول ﷺ کا ہر حال میں وجوب

ادب ایک ایسا فعل ہے جو کہ مؤدب کو بامراد و کامران کرتا ہے، اس کا دامن طلب اس کی وجہ سے بھر جاتا ہے بشرطیکہ وہ استقامت و مداومت کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے اس لئے بارگاہ رسالتماب ﷺ کے ادب و احترام کو واجب قرار دیا گیا تاکہ فیضان مصطفوی ﷺ کی بارش جاری و ساری رہے اور کسی لمحے یہ رکنے نہ پائے پس جو لوگ طریقۂ ادب کو ترک کردیتے ہیں۔ وہی ناکام و نامراد ٹھہرتے ہیں۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس آیت "**لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ**" کے تحت ادب رسول کے وجوب کا قول کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا مقام و مرتبہ اور آپ کے شان و مرتبہ کی رفعت و بلندی کو اس طرح بیان کیا کہ آپ ایسے رسول ہیں جن کا دین غالب ہوگا اور ذکر مبارک اور

مدح یوں فرمائی کہ آپ مومنوں کے لئے رحیم ہیں (**رحیم بالمومنین**) سو جب رسول اللہ ﷺ کی اپنے امتیوں پر اس قدر شفقت و پیار، رحمت و رافت ہے جو تکلیف ان کو پہنچتی ہے وہ ان سے زیادہ آپ ﷺ کے قلب اطہر پر گراں گزرتی ہے اس لئے کہ آقائے دوجہاں ﷺ اہل ایمان کے حق میں **عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ** (**التوبہ ۹ : ۱۲۸**) کا پیکر اتم ہیں اور ان کے حق میں آپ نہایت شفیق و مہربان ہیں اب امتیوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ادب و احترام میں قولاً و فعلاً کسی بھی چیز کو ترک نہ کریں اور نہ ہی آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی سے مغرور ہوں بلکہ ہر حال میں آقا علیہ السلام کی علو شان اور بلند و رفیع مرتبے کی طرف دھیان رکھیں۔

یہ آیت کریمہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے عمومیت پر دلالت کرتی ہے اور ہر طرح کے مفہوم کو متضمن ہے اور اس میں مطلقاً تقدم سے منع کر دیا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی معاملے میں خود کو ترجیح و فوقیت نہ دی جائے۔

گویا باری تعالیٰ یہ بات سمجھا رہا ہے کہ تمہارے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ تم سے تقدم علی الرسول صادر ہو۔ اس لئے کہ **لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ** کی تقدیر عبارت یوں ہوگی **لا تقدموا انفسکم فی حضرۃ النبی** یعنی بارگاہ مصطفوی ﷺ میں اپنے نفوس کو مقدم نہ کرو اور نہ ہی اپنی رائے کو وہاں ترجیح دو۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آیت مذکورہ میں اسم جلالت کا اسم رسالت سے پہلے آنا ادب و احترام رسول کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں اسی نکتے کو امام رازی یوں واضح کرتے ہیں۔

" ذکر الٰہی حضور ﷺ کے ادب و احترام کے واجب ہونے اور آپ کے اوامر و نواہی کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لئے کہ کبھی بھیجے جانے والے کا ادب و احترام مرسل "بھیجنے والے" کی دوری و بعد کے باعث ترک کر دیا جاتا ہے اور وہ اس بات پر مطلع نہیں ہوتا کہ اس کے رسول کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ مگر اس مقام پر اللہ رب العزت نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ میرے



رسول ﷺ کے ادب و احترام سے کبھی اپنے دامن کو تہی نہ کرنا اور یہ مت سمجھنا کہ وہ دور ہے بلکہ وہ تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہے، جو کچھ تم اس کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ کے ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے حوالے سے اور اس کے لائے ہوئے دین کی مدد کی بابت، کر رہے ہو وہ تمہارے جملہ اعمال و احوال سے بخوبی آگاہ ہے اس لئے کہ تم ہر وقت اللہ کے سامنے حاضر ہو۔

**بین یدی اللہ ای انتم بحضرۃ من اللہ تعالیٰ و ھو ناظر الیکم فی مثل ھذہ الحالۃ یجب احترام رسولہ**

تم اللہ کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے پس ایسی حالت میں احترام رسول تم پر واجب ہے۔

(تفسیر کبیر، ۲۸: ۱۱۱)

گویا اہل ایمان بالخصوص اور پوری مخلوق بالعموم ہر لحہ اور ہر لحظہ اللہ رب العزت کی نگاہ میں ہے۔ ایسی صورت میں کسی کو یہ جرأت و ہمت نہیں کہ وہ اس کے بھیجے ہوئے برگزیدہ رسول ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرے اور اس کے ذکر و مرتبے کو گھٹانے کی بات کرے جبکہ وہ خود اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کر رہا ہے اس لئے تقاضائے ایمان یہ ہے کہ کسی حال میں بھی ادب رسول ﷺ کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

## رسول اللہ سے تقدم منافی ایمان ہے

قرآن حکیم کے صریح حکم کے باوجود حضور ﷺ پر پہل کرنا نہ صرف بہت بڑی بے ادبی ہے بلکہ سرے سے عدم ایمان پر دال ہے۔

علامہ اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں۔

**فیکون التقدم بین یدی اللہ و رسولہ منافیا للایمان**

اللہ اور اس کے رسول پر پہل کرنا ایمان کے منافی ہے۔

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۲)

تقدم انسان کو کسی کی پیروی و متابعت کی صفت سے خارج کرتا ہے تو جب انسان کسی کی اطاعت و فرمانبرداری سے خود کو مبرا کر لیتا ہے تو پھر اس کے احکام و

فرامین پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ جب یہی چیز کسی مسلمان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ دولت ایمان سے محروم ہو جاتا ہے بایں وجہ کہ ایمان تو اسے بواسطۂ رسالت ﷺ ملا ہے اور جب وہ اطاعت و اتباع رسول ﷺ سے ہی انکاری ہو جائے تو اس کا ایمان کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے؟

رسول مکرم ﷺ کا ادب و احترام عین ایمان ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ اللہ رب العزت تو اپنے محبوب ﷺ کی رفعت شان کے لئے اور اپنی ذات پر لوگوں کو ایمان لانے کے حکم میں اپنا نام اپنے محبوب ﷺ کے نام کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔

علامہ اسماعیل حقیؒ بیان کرتے ہیں۔

**و اکثر هذه الروایات یشعر بان المراد بذی رسول اللہ و ذکر اللہ لتعظیمه و الایذان بجلالة محله عنده**

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۲)

اکثر روایات اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہاں مراد صرف حضور ﷺ کی ذات پر تقدم ہے اور ذکر خدا تو حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور اللہ جل شانہ کے ہاں آپ ﷺ کی قدر و منزلت بتانے کے لئے ہے۔

مزید بر آں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم جلالت حضور ﷺ کے نام سے پہلے بطور تمہید ذکر کیا ہے تاکہ حضور ﷺ کی اللہ رب العزت کے ساتھ نسبت و خصوصیت اور اس کے ہاں آپ کے مقام قرب اور آپ کی قدر و منزلت پر دلالت کرے اور اس چیز کو بھی واضح کرے کہ بارگاہِ خداوندی میں آپ کو ایسا مقام و مرتبہ حاصل ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہے اس لئے آپ کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام بجالانا واجب ہے۔

امام الشربینی فرماتے ہیں کہ!

آپ کی عظمت و بزرگی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس کی کوئی حد اور انتہاء نہیں کیونکہ آپ کی یہ عظمت و رفعت، اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہے یہی وجہ ہے اللہ رب العزت نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ ملا کر آپ کا نام



مبارک ذکر کیا ہے۔

## اتقوا اللہ کا مفہوم

اللہ جل شانہ کا خوف و تقویٰ انسان کو ہر اس عمل سے روکتا ہے جو اسے پروردگار عالم کی رضا و خوشنودی سے محروم کرنے کا سبب و باعث ہو اور مومن کی تو یہ شان ہے کہ وہ اللہ ہی سے ڈرتا ہے اور تقویٰ کو ہی اپنی زندگی کا زیور بناتا ہے اور یہی اسے بارگاہ نبوت کے آداب بجالانے کی ترغیب دیتا ہے اللہ رب العزت نے امت مصطفوی ﷺ کو **لا تقدموا** کے حکم کے ذریعے پہلے آداب نبوت سکھائے اور پھر آخر پر ارشاد فرمایا

**اِتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ**

(الحجرات، ۴۹: ۱)

اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے

علامہ اسماعیل حقیؒ آیت کریمہ کے اس حصہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**اتقوا الله فی اهمال حقه و تضییع حرمته ان الله سمیع لما تقولون و علیم بما تعملون**

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۳)

حضور ﷺ کے حق کو ترک کرنے میں اور آپ ﷺ کی عزت و حرمت کو ضائع کرنے میں اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا ہے جو تم کہتے ہو اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

جبکہ امام خازنؒ نے یوں فرمایا

**(واتقوا الله) فی تضییع حقه بمخالفة امره (ان الله سمیع) لاقوالکم (علیم) بافعالکم**

(تفسیر خازن، ۶: ۱۸۳)

حضور ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے اور آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے حق کو ضائع کرنے میں اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے افعال

کو جاننے والا ہے۔

گویا یہ بات واضح ہوگئی کہ کمالِ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ امت پر حضور ﷺ کے حقوق، اطاعت، اتباع، محبت و عشق، تعظیم و تکریم اور ادب و احترام غرضیکہ جتنے بھی حقوق واجب ہوتے ہیں، انہیں ادا کیا جائے اور کسی بھی لمحے ان کی ادائیگی میں کوتاہی و غفلت نہ ہونے دی جائے۔

## سارا قرآن ادب و تعظیم رسول ﷺ سے مملو ہے

یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو اپنے رسول ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ، آپ کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب، آپ کو پکارنے اور مخاطب کرنے کا طریقہ و ادب، آپ کی اطاعت و اتباع، محبت و تعظیم کی تعلیم، آپ کی شان عبدیت، آپ کے خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق و کردار غرضیکہ ہر چیز سے متعارف کرایا ہے۔ جہاں کہیں بھی بالواسطہ بے ادبی و گستاخی کا شائبہ بھی پیدا ہوا تو فوراً آیت قرآنی کی صورت میں حکم دے کر ہمیشہ کے لئے اس کے راستے مسدود کردئے گئے۔

امام سبکیؒ وہ آیات جن میں ادب و تعظیم رسول ﷺ کی تعلیم دی گئی ہے ان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

**یستوعب هنا الایات الدالة علی ذلک وما فیها من التصریح و الاشارة الی علو قدر النبی ﷺ مرتبته و وجوب المبالغة فی حفظ الادب معه ﷺ**

(جواہر البحار، ٣: ٣٥٢)

یہاں وہ تمام آیات کریمہ جو صریحاً اور اشارتاً حضور ﷺ کی رفعت شان اور مقام و مرتبے اور ادب و تعظیم کے مبالغے کی حد تک واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بڑے واضح انداز میں بیان کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی قرآن حکیم میں غور و فکر اور تدبر کرے گا تو اس پر یہ حقیقت آشکار ہوجائے گی کہ



سارے کا سارا قرآن تعظیم و تکریم رسول ﷺ اور ادب و احترام رسول ﷺ سے بھرا پڑا ہے۔

فرماتے ہیں۔

**و من تامل القرآن کله وجده طافحا بتعظیم عظیم لقدر النبی ﷺ**

جو بھی شخص پورے قرآن حکیم میں غور و فکر اور تامل کرے تو وہ سارے قرآن کو حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم سے بھرپور پائے گا۔

(جواہر البحار، ٣: ٢٥١)

غرضیکہ قرآن حکیم حضور ﷺ کی صفات و کمالات کا ایک ایسا آئینہ ہے جس سے آقائے دوجہاں ﷺ کی ساری شانیں بتمام و کمال ظاہر ہو رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ کبھی تو شان عبدیت کا پتہ چلتا ہے اور کبھی "قاب قوسین او ادنی" کی صورت میں آپ کی شان محبوبیت کی جھلک نظر آتی ہے۔

## ادب رسول ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا عمل

ادب و احترام اور تعظیم رسول ﷺ کے جو مناظر ہمیں صحابہ کرام کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں۔ ان کی نظیر و مثال کہیں بھی نہیں ملتی وہ ادب رسول ﷺ کی غایت کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان کی زندگیاں کمال ادب کا مرقع تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ ادب و احترام دیکھئے نماز میں مقدم ہونے کی صورت میں کیسے پیچھے ہٹ آتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا۔ مؤذنِ رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، کیا آپ نماز پڑھائیں گے اور میں تکبیر کہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت نماز میں تھے آپ صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں آکھڑے ہوئے

لوگوں نے دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں تاکہ سیدنا صدیق اکبر ؓ کو حضور ﷺ کی آمد کی خبر ہو جائے۔ ادھر سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ حالت نماز میں کسی اور طرف توجہ نہ کرتے تھے جب لوگوں نے تصفیق میں زیادتی کی تو پھر حضرت ابو بکر صدیق ؓ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے پوچھا۔

**یا ابا بکر ما منعک ان تثبت اذا امر تک فقال ابو بکر ما کان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللہ ﷺ**

(صحیح بخاری 'کتاب الاذان'، ۱: ۹۴)

اے ابو بکر ؓ تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اپنی جگہ (امامت) پر ثابت رہتا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا (کہ وہیں ٹھہرے رہو) حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ حق نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔

**و فی روایۃ ان یوم النبی ﷺ**

(زرقانی علی المواہب' ۶: ۲۴۷' ۲۴۸)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے آگے امامت کرائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور اسی لئے آپ کو عزت و تکریم دینے اور آپ کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کی غرض سے نماز میں امامت جاری رکھنے کا حکم دیا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے طریق ادب اختیار کیا اس لئے حضور ﷺ نے ان کا عذر رد نہ فرمایا بلکہ اسے شرف قبولیت سے نوازا۔

باب ---۳

# بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آوازوں کی پستی

## بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مطلقاً رفع صوت کی ممانعت

حضور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے کچھ خاص آداب ہیں جن کے پیش نظر رکھنے سے ایمان کی سلامتی ہے اور نظرانداز کردینے سے ایمان کی تباہی ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
(الحجرات، ۴۹:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو (اس غیب کی خبریں دینے والے نبی) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو (نہ آواز میں تیزی ہو نہ بلندی ہو)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے اونچا وارفع نہ کیا کرو کیونکہ بلند آواز سے اور چیخ چلا کر گفتگو کرنا، کسی کی عزت و عظمت کو کم کرنے اور اس کے ادب واحترام کے ترک کرنے پر دال ہے جبکہ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھنا اور اونچا نہ کرنا ہی تعظیم و تکریم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

علامہ شوکانیؒ رفع صوت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

**لا ترفعوا اصواتکم الی حد یکون فوق ما یبلغہ صوت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**
(فتح القدیر، ۵:۵۹)

تم اپنی آوازوں کو اس حد تک بلند نہ کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند تر ہو جائیں۔

مجلس مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے سے پہلے آدابِ نبوت کو ملحوظ خاطر رکھنا

چاہئے کہ آقا علیہ السلام کی آواز کی حد سے کسی کی آواز تجاوز نہ کرنے پائے بلکہ نہایت ہی پروقار اور مؤدب طریقے سے آہستہ آواز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہوا جائے تاکہ کلام مصطفیٰ ﷺ ہر کسی کی گفتگو سے بلند ہو اور آپ ﷺ سے مخاطبت ایسے انداز میں ہو جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔

امام احمد المنیر سکندریؒ نے حاشیہ کشاف میں لکھتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں مطلقاً رفع صوت سے منع کیا گیا ہے اور اللہ رب العزت نے یہاں بطور نہی، رفع صوت سے ممانعت فرمائی ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ چیز جو اذیتِ رسول ﷺ کا باعث ہے اس سے بچنا چاہئے اور یہی قاعدہ و اصول ہے کہ حضور ﷺ کی اذیت کفر تک پہنچاتی ہے اور بالاتفاق اعمال کے ضیاع کا باعث ہے۔

پس جب یہ نہی ایسی جگہ پائی جا رہی ہو جہاں اذیت رسول کا گمان ہو خواہ وہاں حقیقتاً اذیتِ رسول کا پہلو پایا جائے یا نہ پایا جائے تو منہی عنہ (جس سے روکا جا رہا ہے) دو قسم پر مشتمل ہو گا۔

(۱) کفر (۲) مفضی الی الکفر (ایسی چیز جو کفر تک پہنچانے والی ہو) جب کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کر بیٹھے تو اب ہمارے پاس دونوں اقسام میں امتیاز پیدا کرنے کی کوئی واضح دلیل اور علامت نہیں رہتی۔ اس لئے بہتر یہ ہے، جس چیز سے روکا جا رہا ہے اس سے کلیتاً رک جایا جائے کیونکہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر وہ اس سے باز نہ رہا تو کسی ایک کا ارتکاب کر بیٹھے گا جس سے اس کے سارے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

## رفع صوت کے بارے میں دو موقف

مفسرین کرام نے اس امر سے بحث کی ہے کہ کیا رفع صوت استخفافاً اور ارادہ اہانت سے منع ہے یا محض مطلقاً رفع صوت کی ممانعت ہے۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے اس کے بارے میں امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر اہانت و تحقیر، گستاخی و بے ادبی کی نیت سے کسی بھی



صورت میں اذیتِ رسالتمآب ﷺ کا ارتکاب کیا تو وہ کافر ہے۔ گویا جس نے بھی استحقار اور استخفافاً اہانت کی نیت سے گستاخی و بے ادبی رسول ﷺ کی جسارت کی، تو وہ بلاریب کافر اور مرتد ہے۔

جبکہ دوسری صورت کے متعلق بعض آئمہ تفسیر کا موقف یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں رفع صوت سے مراد مطلقاً رفع صوت ہے کیونکہ استخفافاً رفع صوت کی یہاں سرے سے بحث ہی نہیں اس لئے کہ یہاں خطاب اہل ایمان کو ہو رہا ہے کہ ایمان والو! اپنی آوازیں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ہی آقا علیہ السلام کو اس طرح بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو اس لئے کہیں ایسا نہ ہو جس چیز کو ظاہراً تم معمولی سی بے ادبی و گستاخی بھی تصور نہیں کر رہے ہو یہ تمہارے تمام اعمال کو تباہ و برباد کر دے۔

چونکہ اہلِ ایمان سے اس چیز کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بہ نیت حقارت و استخفاف اپنی آوازوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی آواز پر بلند کریں گے اس بنا پر رفع صوت سے مراد یہاں مطلقاً رفع صوت کی ممانعت ہے اسی لئے بعض مفسرین کرام نے کہا اگر مطلقاً رفع صوت غیر ارادی طور پر بغیر اہانت و توہین کے بھی ہو جائے تو اس سے انسان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا گویا کہ اگر اتفاقاً اور بغیر نیت کے بھی رفع صوت ہو جائے اور اس میں تحقیر و توہین کا پہلو بھی شامل نہ ہو تو یہ بھی اذیت کا باعث ہے اور یہ مفضی الی الکفر ہے یعنی یہ فعل کفر کی سرحدوں تک پہنچانے والا ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ وہ رفع صوت جو حضور ﷺ کو ایذاء و تکلیف دینے والی ہو وہ نہ صرف ساری زندگی کے اعمال کو تباہ و برباد کر دے گی بلکہ دائرہ کفر میں بھی داخل کر دے گی۔ جبکہ اس کے برعکس وہ رفع صوت جو آقائے دوجہاں ﷺ کے لئے غیر موذی ہو یعنی ایذاء اور تکلیف دینے والی نہ ہو وہ انسان کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرے گی اور اس کے اعمال اس صورت میں بھی سارے اکارت جائیں گے۔

## روضۂ رسول کے قرب میں رفع صوت کی ممانعت

آقائے دوجہاں ﷺ کی خواہ حیات ظاہری ہو یا حیات برزخی، امت مسلمہ پر ہر حال میں آپ کی تعظیم و تکریم اور ادب فرض ہے اور وہ آداب جنہیں حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں پیش نظر رکھنے اور بجالانے کا حکم تھا وہ آج بھی اسی طرح باقی ہیں۔ ایمان کی سلامتی و بقاء بھی ان کے ادا کرنے سے ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان اور اہلِ صفا آج بھی بارگاہِ مصطفوی ﷺ کی حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں تو ادب و احترام رسول ﷺ کے پیش نظر اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں کیونکہ وہ اس بات سے باخبر و آگاہ ہیں کہ اللہ کا نبی ہمیشہ زندہ ہوتا ہے۔

جملہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ کو مٹی ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ مٹی پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام ہے اس لئے ان کا احترام دائماً ان کی حیات ظاہری کی طرح فرض ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس بات کو بیان کیا ہے۔

**قال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ ﷺ کما کان یکرہ فی حیاتہ علیہ السلام لانہ محترم حیاوفی قبرہ ﷺ دائما**

(تفسیر ابن کثیر، ۴: ۲۰۷)

علماء نے کہا کہ حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیساکہ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا ناپسندیدہ و مکروہ تھا اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ کے لئے اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی حیات ظاہری کی طرح واجب الاحترام بھی ہیں۔

اسی بنا پر عشاق حاضری دیتے وقت تعظیم و تکریم اور ادب و احترام رسول ﷺ کے جملہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں۔



ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

## حضور ﷺ سے مخاطبت کے آداب

آقائے دوجہاں ﷺ کی عزت و تعظیم اور ادب و توقیر قرآن حکیم کی رو سے امت مسلمہ پر فرض ہے اس لئے ہر لحہ ان آداب کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کی توجہ حاصل کرنی ہو تو بڑے پروقار و نرم اور راحت آمیز کلمات کے ساتھ اس مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ روزمرہ کے معمولات میں ایک دوسرے کو مخاطبت کرنے والے طریقے اور روش سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

**وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ**

(الحجرات، ۴۹: ۲)

اور ان سے (رسول اللہ ﷺ سے) اس طرح زور سے نہ بولو جیسے آپس میں زور سے بولتے ہو۔

ایسی گفتگو جو آپس کی مجالس میں انتہائی بے تکلفی کے ساتھ آوازیں اونچی کر کے کرتے ہو اس سے رک جاؤ اور اس چیز کو اپنی ذمہ داری سمجھو۔ ایک تو تمہاری آواز حضور نبی اکرم ﷺ کی آواز سے کبھی بھی بلند نہ ہونے پائے اور دوسری، جب آپؐ سے مخاطب ہوں تو انتہائی قول لین، نرم وملائم، میٹھے اور خوش خلقی لہجے میں ہوں جبکہ اس کے برعکس ترش روی، لہجے کی سختی اور اکھڑپن کے ساتھ گفتگو کرنا اس بارگاہ کے آداب کے خلاف ہے کیونکہ یہ بارگاہ نبوت ہے جس کے درجات و مراتب اور آداب کا لحاظ رکھنا نہ صرف جزو ایمان ہے بلکہ حقیقت و کمال ایمان بھی ہے۔

اس لئے علامہ اسماعیل حقیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا!

**حافظوا علی مراعاۃ جلالۃ النبوۃ**

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۴)

منصب نبوت کی عظمت و احترام کا ہر لحہ خیال رکھا کرو۔

کسی بھی لمحے کی غفلت تمہارے لئے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

## تعظیم و تکریم رسول ﷺ کا حکم

امام خازن اس آیہ کریمہ "لا ترفعوا اصواتکم" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

**لا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض اى امرهم ان يجلوه ويفخموه ويعظموه ولا يرفعوا اصواتهم عنده كما ينادى بعضهم بعضا**

(تفسیر خازن، ۶: ۱۸۲)

اس (رسول ﷺ) سے اونچی آواز میں بات مت کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے چلا کر کرتے ہو، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کی عزت و عظمت، تعظیم و تکریم بجالائیں اور اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے بلند نہ کریں اور آپ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

گویا تعظیم و تکریم رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایسا معمولی سا عمل بھی نہ کیا جائے جس سے آقائے دوجہاں ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچے کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو اس سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

## تخاطب رسول ﷺ کے لئے کلمات نداء

حضور نبی کریم ﷺ کو ذاتی اسم گرامی سے پکارنے کو بھی علماء نے مکروہ جانا ہے اور ادب و تعظیم کے خلاف سمجھا ہے۔

امام شوکانیؒ نے فتح القدیر میں امام خازنؒ نے اپنی تفسیر خازن میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**ولا تجهروا له بالقول اى لا**

حضور ﷺ سے اونچی آواز میں



**تقولوا يا محمد ﷺ و يا احمد ﷺ ولكن يا نبى الله و يا رسول الله توقيرا له**

(فتح القدیر، ۵: ۵۹)

بات مت کرو یعنی یا محمد ﷺ اور یا احمد ﷺ کہہ کر نہ پکارو بلکہ آپ کی تعظیم و تکریم کی خاطر یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارو۔

ہر وہ چیز جس میں پاس ادب زیادہ سے زیادہ ہو اور جس سے تعظیم و تکریم رسول ﷺ کا پہلو زیادہ اجاگر ہو اسے اختیار کرنا چاہیے تاکہ بحکم قرآن آپ کی تعظیم و تکریم اور عزت و توقیر کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو غرضیکہ ہر وہ قول و فعل، انداز تخاطب اور طریقہ گفتگو جس سے آقائے دوجہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم نہ ہوتی ہو اس سے احتراز لازم ہے، تاکہ دامن دل پر کوئی بے ادبی کا چھینٹا بھی نہ پڑنے پائے۔

## شیخین کریمین اور بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کا ادب

اس آیہ کریمہ "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" کے نزول کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ حالت ہوئی آپ نے حلفاً کہا یا رسول اللہ ﷺ آج کے بعد آپ سے اس طرح بات کروں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

**قال ابوبكر والذى انزل عليك الكتاب يا رسول لا اكلمك الا كاخى السرار**

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق و صداقت اور کتاب ہدایت کے ساتھ مبعوث کیا یا رسول اللہ اب تو میں آپ سے اس طرح بات کروں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔

یہی کیفیت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی ہوئی، آپ اس قدر نرم اور آہستہ لہجے میں گفتگو کرتے خود آقائے دوجہاں ﷺ کو دوبارہ استفسار فرمانا پڑتا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

**كان عمر بعد ذلک اذا حدث النبی ﷺ حدثه کاخی السرار لم یسمعه حتی یستفهمه**

(تفسیر روح البیان، ۹: ۶۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح گفتگو کرتے جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہے اور آقا علیہ السلام ان کی گفتگو سن نہ سکتے یہاں تک کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔

پس یہی بارگاہ مصطفوی ﷺ کا پاس ادب تھا جس نے ان ہستیوں کو صدیقیت اور فاروقیت کے عظیم منصب سے سرفراز کیا۔

## ایذاء نبی کفر اور حبط اعمال کا باعث ہے

پروردگار عالم نے اہل ایمان کو بارگاہ مصطفوی میں بلند آواز سے اور عام روش کے مطابق ایک دوسرے کو بلانے کی طرز پر حضور ﷺ کو مخاطب کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ اونچی آواز سے اور بالجہر آپ کو پکارنا ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف ادب واحترام رسول ﷺ کے ترک کرنے پر دلالت کرتا ہے بلکہ کفر تک بھی پہنچاتا ہے۔ جس کی وجہ سے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان چیزوں سے روک دیا تاکہ اعمال ضائع اور اکارت جانے سے محفوظ ہو جائیں سو ہر وہ چیز جس کی وجہ سے حبط اعمال کا اندیشہ و خدشہ ہو اس کو چھوڑنا اور ترک کرنا واجب ہے تاکہ کہیں بے خبری ولاعلمی میں اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ**

(الحجرات ۴۹: ۲)

کہیں تمہارے اعمال (تمہاری نادانی سے) ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

یعنی اے ایمان والو! تم کہیں نادانی و بے خبری میں آقائے دو جہاں ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند و ارفع نہ کر بیٹھنا تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری ساری نیکیاں اور



اعمال صالحہ ایک لمحے میں ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں فرماتے ہیں۔ اعمال اس وقت تباہ و اکارت جاتے ہیں جب (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کی اہانت و گستاخی کا کوئی ارادہ کرے اور آپ کے ادب و احترام کو ترک کردے تو اس وجہ سے آپ کے فیوضات و برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ٹھہرتا ہے۔

## غضب الٰہی سے اعمال کا ضیاع

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس بات کو رقم کیا کہ اہل ایمان کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں بلند آواز کرنے سے اللہ رب العزت نے اس لئے روکا اور منع کیا ہے کہ کہیں اس گستاخی واہانت کی وجہ سے ان پر غضب الٰہی نہ ہو کیونکہ جس پر اللہ رب العزت کا غضب ہوتا ہے اس کی نیکیاں اور اعمال اس طرح اکارت جاتے ہیں کہ اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔

**ان الرجل یتکلم بالکلمة من رضوان اللہ تعالیٰ لا یلقی لها بالا یکتب له بها الجنة وان الرجل لیتکلم بالکلمة من سخط اللہ تعالیٰ لا یلقی لها بالا یهوی بها فی النار ابعد ما بین السماء والارض**

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، ۲: ۹۵۹)

ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ اس کلمے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے، اسی طرح انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کلمے کی وجہ سے اسے جہنم کے اس قدر نچلے طبقے میں پہنچا دیتا ہے کہ جو (گڑھا) زمین و آسمان سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

## حبطِ اعمال بسبب کفر

جس شخص کا ایمان پر خاتمہ ہو اسے ضرور جنت میں داخل کیا جاتا ہے اگرچہ گناہ و معصیت کی وجہ سے وہ دوزخ میں داخل کر بھی دیا جائے بالآخر اسے وہاں سے چھٹکارا و رہائی مل جاتی ہے لیکن جب کسی کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں تو ان میں چونکہ ایمان بھی شامل ہے تو پھر جنت میں داخلہ نہ صرف مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ اعمال کو وہی چیز تباہ و برباد کرتی ہے جو ان کی قبولیت کے منافی اور متضاد ہو۔ صاف ظاہر ہے قبولیتِ اعمال کے منافی فقط ایک ہی چیز ہے اور وہ کفر ہے پس جہاں کفر ہوگا وہاں اعمال صالحہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ملا علی قاریؒ شرح الشفاء میں رقمطراز ہیں کہ

اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہگار خواہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا صغیرہ کا، اس کی نیکیاں اور اعمال صالحہ بایں سبب باطل واکارت نہیں جاتے سوائے اس وقت جب وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

**انما یبطلها الکفر و هو لا یکون الا اذا تضمن رفع الصوت خفض حرمة النبی ﷺ واستخفاف منصبه**

(نسیم الریاض، ۴:۳۵۱)

صرف کفر اعمال صالحہ کو اکارت و باطل کرتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب رفع صوت بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں ایسی ہو جس سے حضور ﷺ کے منصب نبوت و رسالت کو اہمیت دی جائے اور نہ آپ کی عزت و ناموس کا پاس کیا جائے۔

گویا فقط کفر کے ثبوت و تحقق کے بعد ایک شخص کے سارے اعمال صالحہ اور نیکیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک اگر وہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل بھی ہو جائے تو اس کے پہلے سارے اعمال اکارت جائیں گے ان کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور یہ بات ذہن نشین رہے یہاں کفر سے مراد بارگاہ



رسالتمآب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اہانت و تنقیص اور استخفاف و تحقیر ہے جو بھی کوئی بدبخت اس کا مرتکب ہوگا اس کا خرمن ایمان جل جائے گا اور اعمال صالحہ کی ساری پونجی راکھ ہو جائے گی۔

## کفر کی وجہ سے حبطِ اعمال پر دلائل

حبط اعمال کفر کی علامات میں سے ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں بھی حبط اعمال کا ذکر آیا ہے وہ کفر وارتداد کے حوالے سے آیا ہے یعنی کفر وارتداد کی بناپر ہی اعمال اکارت ہوتے ہیں اس چیز کو ہم قرآن حکیم کے مختلف مقامات سے دلائل کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

### پہلی دلیل

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝

(البقرہ، ۲:۲۱۷)

جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور (حالت) کفر ہی میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت (دونوں) میں ضائع ہوئے اور یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (یعنی مرتد گروہ کے اعمال باطل ہو جائیں گے جب کوئی مرکز خیر سے پھر گیا تو خیر کہاں رہی)

یہ بات ثابت ہوگئی کہ کفر کی وجہ سے ہی دنیا و آخرت میں اعمال غارت ہوتے ہیں۔

### دوسری دلیل

جو شخص شریعت اسلامیہ کے اوامر و نواہی کا انکار کرے اور جن چیزوں کو اللہ

رب العزت نے حرام قرار دیا ہے وہ ان کو حلال سمجھے یا جن کو حلال قرار دیا گیا ہے وہ ان کو حرام کرتا پھرے تو ایسا شخص ایمان کی دولت سے محروم رہے گا اور اس کے سارے اعمال غارت جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○
(المائدہ' ۵:۵)

اور جو ایمان (کی باتوں کو نہ ماننے اور ان) کا منکر ہو اس کا سب کیا کرایا غارت گیا اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

جب کسی کے اعمال کفر کی وجہ سے غارت ہو گئے تو وہ اب کسی قسم کے اجر وثواب کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ جس چیز پر اجر وثواب کا انحصار تھا وہ ہی ختم ہو چکی ہے اور اب اس کے برے اعمال کی وجہ سے دنیا و آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

## تیسری دلیل

شرک ایک ایسی چیز ہے جو نیکیوں اور اعمال کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔ سورہ انعام میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
(الانعام' ۶:۸۹)

اگر یہ لوگ شرک کرتے (اس ظلم عظیم کے مرتکب ہوتے) تو جو کچھ انہوں نے نیک کام کئے تھے بے شک سب ضائع ہو جاتے۔

یعنی اگر وہ اللہ کی ذات وصفات کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود مانتے' کسی غیر کے سامنے جھکتے جبین نیاز جھکاتے تو ان کے سارے اعمال صالحہ اس شرک اور کفر کی وجہ سے اکارت جاتے اور ہر قسم کے نفع سے محروم ہوتے جبکہ اس کے برعکس اگر وہ اللہ رب العزت کی وحدانیت وتوحید پر ثابت قدم ہو جائیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار بھی کریں تو ان کا ایمان



ہمیشہ کے لئے سلامت ہے اور ان کو کسی قسم کا کھٹکا نہیں رہے گا کیونکہ اب ان کے ایمان کی بنیاد صحیح خطوط پر استوار ہوئی ہے اور یہی بنیاد ہی ہمیشہ محفوظ وسلامت رہی ہے۔

## چوتھی دلیل

کافر ومشرک لوگ اپنے کفر وشرک پر بذات خود گواہی دیتے ہیں۔

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ
(التوبہ' ۹:۱۷)

جب وہ خود اپنے اوپر کفر (یعنی اپنے کو کافر) تسلیم کر رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال اکارت گئے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

بتوں کو اپنا الہ اور معبود بنا کر وہ خود کو کافر بنا چکے ہیں اور یہی ان کے کفر کی سب سے بڑی شہادت ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا انکار کریں' اپنی ذات پر شہادت دینے کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی یہودی سے اس کے مذہب کے بارے میں پوچھو تو وہ صاف بتلائے گا کہ میں یہودی ہوں اسی طرح اگر کسی نصرانی' صابی اور مشرک سے دریافت کریں تو ان میں سے ہر کوئی اپنے مذہب کے بارے میں اظہار خیال کرے گا اور اپنی وابستگی و تعلق کو بڑے فخر سے بیان کرے گا کہ وہ فلاں مذہب کا پیروکار ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا یہ لوگ جو اپنے اعمال پر بڑا فخر وناز کرتے ہیں اور یہ خیال وگمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے دامن میں بہت سے اعمال صالحہ رکھتے ہیں انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ان کے یہ جملہ اعمال کفر وشرک کی وجہ سے باطل اور ضائع ہو گئے ہیں حتی کہ ان کے کفر کی بنا پر ان کی نیکیوں کا نام ونشان تک بھی نہیں رہا ہے۔

ان دلائل سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ کفر وشرک کی وجہ سے ہی انسان راہ کفر کی طرف بڑھتا ہے اور پھر اسے اپنا بھی لیتا ہے' پس جونہی کفر اختیار کرتا ہے اسی لمحے اس کے سابقہ اعمال صالحہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتے ہیں۔

باب ---۴

# بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# میں

# الفاظ کا چناؤ

## بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں الفاظ کا انتخاب

کوئی ایسا لفظ جس سے آقائے دوجہاں ﷺ کی ادنی سی گستاخی و بے ادبی کا شائبہ متکلم یا سامع کے ذہن میں پیدا ہو، اس کا استعمال بھی حرام ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

| | |
|---|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (البقرہ، ۲: ۱۰۴) | اے ایمان والو! تم "راعنا" نہ کہا کرو بلکہ "انظرنا" (ہماری طرف نظر و توجہ فرمائیے) کہا کرو اور تم ہمہ تن گوش رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

وہ لوگ جو بارگاہِ مصطفوی ﷺ کی تعظیم و توقیر، عزت و حرمت اور ادب احترام کے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے گستاخی و اہانت کے رویے اور طرز عمل پر چل پڑتے ہیں انہیں آگاہ ہونا چاہئے کہ وہ ایسا کرنے سے نہ صرف دائرہ ایمان سے خارج ہو جائیں گے بلکہ آخرت میں دردناک عذاب میں بھی مبتلا کئے جائیں گے۔

## موہم تحقیر لفظ کے استعمال سے ممانعت

وہ لفظ جو ذو معنی "موہم تحقیر" ہو یعنی گستاخیِ رسالتمآب ﷺ پر دلالت کرے اسے حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرنا صریح توہین و گستاخی ہے اگرچہ صراحتاً اس سے اہانت و تنقیص رسالتمآب ﷺ کا کوئی وہم بھی پیدا نہ ہو بلکہ محض ذہن میں معمولی سا شائبہ ہی پیدا ہو تو ایسے لفظ کا استعمال مطلقاً جائز نہیں ہے اس میں یہ ضروری نہیں وہ لفظ لغت عرب میں بغرض توہین و تنقیص کے وضع کیا گیا ہو اور نہ

ہی یہ بات ضروری ہے کہ وہ لفظ اگر کثیر المعانی ہے تو اس کے سب کے سب معانی توہین واہانت اور تنقیص و تحقیر پر دلالت کرتے ہوں بلکہ اس کے کچھ معانی و مطالب اچھے بھی ہوں اس کے باوجود ایسے کثیر المعانی لفظ کو حضور ﷺ کی شان اقدس میں بولنے، لکھنے سے قرآن حکیم نے سختی سے منع کر دیا ہے اس حقیقت سے آگاہی کے بعد بھی کوئی فرد بشر اس کا ارتکاب کرے تو اس کا یہ عمل شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی واہانت کے مترادف ہے۔

## موہم تحقیر لفظ میں معذرت کی عدم قبولیت

قرآن حکیم نے اہل ایمان کو متنبہ و خبردار کیا کہ الوہی حکم کے نزول کے بعد تم کبھی بھی اپنی زبانوں پر کوئی ایسا کلمہ ہرگز نہ لاؤ جو شان رسالتمآب ﷺ کے آداب کے منافی ہو۔

ارشاد فرمایا۔

**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا** — اے ایمان والو! تم " راعنا " نہ کہا کرو۔
(البقرہ ۲: ۱۰۴)

اس تنبیہہ (Warning) کے مل جانے کے بعد اب کسی کو موقع نہیں دیا سکتا ہے کہ وہ اہانت آمیز کوئی کلمہ اپنی زبان پر لانے کی جسارت کرے اس لئے کہ قرآن ہمیشہ کے لئے گستاخی و بے ادبی رسول ﷺ کے دروازے کو بند ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر اب اگر کوئی ذو معنی یا "راعنا" کا لفظ استعمال کرے اور مختلف عذر پیش کرے اور کہے اس لفظ کے استعمال سے میری مراد اہانت و گستاخی ہرگز نہیں تھی تو اسکا یہ عذر اب ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ کلمات توہین بولنے والوں سے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔

**لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ** — بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔
(التوبہ ۹: ۶۶)

جبکہ اہل ایمان کو بارگاہ نبوت کے آداب سے عدم آگہی کی بنا پر متنبہ کرتے



ہوئے واضح کر دیا کہ تم حضور ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز اور "راعنا" کا کلمہ بھول کر بھی نہ بولنا کہیں ایسا نہ ہو اس بے ادبی کی وجہ سے تم کافر ہو جاؤ اور تمہارے سارے اعمال اس طرح ضائع ہو جائیں کہ تمہیں خبر اور شعور بھی نہ ہو۔

## موہم تحقیر لفظ کا استعمال گستاخی و کفر ہے

اس مقام پر خطاب چونکہ اہل ایمان سے ہو رہا ہے تو اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ گستاخی ہر اس لفظ کے بولنے اور لکھنے سے ہو جائے گی جس کا بولنے اور لکھنے والا اگرچہ گستاخی و بے ادبی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا** — اے ایمان والو تم راعنا (کا لفظ) نہ کہا کرو۔
(البقرہ ۲: ۱۰۴)

یہاں مخاطب اہل ایمان ہیں اس لئے ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بنیت تحقیر واہانت کوئی لفظ بولیں گے یقیناً جب بھی وہ کوئی ایسا لفظ استعمال کریں گے تو وہ بغیر نیت اور ارادۂ توہین کے ہوگا لیکن اس کے باوجود اہل ایمان کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا لفظ کبھی بھول کر بھی استعمال مت کریں کیونکہ یہ نہ صرف گستاخی ہے بلکہ کفر ہے غرضیکہ محض بطور وہم کے بھی جس میں تحقیر اور توہین کا پہلو پایا جائے تو ایسا لفظ شان رسالتمآب ﷺ میں بولنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس لفظ کے استعمال سے اہانت و توہین اور تنقیص و تحقیر کی نیت بھی نہ رکھتا ہو اس لئے قرآن حکیم نے بے ادبی و گستاخی سے رکنے کا حکم دے کر آخر پر فرمایا۔

**وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O** — اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔
(البقرہ ۲: ۱۰۴)

علامہ رشید رضا اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہود سے حضور ﷺ کو مخاطب کرنے کے حوالے سے جو بے ادبی و گستاخی صادر ہوئی تھی وہ کفر کے آثار اور علامات میں سے تھی اس بنا پر وہ کافر گردانے گئے اور ان کو دردناک عذاب

کی وعید بھی سنائی گئی۔ (تفسیر المنار، ۱:۴۱۰)

امام رازیؒ آیہ کریمہ کے اس حصے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

**ثم انہ تعالیٰ بین ما للکافرین من العذاب الالیم اذا لم یسلکوا مع الرسول ھذہ الطریقۃ من الاعظام والتبجیل والاصغاء الی ما یقول والتفکر فیما یقول**
(تفسیر کبیر، ۳:۲۲۵)

جب وہ کفار حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم اور جو کچھ آپ فرمائیں اس کی طرف توجہ اور اس میں غور وفکر نہ کرنے کے راستے پر چلیں تو ان کے لے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دردناک عذاب کا ذکر کیا ہے۔

تنقیص وتحقیرِ رسالتمآب ﷺ خواہ عمداً ہو خواہ سہواً، قصداً ہو یا غیرارادی طور پر اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردینے سے دین وایمان کی بقاء ہے کیونکہ دین وایمان کی اساس وبنیاد تقدس وعظمتِ رسالتمآب ﷺ پر استوار ہوئی ہے حتی کہ توحید کا پہلا ثبوت بھی حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کی طہارت وتقدس ہے جب کفار ومشرکین نے کہا کہ آپ ہمارے ۳۶۰ بتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے برعکس ہمارے سامنے توحید کا پیغام پیش کرتے ہیں اور خود کو نبی اور رسول کہتے ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے۔

ارشاد فرمایا۔

**فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ**
(یونس، ۱۰:۱۶)

پھر میں تو ایک عمر (چالیس سال کی طویل مدت تک) اس سے قبل تم میں رہ چکا ہوں کیا تم (بالکل) نہیں سمجھتے (عقل سے ذرا کام نہیں لیتے)۔

یعنی میں اپنی زندگی کے چالیس سال کا طویل عرصہ تم میں بسر کرچکا ہوں تم میری سیرت وحیات کا مطالعہ کرو اگر وہ ہر قسم کے عیب ونقص سے مبرا ومنزہ نظر آئے یہاں تک کہ میری حیات مقدسہ کی طہارت وپاکیزگی پر تم کو ایقان کامل حاصل ہو جائے تو پھر کیا یہ امر تمہیں دعوت نہیں دیتا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور عبادت وریاضت کے لائق فقط اللہ ہی کی ذات ہے اور وہی معبود حقیقی ہے۔



حضور ﷺ کی ذات اقدس کو اسلام کے جملہ اوامر و نواہی، تعلیمات وہدایات میں تقدم واولیت حاصل ہے اس لئے حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب واحترام اور آپ کی ذات پر کامل ایمان واعتماد برقرار رہے تو تبھی انسان کا ایمان عروج وکمال تک پہنچ سکتا ہے اور اگر بارگاہ رسالتمآب ﷺ کی توہین واہانت انسان سے سرزد ہو جائے تو پھر باقی چیزوں پر ایمان کے رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کیونکہ باقی سب کچھ نبوت ورسالت کے واسطے اور ذریعے سے ہے جب نبوت رسالت پر ایمان وایقان نہ رہا تو اس واسطے سے جو کچھ ملا تھا اس سے بھی کلیتاً ایمان جاتا رہا۔ اس لئے ضروری ہے کہ گستاخی واہانت رسول ﷺ کے جرم وگناہ کو کلیتاً جڑ سے کاٹ دیا جائے اور کوئی ایسا دروازہ اور کھڑکی کھلی نہ رکھی جائے جس سے بات آگے نکل سکے۔

## اہل ایمان اور یہود کے ہاں "راعنا" کا معنی

امام رازیؒ، علامہ زمخشری اور دوسرے کئی مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ جب صحابہ کرام کو تعلیم وتربیت دیتے اور دوران گفتگو کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ خواہش وتمنا کرتے کاش آقا علیہ الصلوۃ والسلام اس بات کو دوبارہ بیان فرمادیں۔ اس بناپر عرض کرتے "راعنا" یارسول اللہ ﷺ ہماری رعایت کیجئے۔ فلاں چیز ہماری سمجھ میں نہیں آئی آپ اپنے قول مبارک کو دہرادیں تاکہ ہم آپ کی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ہماری طرف توجہ فرمائیے جبکہ یہی لفظ یہودیوں کے ہاں عبرانی زبان میں بطور گالی وشتم کے استعمال ہوتا تھا اہل یہود ذرا زبان مروڑ کر "راعینا" بولتے جس کا معنی ہے "اے ہمارے چرواہے"

قرآن نے ان کے اس طرز عمل کو یوں بیان کیا:

**وَ رَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ**
(النساء، ۴:۴۶)

اور اپنی زبان موڑ کر راعنا کہتے ہیں (ان کی یہ تمام حرکتیں) دین میں عیب لگانے کے لئے ہوتی ہیں۔

اہل یہود کی زبان میں بطور گالی کے ایک معنی یہ بھی تھا "**اسمع مالا سمعت**" سن تو بہرا ہو جائے (معاذاللہ)

جب اہل یہود نے مسلمانوں سے یہ لفظ سنا تو وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں بھی اسے استعمال کرنے لگے اور مراد اپنی زبان والا گستاخی واہانت پر مبنی معنی لینے لگے مگر مسلمانوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے کہ ہم آپ والا معنی مراد لے رہے ہیں اور پھر اپنی مجالس میں تنہائی کے عالم میں کہتے

**کنا نسبه سرا فالان نسبه جهرا** — ہم پہلے حضرت محمد ﷺ کو مخفی طور پر گالی دیتے تھے لیکن اب سرعام گالی دیتے ہیں۔

یہ گستاخ اور بد طینت افراد آقائے دوجہاں ﷺ کو اس لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے اور درپردہ اس گستاخی واہانت پر خوش ہوتے اللہ رب العزت نے ان کے اس اقدام کے پیش نظر مسلمانوں کو سختی سے منع فرمایا حالانکہ اس لفظ کو برے معنی میں استعمال کرنے کا اہل ایمان سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی کبھی انہوں نے ایسا سوچا اور نہ وہ ایسا سوچ سکتے تھے اس لئے کہ اہل ایمان کے ہاں تو یہ معنی خیر ہی کے لئے استعمال ہوتا تھا جبکہ اہل یہود کا یہ وطیرہ تھا کہ اہل ایمان کے سامنے اسے اچھے معنی میں استعمال کرتے لیکن دل ہی دل میں اسے برے معنی میں لیتے اللہ رب العزت نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی اس گستاخی و بے ادبی کا سدباب کرتے ہوئے اہل ایمان سے فرمایا تم سرے سے اس لفظ کو استعمال ہی نہ کرو بلکہ جب حضور ﷺ کو مخاطب کرنے کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے متبادل لفظ "**انظرنا**" کہہ لیا کرو۔

ارشاد فرمایا

**وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا** — بلکہ انظرنا (ہماری طرف توجہ فرمائیے) کہا کرو اور تم ہمہ تن گوش رہا کرو

(البقرہ، ۲: ۱۰۴)

یعنی جب سرکار دوعالم ﷺ گفتگو کریں تو تم ہمہ تن گوش ہو کر کامل یکسوئی



اور توجہ وانہماک سے تمام باتوں کو سنو تمہیں دوبارہ یہ بات کہنے کی ضرورت و حاجت ہی نہ پڑے یا رسول اللہ ﷺ ہماری طرف توجہ فرمائیے پس جس چیز کا حکم ہو جائے اس پر عمل درآمد کر گزرو اور جب بارگاہ مصطفوی ﷺ میں آؤ تو پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور اس بارگاہ کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آؤ اور بڑے احترام کے ساتھ مجلس مصطفوی ﷺ میں بیٹھ کر گفتگو سماعت کرو اپنی قوت سماعت کو آقائے دوجہاں ﷺ کی طرف ہی مرکوز رکھو پس جو لوگ ان آداب کو بجالاتے ہیں وہی دولت ایمان سے بہرہ یاب ہیں اور جو ان سے صرف نظر کرتے ہیں وہ کفر کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے نافرمانوں اور کافروں ہی کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی ایسا لفظ جو کسی کی اپنی لغت میں معنی خیر کے لئے مستعمل ہو وہی لفظ کسی دوسرے غیر کی لغت و زبان میں معنی شر کے لئے استعمال ہوتا ہو اور اس میں گستاخی واہانت کا معنی صراحتاً پایا جاتا ہو یا اس میں ادنیٰ سا شائبہ بھی ہو تو اس لفظ کو شان رسالتمآب ﷺ میں استعمال کرنا حرام ہے۔

## حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا گستاخان رسول کو انتباہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہ انصار کے قبیلہ اوس کے رئیس تھے یہود کی بعض لغات سے معرفت و شناسائی رکھتے تھے ایک دن اچانک اہل یہود کو حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے "راعنا" کا کلمہ کہتے ہوئے سنا تو انتہائی غضبناک ہوئے فرط محبت سے ان سے فرمایا

**یا اعداء اللہ علیکم لعنۃ اللہ والذی نفسی بیدہ لئن سمعتھا من رجل منکم یقولھا لرسول اللہ لاضربن عنقہ**

(تفسیر کبیر، ۳: ۲۲۴)

اے دشمنان خدا، تم پر اللہ کی لعنت ہو اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اب اگر میں نے تم میں سے کسی کو حضور ﷺ کے لئے یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تو اس کی گردن مار دوں گا۔

اس پر یہود خوفزدہ وہراساں ہو کر یوں گویا ہوئے ہماری طرف سے کوئی گستاخی وخطا نہیں ہوئی، کیا آپ بذات خود حضور ﷺ کے لئے یہ کلمہ استعمال نہیں کرتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت معاذ بن سعد رضی اللہ عنہ رنجیدہ خاطر ہو کر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہو گئی جس میں کلمہ "راعنا" سے حضور ﷺ کو پکارنے اور مخاطب کرنے سے ممانعت فرما دی گئی۔

## راعنا میں استہزاء ومذاق

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں اس چیز کو بھی نقل کیا ہے کہ "کلمہ راعنا" کا اگرچہ صحیح ودرست معنی ومفہوم بھی ہے مگر چونکہ اہل حجاز اسے استہزاء ومذاق اور تمسخر وٹھٹھے کے وقت استعمال کرتے تھے اس لئے اللہ رب العزت نے اس لفظ کو حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے یہ لفظ صحیح المعنی اور مفہوم تھا صرف ایک معنی ومفہوم اس کا ایسا تھا جس سے اہانت وتوہین کا وہم وشائبہ پیدا ہو سکتا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے مطلقاً ایسے لفظ کو حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرنے کو حرام قرار دے دیا اس سے یہ بات متحقق ہو گئی کہ ایسا لفظ جو کسی طبقے کے ہاں صحیح ودرست معنی رکھتا ہو مگر دوسرے طبقے کے ہاں تنقیص وتحقیر اور تضحیک واہانت کے معنی میں استعمال ہو تو اسے شان رسالتمآب ﷺ میں استعمال کرنا نہ صرف بے ادبی وگستاخی ہے بلکہ کلیتاً اس کا استعمال ہی حرام ہے اور اس کا ارتکاب کفر وگمراہی کا باعث ہے۔

## راعنا سے مساوات کا شائبہ

کلمہ راعنا میں بے ادبی وگستاخی کا احتمال ہے یہ باب مفاعلہ سے ہے اس اعتبار سے اس کا معنی ہے "آپ ہماری رعایت کریں اور ہم آپ کی" اس لفظ سے گفتگو کرنے والے افراد کے مابین باہمی مساوات وبرابری کا معنی عقل وفہم میں آتا ہے اس مقام پر عین مساوات تو نہیں لیکن وہم مساوات ضرور پیدا ہو سکتا ہے، سننے والے پر یہ



خیال وگمان گذر سکتا ہے کہ کہنے والا نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا قرار دے رہا ہے چونکہ اس لفظ میں ہمسری ومساوات کا وہم وشائبہ موجود تھا اس لئے اہل ایمان کو یہ لفظ استعمال کرنے سے روک دیا اور قرآن حکیم نے بارگاہ نبوت ﷺ کے آداب سکھلاتے ہوئے فرمایا

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا
(النور، ۲۴: ۶۳)

تم رسول کے بلانے کو ایسے (ہرگز) نہ سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

اس مقام پر امام رازی فرماتے ہیں

لابد من تعظیم الرسول علیه السلام فی المخاطبة
(تفسیر کبیر، ۳: ۲۲۴)

حضور ﷺ کو مخاطب کرنے میں تعظیم رسول ﷺ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

یہ بات طے پا گئی کہ حضور ﷺ کے ساتھ گفتگو اور تخاطب کے وقت ادب واحترام تعظیم وتوقیر کے جملہ آداب اور پہلوؤں کا کمال درجے تک خیال رکھنا ازحد ضروری ہے اور حضور ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے موہم مساوات الفاظ کا استعمال کرنا بھی توہین وگستاخی ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ اور جملہ انبیاء کرام کی تعظیم وتکریم اوران کے ادب کے جملہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو وخطاب کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع وحرام ہے اگرچہ توہین وتنقیص کی نیت وارادہ بھی نہ ہو۔

## الفاظ محتملہ توہین سے اجتناب

وہ الفاظ جن کے استعمال سے گستاخی واہانت کی ہلکی سی بو آئے ان کو شان رسالتمآب ﷺ میں استعمال کرنا ممنوع ہے۔

امام شوکانیؒ نے فتح القدیر میں بیان کیا کہ اس آیہ کریمہ "لاتقولوا راعنا" سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسے الفاظ وکلمات جن سے گالی وعیب کا احتمال وگمان

پیدا ہوان سے اجتناب و احتراز ضروری ہے اگرچہ متکلم اس لفظ سے سب و شتم کا سرے سے قصد ہی نہ کرے اور ان الفاظ کے استعمال سے کلیتاً رک جانا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ اہانت و گستاخی کا ذریعہ و وسیلہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور کوئی بھی اہانت و گستاخی اور تنقیص و تحقیر کی طرف راہ نہ پا سکے۔

مزید برآں فرماتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایسے الفاظ جن میں عیب و نقص اور تعریض پائی جائے ان کے ذریعے آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ گفتگو اور خطاب نہ کرو بلکہ کلمہ "انظرنا" کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو پکارو کہ آقا ﷺ ہماری طرف توجہ اور نظر کرم فرمایئے۔

غرضیکہ اسلامی ریاست کا قانون و ضابطہ اہانت رسالتمآب ﷺ کے خاتمے کے لئے اتنی صریح عبارت پر مشتمل ہونا چاہیئے کہ اس میں محض کسی کو یہ کہہ کر بچ جانے کی گنجائش اور موقع نہ ملے کہ جو لفظ میں نے بولا ہے اس میں صراحتاً حضور ﷺ کی گستاخی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں فقط احتمال و شائبہ ہے جبکہ میرا گستاخی و اہانت کا ارادہ نہیں تھا کسی کا یہ جواب ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ اہانت و گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والے بدطینت افراد میں ہی متصور ہوگا۔

## شاتم رسول کی گردن زنی اور صحابہ کرام کا عقیدہ

جو شخص تنقیص و اہانت پر مشتمل الفاظ عمداً حضور ﷺ کی شان اقدس میں استعمال کرتا ہے تو وہ اس فعل کے باعث کافر ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے

**قال المومنون بعد هذه الاية من سمعتموه يقولها فاضربوه عنقه**

(فتح القدیر' ۱:۱۲۵)

صحابہ کرامؓ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عہد کیا کہ جس کسی کو حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و اہانت کا یہ کلمہ کہتے ہوئے



سنو تو اس کی گردن اڑا دو۔

گویا صحابہ کرام نے اس آیت مقدسہ کے نزول کے بعد یہ عقیدہ راسخ کر لیا کہ کوئی فرد بشر حضور ﷺ کی اہانت پر مشتمل کوئی کلمہ زبان سے نکالے تو اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ایسا بے ادب و گستاخ اس سرزمین پر مزید جینے کا حق نہیں رکھتا ہے۔

## فتنہ اہانت رسول کا ہمیشہ کے لئے سدباب

اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ یہود کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت اختیار نہ کرو جس طرح وہ گستاخانہ اور اہانت آمیز کلمات کے ساتھ آقائے دوجہاں ﷺ سے مخاطب ہوتے ہیں تم اس طریقے و روش کو ہرگز اختیار نہ کرو اور اس طرح کافر و منافق جس طریق سے گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرتے تھے تم اس طرز سے بھی اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دو اور خود کو شیطانی و طاغوتی حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے سعی و کاوش کرو۔

اللہ رب العزت نے کلمات موہمہ و محتملہ سے اہل ایمان کو روک کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گستاخی و اہانت رسول ﷺ کے دروازے کو بند کر دیا ہے تاکہ اس کے بعد کسی کو اس قسم کے جرم کے ارتکاب کی جرأت ہی نہ ہو۔

اہل یہود اور گستاخان رسول نے "راعنا" کے کلمہ کو اہانت و تنقیص رسول کا ذریعہ بنا لیا تھا اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے انہیں یہ ایک راہ مل گئی تھی اور یوں یہ کلمہ "راعنا" بول کر دل ہی دل میں حضور ﷺ کو گالی دینے کا قصد کرتے تھے۔

امام محمد العادی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

**اتخذوه ذريعة الى مقصدهم فجعلوا يخاطبون به النبي ﷺ ويعنون به تلك المسبة**

(تفسیر ابی السعود' ۱:۱۴۱)

انہوں نے اس کلمہ "راعنا" کو اپنے برے مقاصد کا ذریعہ بنایا اور وہ حضور ﷺ کو اس لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے اور اس سے اپنی لغت کا

گالی گلوچ والا معنی بھی مراد لیتے۔

وہ لوگ جو اس کلمہ کو اپنے کفر و ضلالت کا ذریعہ و سبب بناتے ہیں اور حضور ﷺ کی اہانت و تحقیر کے لئے اس کلمہ کو سب و شتم کے طور پر استعمال کرتے ہیں یہی لوگ کافر ہیں ان کے لیئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

غرضیکہ جب گستاخی و اہانت رسول ﷺ کا انجام بدترین عذاب ہے تو اہل ایمان کے لئے لازم ہے کہ وہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں جب بھی حاضر ہوں تو ایسے الفاظ کا انتخاب و چناؤ کریں جن سے ادب و تعظیم رسول ﷺ کی واضح جھلک نظر آئے۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا۔

**فامر المومنین ان یخیروا من الالفاظ احسنها ومن المعانی ارقها**

(تفسیر قرطبی، ۲: ۵۷)

اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں ایسے الفاظ کا چناؤ کریں جو اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے زیادہ بہتر و واضح ہوں۔

اس بنا پر کہ کہیں کوئی ایسا لفظ تمہاری زبان سے غفلت و بے دھیانی کے نتیجے میں صادر نہ ہو جائے کہ جس کی پھر تم عمر بھر تلافی کرتے رہو تو وہ نہ ہو۔ اس لئے اس بارگاہ میں تمام ظاہری و باطنی آداب بجالاتے ہوئے حاضر دماغی اور کامل احتیاط کے ساتھ زبان کھولنے کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت کو وہ زبان پسند ہی نہیں جس سے گستاخی و اہانت رسول ﷺ کا کوئی کلمہ صادر ہو۔

علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں بیان کیا۔

**فنزلت هذه الاية ونهى المومنون سداللباب وقطعا لالسنة وابعادا عن المشابهة**

(روح المعانی، ۱: ۳۴۸)

یہ آیہ کریمہ **یاایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا** .......... نازل ہوئی تو اللہ رب العزت نے گستاخی و اہانت



رسول کا دروازہ بند کرنے اور زبانوں سے کلمات استہزاء و مذاق کے خاتمے اور ہر قسم کی غیروں سے مشابہت سے دور رکھنے کے لئے (موہم تحقیر الفاظ کہنے سے) اہل ایمان کو منع کر دیا۔

گویا وہ تمام قسم کے ذرائع جن سے توہین و تنقیص رسول ﷺ کا جرم سرزد ہو سکتا تھا ان کو ہمیشہ کیلئے مسدود کر دیا اور وہ زبان جس سے اہانت رسول ﷺ سے متعلق کوئی کلمہ صادر ہو اس زبان کا کٹ جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا بہتر ہے بجائے اس کے اس سے شان رسالتمآب ﷺ میں کوئی اہانت آمیز کلمہ نکلے۔

اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح طور پر سامنے آگئی کہ اسلام کسی بھی سطح پر اہانت و گستاخی رسول ﷺ کے مرتکب کو کسی قسم کی گنجائش و موقع نہیں دیتا ہے پس جو گستاخ رسول ہے وہ ابدی لعنتی اور جہنمی ہے اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔

## گستاخ رسول پر غضب الٰہی

آداب نبوت کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے ابدی طور پر محروم کر دیا جاتا ہے اور غضب الٰہی کا اس قدر مستحق ٹھہرتا ہے کہ اللہ رب العزت اسے اپنے خطاب کے لائق بھی تصور نہیں کرتا۔

معالم القرآن میں علامہ صدیق کاندھلوی نے بیان کیا۔

"کہ بنی اسرائیل کے جملہ جرائم میں سے ایک سنگین جرم انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی و بے ادبی ہے۔ اس آیہ کریمہ میں قرآن حکیم ان کی مجرمانہ ذہنیت کو بتانا چاہتا ہے لیکن چونکہ یہاں ان کی گستاخی کا نشانہ خود ذات نبوت ہے اس لئے قرآن نے عنوان بدل دیا۔ پہلے انداز بیان یہ آ رہا ہے کہ تم نے ایسے کیا تم نے خون ریزی کی اور انبیاء کرام کی تکذیب کی وغیرہ اور اب عنوان بدل کر بات اس طرح کی کہ اے اہل ایمان تم "**راعنا**" نہ کہا کرو۔ یعنی جناب نبوت میں گستاخی اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کا

مرتکب اللہ کے لئے قابل خطاب بھی نہیں ہے۔

گویا نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام کو ترک کرنا خود کو غضب الٰہی کی دعوت دینے کے مترادف ہے اور اللہ کی رضا وخوشنودی سے خود کو محروم کرنا ہے۔

## کلمہ اہانت کہنے والا مباح الدم ہے

علامہ ابن تیمیہ "الصارم المسلول" میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا** تو اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو کلمہ "راعنا" کہنے سے اس لئے منع کیا تاکہ یہود اپنے خبث باطن کی وجہ سے اس لفظ کو حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے کا ذریعہ نہ بنالیں اور یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ "راعنا" کا کلمہ عربی اور عبرانی زبان میں مشترک تھا اس بنا پر یہود جب یہ لفظ بولتے تو مسلمان اس کا وہی اچھا معنی سمجھتے تھے جو ان کی اپنی لغت عرب میں مروج تھا لیکن جب ان پر یہ حقیقت حال منکشف ہوگئی اور انہیں یہود کی عبرانی زبان کا برا معنی بھی معلوم ہوگیا تو پھر ان کو یہ لفظ بولنے سے سختی سے روک دیا گیا۔

اس کے بعد آگے مزید فرماتے ہیں یہی لوگ اپنے عہد وپیمان کو توڑنے والے ہیں اس بنا پر یہ مباح الدم ہیں ایسے گستاخان رسول کی پہچان ومعرفت کے لئے بڑی واضح اور بین دلیل یہ ہے کہ جب یہ شان رسالتمآب ﷺ میں گفتگو کریں اور ان سے بے ادبی وگستاخی کی بو آئے تو سمجھ لو کہ یہی لوگ گستاخ ہیں، اور مباح الدم ہیں اور ان کو قتل کرنا واجب ہے۔ (الصارم المسلول، ۲۴۱)

اس ساری بحث کا خلاصہ کلام یہ ہوا جب کسی بھی فرد نے شان رسالتمآب ﷺ اور شعائر دین کی نسبت توہین آمیز کلمات کہے اور یہ مذموم فعل کرنے کے بعد یہ کہہ دے کہ میں نے یہ الفاظ بدنیتی کے ارادے یعنی (Deliberatly With Malicious Intention) سے نہیں کہے ہیں بلکہ یہ اتفاقاً صادر ہوگئے ہیں تو اس کے جواب کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔



اس لئے کہ اگر کسی نے بغیر ارادے کے بھی حضور ﷺ کی اہانت وتنقیص کی اور وہ اگرچہ صراحتاً (Expressly) نہ تھی بلکہ اجمالاً (Impliedly) تھی اور اس میں تحقیر وتوہین کا وہم شائبہ پایا جاتا تھا تو اس ذرا سی گستاخی وبے ادبی پر بھی اس کے کافر اور واجب القتل ہونے کا ائمہ وفقہا نے فتویٰ دیا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی فرد دانستہ (Intentionally) یا غیر دانستہ (Unintentionally) طور پر گستاخی واہانت رسول ﷺ کے جرم کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے شریعت نے واجب القتل ہونے کی سزا مقرر کی ہے۔

باب ۔۔۔ ۵

# بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# سے

# خیراتِ استغفار کی طلب

## معصیت کے بعد بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں حاضری

اللہ رب العزت اپنی مخلوق پر بے حد مہربان و شفیق ہے ہر حال میں اس کی رحمت واسعہ بندوں پر سایہ فگن ہے حتی کہ وہ بندے جو اپنے برے اعمال کی وجہ سے اس کے فضل و کرم اور لطف و احسان سے محروم ہو جاتے ہیں تو ان کی رہنمائی بھی وہ خود کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

(النساء، ۴:۶۴)

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر (آپ کی نافرمانی کرکے) ظلم کیا تھا آپ کے پاس نادم ہو کر آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کے لئے معافی طلب فرماتے، تو (یہ لوگ) اللہ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی عدم تعمیل و انحراف، نافرمانی و معصیت اور ہر قسم کی اہانت و گستاخی سے تائب ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش و مغفرت طلب کرتے ہوئے جو کوئی بھی بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں آجائے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی بشرطیکہ آقائے دوجہاں ﷺ بھی اس کی سفارش فرمادیں تو پھر اس کی

بخشش و مغفرت حسب وعدۂ الٰہی یقینی ہو جائے گی اللہ رب العزت اپنے حبیب ﷺ کی خاطر اسے معاف فرما دے گا۔

## قبولیت استغفار بوسیلۂ مصطفیٰ ﷺ

وہ لوگ جو بارگاہ مصطفوی ﷺ کے فیصلہ کو دل و جاں سے تسلیم نہیں کرتے اور اپنے باہمی نزاعات اور معاملات کے فیصلے کے لئے درِ مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر طاغوت اور ابلیسی قوتوں کی طرف راغب ہوتے ہیں اس طرح وہ نہ صرف حضور ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچاتے ہیں بلکہ اپنی جانوں پر ظلم کر کے خود کو دائرہ ایمان سے بھی خارج کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

(النساء، ۴:۶۵)

پس (اے حبیب) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے ہر اختلاف میں آپ کو (دل و جان سے) حکم نہ بنائیں پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے کسی طرح دل گیر بھی نہ ہوں اور اسے دل سے خوشی خوشی قبول کریں۔

اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر چلتے ہوئے کسی کوتاہی و غفلت کی وجہ سے راہ اطاعت سے قدم پھسل کر نافرمانی و معصیت کی شاہراہ تک پہنچ جائیں اور اس طرح انسان اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تو فرمایا گھبرانے و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بارگاہ مصطفوی ﷺ میں آجاؤ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر



فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ○

(النساء، ۴:۶۵)

(آپ کی نافرمانی کر کے) ظلم کیا تھا آپ کے پاس (نادم ہو کر) آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کے لئے معافی طلب فرماتے تو (یہ لوگ) اللہ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

شرط فقط یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے فسق و فجور، عداوت و دشمنی، حسد و عناد اور بغض و کینہ اور تکبر و رعونت سے اور طاغوتی و شیطانی قوتوں کی دریوزہ گری کرنے سے تائب ہو کر صدق دل سے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو جائیں اور مخالفت و مشاقت رسول ﷺ کا وطیرہ چھوڑ کر کامل اخلاص کے ساتھ آجائیں اور انتہائی خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنی معصیت و نافرمانی پر نادم و شرمندہ ہو کر اپنے گناہوں کی کامل اخلاص کے ساتھ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے معافی طلب کریں اور ساتھ ہی ساتھ حضور نبی کریم ﷺ سے معذرت و معافی بھی طلب کریں بسبب اس کے کہ انہوں نے آپ کے فیصلے کو دل سے قبول نہ کر کے کفر و طاغوت کی طرف رجوع کیا ہے۔

غرضیکہ جب ان کی یہ کیفیت ہو جائے اور آقائے دوجہاں ﷺ بھی اللہ رب العزت کے ہاں ان کے لئے سفارش و مغفرت طلب فرمائیں تو پھر یقیناً اللہ رب العزت انہیں اپنی شان غفوریت و توابیت کی وجہ سے معاف فرما دے گا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں پروردگار عالم نے صیغہ خطاب سے صیغہ غائب کی طرف التفات کیا ہے اس کی وجہ امام خازنؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اللہ رب العزت نے اس مقام پر بجائے **استغفرت لھم** کے **استغفر لھم الرسول** فرمایا ہے۔ یہ فقط اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و بزرگی، شان و شوکت اور آپ کے استغفار کی عظمت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اے اپنی جانوں پر ظلم

وستم کرنے والے گناہگارو اور پریشانی وندامت میں مبتلا ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھانے والو! اب تمہارے گناہوں وخطاؤں کی معافی ایک ہستی کے ذریعے ہو سکتی ہے اور وہ وہی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت ورسالت کے منصب عظیم وجلیل سے نوازا ہے اور اسے اپنا مقرب ومحبوب بندہ بنایا ہے اور اسے اپنی مخلوق اور اپنے درمیان سفیر بنایا ہے۔

اس سے آگے فرماتے ہیں۔

**ومن کان کذلک فان اللہ تعالیٰ لا یرد شفاعتہ**
(تفسیر خازن، ۱: ۴۶۲)

اور وہ ہستی جو ان صفات سے متصف ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت وسفارش رد نہیں کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت وکرم نوازی کا استحقاق صرف اسی صورت میں ہے کہ مجرم اور خطاکار اپنے فسق وفجور گستاخی واہانت اور معصیت ونافرمانی اور نفاق سے توبہ کرلیں اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر اللہ رب العزت سے بخشش ومغفرت طلب کریں تو رب کریم ضرور ان سے درگذر فرمائے گا اور ان پر اپنی رحمت اور کرم نوازی کے دروازے کھول دے گا۔

**تواب** کا معنی ہے وہ ذات جو اپنے گناہگار ومعصیت کار بندوں کی طرف کثرت کے ساتھ رجوع کرنے والی ہو اور ان کی خطاؤں ولغزشوں کو معاف ودرگذر کرنے والی ہو اور بندہ جب بھی اور جس وقت بھی خلوص وطہارت قلب سے ہر گناہ وخطا سے تائب ہو کر اس کی طرف رغبت ورجوع کرے تو وہ معاف فرمادے مگر یہ بات پیش نظر رہے کہ اللہ رب العزت کی شان توابیت وغفوریت سے ہر کوئی حصہ ونصیب پائے گا مگر گستاخی واہانت رسول ﷺ کا مرتکب اس سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے گا کیونکہ اس بدبخت وبدطینت کو اللہ رب العزت نے اپنی بخشش ومغفرت سے محروم رکھنے کا فیصلہ فرمالیا ہے اس لئے اب اگر وہ سینکڑوں بار بھی مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔



## در مصطفیٰ ﷺ کی حاضری مغفرت کا سبب

منافقین ومفسدین کا بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو جانا درحقیقت اس چیز کی علامت ہے کہ وہ اب دوبارہ مسلمان ہو کر اہانت رسول ﷺ سے تائب ہو چکے ہیں۔ تنقیص رسول ﷺ کا اصل سبب ان کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ کا بنی اسماعیل میں بحیثیت نبی ورسول مبعوث ہونا تھا اور اسی تعصب وعناد اور حسد وکینہ کی وجہ سے وہ آقائے دوجہاں ﷺ کی رسالت کے انکاری تھے اور آپ کو نبی ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے۔

لیکن جب وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں اس خیال سے حاضر ہو گئے ہیں کہ آپ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ان کے لئے بخشش ومغفرت طلب فرمائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے بحیثیت نبی ورسول کے حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار کرلیا ہے اور دوبارہ از سرنو دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

## ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ سے عفو ودرگذر اور بخشش ومغفرت کی خیرات حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر طلب کرنے کا معنی ومفہوم ظاہر اور واضح ہے جب تک آقائے دوجہاں ﷺ کی ظاہری حیات تھی اس وقت تک جاءوک کا مفہوم آپ کی ظاہری مجلس میں آکر ہی معافی مانگنے کا تھا مگر جب وصال فرما گئے تو اب جاءوک کا مفہوم معنوی، روضۂ رسول ﷺ پر حاضری ہے۔

جو بھی شخص، حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دامن سوال دراز کر کے آیا وہ اپنی جھولی مراد بھر کے لے گیا اور جو آپ کے وصال کے بعد قبر انور پر حاضر ہوا وہ بھی کامیاب وکامران اور بھرے ہوئے دامن کے ساتھ واپس لوٹا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بے شمار لوگوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ان ہی میں سے ایک شیخ ابو منصور صباغ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب میں عتبی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضور

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے روضۂ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک اعرابی حاضری کے لئے آیا' بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بڑی نیاز مندی اور محبت بھرے انداز میں یوں گویا ہوا "السلام علیک یارسول اللہ" پھر عرض کرنے لگا "یارسول اللہ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان اقدس سنا ہے۔"

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(النساء، ۴: ۶۴)

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر (آپ ﷺ کی نافرمانی کرکے) ظلم کیا تھا آپ کے پاس (نادم ہو کر) آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ (یعنی آپ بھی) ان کے لئے معافی طلب فرماتے تو (یہ لوگ) اللہ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا' مہربان پاتے۔

عرض کرنے لگا حکم الٰہی کی تعمیل میں گناہ ونافرمانی' خطاء ومعصیت سے آلودہ دامن کے ساتھ آپ کے در اقدس پر حاضر ہوں اور اپنے آنے کا مقصد ومدعا بیان کیا کہ

**وقد جئتک مستغفرا لذنبی مستشفعابک الی ربی**

میں اپنے گناہوں کی بخشش ومغفرت اور اپنے رب کے ہاں آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔

اس کے بعد یہ اشعار پڑھنے لگا کہ

**یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ**
**فطاب من طیبھن القاع والاکم**
**نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ**
**فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم**



"جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے ہیں اے ان تمام میں سے بہترین ہستی' میری جان اس قبر انور پر فدا ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں اور جس میں نیکی وپارسائی' جود وسخا اور کرم کا پیکر اتم موجود ہے۔"

ان گزارشات کے ساتھ اعرابی واپس پلٹنے لگا تو مجھ پر غنودگی چھا گئی۔ عالم خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

**یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفر لہ**

اے عتبی جا میرے اس امتی کو خوشخبری دے دو اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر' ۱: ۵۷)

## عفو رسول ﷺ عفو الٰہی ہے

حضور سرکار دوعالم ﷺ ،جب کسی منافق وگستاخ کو توہین وتنقیص رسالت سے رک جانے کے بعد معاف ودرگذر فرمادیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اب خلوص دل سے مسلمان ہو چکا ہے مگر یہ بات یاد رہے کہ اس معافی سے مراد آخرت کے عذاب سے معافی ہے اس عفو وبخشش کی وجہ سے وہ آخرت کے عذاب سے محفوظ ومامون رہے گا۔ دنیا میں شرعی سزا سے ہرگز نہ بچ سکے گا اور اسے حداقتل کر دیا جائے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا کسی کو معاف فرمانا درحقیقت اللہ کا معاف فرمانا ہے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ اپنی طرف سے' ہوائے نفس سے کوئی بات بھی ارشاد نہیں فرماتے۔

اس پر قرآن شاہد ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(النجم' ۵۳: ۳،۴)

اور وہ (رسول مکرم) اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے۔

یعنی یہ نبی اپنی خواہش نفس سے ایک لفظ بھی نہیں بولتا مگر جس چیز کا بھی اظہار کرتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر کی جاتی ہے کبھی وحی' وحی جلی کی صورت میں آتی ہے تو اسے قرآن کہتے ہیں اور کبھی وحی خفی کی صورت میں قلب انور پر القاء ہوتی ہے تو اسے حدیث کہتے ہیں۔ اس لئے حضور نبی کریم ﷺ جب بھی کسی کو یہ فرمائیں جاؤ تمہیں معاف کردیا تو یہ معاف کرنے کا حکم رسول اللہ کی اپنی طرف سے نہ ہوگا بلکہ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوگا اس لئے کہ نبی کا معاف ودرگذر کرنا من جانب اللہ ہی معاف کرنا ہے کیونکہ اللہ کی معافی کا اعلان رسول ﷺ کی زبان اقدس سے ہی ہوتا ہے اور یہی ذریعہ ہے جس سے گناہگاروں وخطاکاروں کو مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ گستاخی واہانت رسول ﷺ کے مرتکب کی دنیا کے حوالے سے جو سزا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حد ہے جس کو قائم کرنے کا حکم رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے اس بناپر اب معافی ودرگذر اور معاف کرنے کی جتنی بھی بحث آئے گی اس ساری کا تعلق صرف عذاب آخرت کے ساتھ ہوگا' دنیوی زندگی میں قیام حد کے ساتھ ہرگز نہ ہوگا کیونکہ حد کا قیام نفاذ بعثت محمدی ﷺ کے مقاصد میں سے ہے کہ جو کوئی فرد بشر حدود الٰہی سے تجاوز وانحراف کرکے کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اس کے جرم کے ثبوت کے بعد اس پر حد قائم کی جائے بعض علماء نے کہا کہ اہانتِ رسول کا ارتکاب کرنے والا حد کے قیام سے قبل جب تک الگ توبہ نہیں کرے گا تو اس کا آخرت کا عذاب بھی معاف نہیں ہوگا۔

## بخشش ومغفرت سے محروم افراد

منافقین آقائے دوجہاں ﷺ کی بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مختلف قسم کے حیلے' بہانے اور عذر پیش کرتے اپنے جرم کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے' اپنے قول ونیت کے صحیح ودرست ہونے کے بارے میں شہادت وگواہی دیتے اور اپنی پاک دامنی اور طہارت وپاکیزگی کے



ثبوت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے۔ اس طرح صریح اہانت وگستاخی کے بعد آقائے دوجہاں ﷺ سے طلب استغفار کے لئے عرض کرتے تو اللہ رب العزت نے آپ کو اس سے منع فرمادیا اس لئے کہ یہ گستاخی واہانت رسول ﷺ کے باعث کافر ہوچکے ہیں۔

ارشاد فرمایا

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝

(التوبہ' ۹:۸۰)

(اے رسول) آپ ان (گستاخوں) کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں (ان کے متعلق اللہ کا فیصلہ ہوچکا ہے) اگر آپ ان کے لئے ستر بار بخشش طلب فرمائیں تب بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا یہ محرومی اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین وتنقیص کا ارتکاب کرتے ہیں اور منافقت وعداوت کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں اگر وہ اس سے واپس نہ پلٹیں اور دوبارہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے ساتھ تجدید ایمان نہ کریں' از سر نو سچے دل سے مسلمان نہ ہوجائیں' حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ان کا اہانت وتحقیر کا رویہ ومزاج بدل نہ جائے اور کفر باللہ اور کفر بالرسول کا طرز عمل چھوڑ نہ دیں تو ان کی اس حالت کے برقرار اور قائم رہتے ہوئے اے محبوب ﷺ اگر آپ از راہ رحمت وشفقت ان کے لئے بخشش ومغفرت کی سفارش کریں یا نہ کریں حتیٰ کہ اگر آپ ستر بار بھی ان گستاخوں' بے ادبوں کے لئے معافی کی سفارش کریں تو پھر بھی ان کو نہیں بخشوں گا جبکہ اے حبیب ﷺ آپ سراپا رحمت ورافت ہونے کی وجہ سے اب بھی ان کے لئے شفاعت طلب کررہے ہیں مگر میری محبت کو یہ گوارا نہیں کہ جو تیری شان

اقدس میں گستاخی کریں ان کو معاف کردوں بلکہ یہ تو سرے سے بخشش و مغفرت کے
لائق ہی نہیں کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے انکاری اور کفر کرنے والے
ہیں اس لئے ان کی بخشش و مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہمیشہ ہدایت و رہنمائی
سے محروم رہیں گے۔

## شفاعت رسول ﷺ سے محرومی

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی شفاعت و سفارش سے
امت مسلمہ کی بخشش و مغفرت متحقق ہے تو آخر کیا وجہ ہے یہاں حضور ﷺ سے
خطاب فرمایا گیا کہ اگر آپ بخشش چاہیں بھی تو پھر بھی اللہ ان سے درگذر نہیں فرمائے گا
بایں وجہ کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر و توہین 'استہزا و مذاق
کیا ہے حتی کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے بھی سرکشی و بغاوت کا اظہار
کرتے ہیں اس لئے یہ بخشش و مغفرت 'عفو و درگذر کے لائق ہی نہیں ہیں۔

بارگاہ نبوت میں حاضری سے منافقین کے انحراف اور سرکشی کے طرز عمل کو
بیان کرتے ہوئے اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○

(المنافقون '۶۳: ۵)

اور (ان کی حالت تو یہ ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے (اللہ سے) بخشش طلب کریں تو (یہ گستاخی سے) سرہلاتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ بے رخی کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔

اپنی جانوں پر ظلم و ستم کرنے اور گناہوں کی دلدل میں پھنس جانے کے بعد
جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں آجاؤ تاکہ حضور ﷺ
تمہارے لئے بارگاہ خداوندی سے بخشش و مغفرت کی خیرات طلب کریں اور شفاعت
و معافی کا کوئی ساماں کریں تو ایسے موقع پر ان کا عمل سراسر گستاخی و بے ادبی پر مبنی ہوتا



ہے اور یہ اس بلاوے و پکار پر تکبر و غرور اور رعونت و نخوت سے اپنے سر جھٹک دیتے
ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت و سفارش اور بخشش و مغفرت کا بار احسان
اٹھانے سے گریز کرتے ہیں اور تکبر و غرور' رعونت و سرکشی اور بے رخی و بے نیازی کا
مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس مقام پر تکبر و غرور کا اظہار اللہ تبارک و تعالیٰ کی
ذات کے ساتھ نہیں کر رہے ہیں' کیونکہ براہ راست اللہ جل شانہ سے معافی مانگنے
اور استغفار کی تو بات ہی نہیں ہو رہی بلکہ واسطۂ رسالت کے ذریعے بخشش و مغفرت
طلب کرنے کی بات ہو رہی ہے اور وہ درحقیقت حضور ﷺ کی ہی گستاخی و بے ادبی کا
ارتکاب کرتے تھے اس لئے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی گستاخی و اہانت کو اپنی
گستاخی قرار دیا۔ تو اس پر فرمایا چونکہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور
ہرزہ سرائی کی ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آجاؤ تاکہ وہ تمہارے لئے
شفاعت کی دعا کریں اور تمہارے لئے بخشش و مغفرت طلب کریں۔

ارشاد فرمایا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

(النساء '۴: ۶۴)

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر (آپ کی نافرمانی کرکے) ظلم کیا تھا آپ کے پاس نادم ہو کر آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کے لئے معافی طلب فرماتے تو (یہ لوگ) اللہ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

اللہ رب العزت اپنے سے مانگنے کا طریقہ و سلیقہ بتا رہا ہے کہ اے مجھ سے
بخشش و مغفرت کی خیرات مانگنے والو! میرے محبوب کے در اقدس پر جھک جاؤ آپ کے

پاس آجاؤ اور دامن مصطفےٰ ﷺ پکڑ لو اور آپ کے وسیلے سے مانگو اور پھر حضور ﷺ بھی تمہارے لئے بخشش و مغفرت کی دعا فرمادیں تو تم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کا نظارہ کرلوگے۔

پس اگر منافقین گستاخی واہانت رسول ﷺ سے صدق دل سے تائب ہو کر اور اپنے گناہوں سے توبۃ النصوح کرکے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہو جاتے تو ان کی بخشش و مغفرت کا کوئی سامان ہو جاتا لیکن منافقین کا عمل مسلسل گمراہی وضلالت کی طرف ہے وہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے بلاوے پر اپنے سر تکبر وغرور اور رعونت سے جھٹک دیتے ہیں تو ان کے اس طرز عمل پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

**سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ○**

آپ ان کے لئے بخشش مانگیں یا ان کے لئے بخشش نہ مانگیں ان کے حق میں برابر ہے اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا بلاشبہ نافرمان لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا ہے۔

(المنافقون، ۶:۶۳)

گویا کہ یوں فرمایا اے میرے محبوب ﷺ جب وہ آپ کی خدمت میں آتے ہی نہیں آپ کی شفاعت وسفارش کو اہمیت ہی نہیں دیتے بارگاہ خداوندی سے آپ کی بخشش و مغفرت طلب کرنے کو ضروری تصور نہیں کرتے آپ کا بار احسان اٹھانا گوارا ہی نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کی اطاعت واتباع کو اپنے لئے ضروری تصور کرتے ہیں تو اب میں ان ظالموں متکبروں اور اکڑی ہوئی گردن والوں کو کیسے معاف کردوں 'میرے حبیب ﷺ آپ تو سراپا شفقت ورحمت ہیں اسی وجہ سے آپ ان کے اس سارے کردار کے باوجود اب بھی ان کی بخشش و مغفرت طلب کریں تو اللہ ایسے گستاخوں وبے ادبوں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

تمثیل:۔ بلاتشبیہ ومثال ہم اس چیز کو ایک تمثیل کے ذریعے یوں واضح کرسکتے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک بیٹا ماں کی گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہو' ماں کو



دشنام طرازی' گالی گلوچ اور برا بھلا کہہ رہا ہو یہاں تک کہ اسے مارنے تک کے لئے کمربستہ ہو اسے اذیت و تکلیف دے رہا ہو غرضیکہ جس درجے کی چاہے گستاخی وبے ادبی کررہا ہو اتنے میں اس کا باپ آجائے' باپ دیکھے کہ بیٹا ماں کی گستاخی کررہا ہے وہ اسے پکڑ لے اور سزا دینے کے لئے آمادہ ہو جائے اس وقت ماں کی ممتا اور شفقت و رحمت جوش میں آجائے گی اور اپنی گستاخی کو بھول جائے گی بذات خود درمیان میں حائل ہو کر خاوند سے سفارش کرے گی اس بار تم اس کو معاف کردو آئندہ ایسا نہیں کرے گا اس موقع پر خاوند کہے گا اگر تو اب ستر بار بھی اس کی سفارش کرے گی پھر بھی میں اس بدبخت وبدخصلت کو کبھی نہیں چھوڑوں گا تاکہ اس کو پتہ چلے ماں کی گستاخی کی سزا کیا ہے۔ اب خاوند کا یہ کہنا اس ماں کی سفارش رد کرنے کے مترادف نہیں بلکہ اس جرم کی قباحت اور اس کی کمینگی پر اسے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ تو تو ماں ہے اور ماں کی ممتا کا تو کام ہی یہی ہے بیٹے کی طرف سے گستاخی وبے ادبی کے ارتکاب کے بعد بھی اس کے لئے محبت و رحمت کا پہلو رکھتی ہے لہٰذا اگر میں نے تیرے کہنے پر اس بدبخت وبدطینت کو چھوڑ دیا تو کل کو یہ جری ونڈر ہو جائے گا اس بنا پر اگر تو سو بار بھی اس کی سفارش کرے تو میں پھر بھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔

بلاتشبیہ ومثال جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہاں بھی مذکورہ بالا مفہوم (Sense) ہے کہ اے محبوب ﷺ یہ منافقین آپ کی شان اقدس میں گستاخی واہانت اور آپ کے ساتھ تکبر کرنے کے مجرم ہیں اس کے برعکس آپ نے انہیں بلا بھیجا ہے کہ اب میرے پاس آجاؤ میں معاف کئے دیتا ہوں اور بارگاہ الوہیت سے بخشش و مغفرت کی خیرات طلب کرکے عطا کرتا ہوں تمہارے لئے معافی کی درخواست کرتا ہوں آپ نے اس قدر شفقت فرمائی لیکن ان کا تو یہ حال ہے۔

**يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا**

(یہ منافق) آپ سے کھچے جاتے ہیں (آپ کا حکم ماننے کو تیار نہیں ہوتے)

(النساء، ۶۱:۴)

مسلسل اپنی بدبختی کی وجہ سے تکبر وغرور میں مبتلا ہیں اور تصور کئے ہوئے

ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے خود کو بے نیاز و مستغنی بنائے بیٹھے ہیں اے محبوب ﷺ جب ان کا رویہ اور طرز عمل آپ کے ساتھ معاندانہ اور گستاخانہ ہے اس کے برعکس آپ سراپا رحمت و رافت ہیں اس لئے اگر آپ اب ستر بار بھی ان بد طینت و بد بخت افراد کی بخشش چاہیں تو میں انہیں کبھی نہیں بخشوں گا کیونکہ معافی و درگذر کے طریق پر وہ گستاخی و اہانت رسول ﷺ میں جری و بیباک ہو جائیں گے ان کے حوصلے مزید بڑھ جائیں گے اس لئے ایسے بد بختوں کو میں ان کی گستاخی کا مزہ چکھا کر ہی رہوں گا اللہ ایسے فاسقین و مفسدین اور حدود الہیہ سے تجاوز کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا ہے۔

## بغض مصطفےٰ ﷺ منافقین کا شعار

اہل ایمان کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ آقائے دوجہاں ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت واتباع کو اپنا شعار حیات بناتے ہیں ہر معاملے کے حل کے لئے بارگاہ مصطفوی ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہر لحہ ولحظہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے قرب کے متلاشی رہتے ہیں جبکہ اس کے برعکس منافقین بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہونے سے شدید اعراض برتتے ہیں حضور ﷺ سے عداوت و دشمنی کی وجہ سے انتہا درجہ نفرت رکھتے ہیں آپ کی مجلس اور قرب سے دور بھاگتے ہیں اور آپ کی رشد وہدایت اور دعوت کو ترک کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے کہا۔

**وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝**

(النساء، ۴:۶۱)

اور جب ان (منافقین سے کہا جاتا ہے) کہ آؤ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف (رجوع کرو) تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے کھنچ جاتے ہیں (آپ کا حکم ماننے کو تیار نہیں ہوتے اور آپ کے



پاس آنے سے ہچکچاتے ہیں)

جب منافقین کے سامنے دو دعوتیں رکھی جاتیں ہیں ایک دعوت الی ماانزل اللہ اور دوسری دعوت الی الرسول، تو منافقین وگستاخانِ رسول کا عمل اس وقت یہ ہوتا ہے کہ وہ دعوت الی الرسول کا انکار کر دیتے ہیں اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں آنے سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں جبکہ وہ دعوت الی ماانزل اللہ کے انکاری نہیں ہیں کیونکہ انہیں اگر عداوت و دشمنی بغض وحسد اور کینہ وعناد ہے تو وہ فقط ذات مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ ہے تاریخی طور پر یہ بات واضح ہے کہ ان کا تعلق چونکہ یہود سے تھا اور یہ یہودیت سے نکل کر بظاہر اسلام میں داخل ہوئے تھے نبوت و رسالت اور حکمرانی وبادشاہی اپنے خاندان میں چاہتے تھے توحید والوہیت و ربوبیت اور نبوت و رسالت کے منکر نہ تھے اور نہ ہی سلسلۂ وحی اور انبیاء علیہم السلام کے انکاری تھے بلکہ بنیادی طور پر اسلام کی جملہ تعلیمات میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتے تھے سوائے نبوت محمدی ﷺ کے، حضور ﷺ کے بحیثیت نبی ورسول مبعوث ہونے پر معترض تھے اور حسد کی آگ میں جلتے تھے ان کے حسد کا مرکز و محور ذات مصطفےٰ ﷺ تھی اس لئے وہ گستاخی و بے ادبی بھی حضور ﷺ کی کرتے۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی نبوت ورسالت کے علاوہ بقیہ عقائد کی نفی نہ کرتے کیونکہ وہ ان کے اپنے اعتقاد کا بھی حصہ تھے گویا فقط بارگاہ رسالتمآب ﷺ کی دریوزہ گری کرنے اور اپنے تعلق کو حضور ﷺ کے ساتھ قائم کرنے سے انکاری تھے حالانکہ حضور ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت واتباع تو تعمیل حکم خداوندی ہے اسی تصور کو قرآن حکیم نے یوں واضح کیا ہے۔

**وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ**

(النساء، ۴:۶۴)

اور ہم نے تو ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

اس مقام پر منافقین وگستاخان رسول کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر اور آگاہ ہونا چاہیے کہ جس رسول ﷺ کی بارگاہ میں

آنے سے تم گھبراتے اور دل میں گھٹن محسوس کرتے ہو' اس کی گستاخی واہانت بھی کرتے ہو اور اس کی طرف جانے سے شان بے نیازی سے منہ پھیرلیتے ہو جان لو وہ رسول ﷺ اپنی ذاتی حیثیت (Capacity) کی بناپر رسالت ونبوت کے منصب جلیلہ پر فائز و متمکن نہیں ہوا بلکہ وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا ہے اور اللہ کے اذن سے مطاع مطلق ہوا ہے اس کے ہر حکم کو ماننا درحقیقت اللہ ہی کے حکم کو ماننے کے مترادف ہے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا دراصل اطاعت الٰہی ہی کا مظہر ہے۔

## مصیبت میں در مصطفیٰ ﷺ کی پناہ طلبی

یہی منافقین جو بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے بلاوے پر انکار کرتے ہیں اور گستاخی و بے ادبی' سرکشی وبغاوت کا مظاہرہ کرتے ہیں جوں ہی ان کے برے اعمال وافعال کی وجہ سے کوئی آفت و مصیبت آتی ہے تو مضطرب و پریشان ہو کر بارگاہ مصطفوی ﷺ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں قسمیں کھا کر اپنی گستاخی واہانت مکرو فریب اور طاغوت کی طرف رجوع کرنے پر صفائی پیش کرنا شروع کردیتے ہیں تاکہ وہ اس مصیبت و آفت سے چھٹکارا و خلاصی پالیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ۝**

لیکن (اس وقت) ان کا کیا حال ہوتا ہے جب اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر مصیبت آجاتی ہے پھر آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے (دوڑتے) آتے ہیں (اور یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں) بخدا ہماری غرض تو (ان تمام باتوں میں جو ہم نے کیں یا کہیں) محض بھلائی اور میل ملاپ تھا یہ وہ منافق اور مفسد لوگ ہیں

(النساء '۴: ۶۲' ۶۳)



کہ اللہ ان کے دلوں کی بات خوب جانتا ہے پس آپ ان سے اعراض برتیں (چشم پوشی فرمائیں اور درگذر کریں) اور ان کو نصیحت فرماتے رہیں اور ان کے بارے میں موثر باتیں کہتے رہیں۔

امام رازیؒ نے مذکورہ آیہ کریمہ کی اس سے ماقبل آیت مقدسہ سے ربط کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ **يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا** کا براہ راست تعلق **ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا** کے ساتھ ہے جبکہ آیت کریمہ کا یہ حصہ **فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ** درمیان کلام میں واقع ہوا ہے اب معنی و مفہوم یہ ہوگا کہ منافقین شروع میں آپ ﷺ سے بے حد اعراض و بے اعتنائی برتتے تھے لیکن کچھ عرصے کے بعد اپنے مفادات کے تحفظ اور حصول کے لئے آپ کی بارگاہ میں دروغ گوئی کا وطیرہ اختیار کرتے ہوئے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہوئے آجاتے ہیں کہ ہم نے کسی قسم کی گستاخی و بے ادبی کی ہے اور نہ ہی طاغوت و شیطنت کی طرف رغبت کی ہے سوائے اس کے کہ خیر خواہی و بھلائی اور باہمی میل ملاپ کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ طاغوتی قوتوں کے ساتھ اعلان جنگ کریں اور اسی طرح ان کو آقائے دوجہاں کی اطاعت واتباع کا حکم دیا گیا جبکہ یہ اس کے برعکس نہ صرف حضور ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں بلکہ آپ کی بارگاہ میں آنے سے اعراض بھی کرتے ہیں۔

دوسری صورت ربط یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا آیت کریمہ اپنی ماقبل آیت مقدسہ سے متصل ہے پہلی آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے بیان کیا کہ وہ منافقین اپنے معاملات کے فیصلوں کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور حضور ﷺ سے شدید نفرت کی وجہ سے آپ کی مجلس میں آنا تو درکنار آپ کے قرب سے بھی دور

بھاگتے ہیں ان کی یہ حالت سلامتی و امن کے وقت کی ہے لیکن اس وقت ان کی حالت و کیفیت دیدنی ہوتی ہے جب ان پر غم و پریشانی، مصیبت و آفت کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں پھر عادی مجرم ہونے کی وجہ سے بارگاہ مصطفٰے ﷺ میں حاضر ہونے سے بھی خوف زدہ اور لرزاں ہوتے ہیں، مگر اپنی جان کو مصیبت سے چھٹکارا دلانے کے لئے اور جس عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں اس سے نجات کے لئے اپنے جرم و گناہ کی صفائی پیش کرتے ہوئے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہوئے اپنی وفاداری کا اظہار کرنے لگتے ہیں اور اپنے فعل بد کو خیر و مصلحت کا لبادہ پہنانے کی بھی ناکام سی کوشش کرتے ہیں۔

غرضیکہ حضور ﷺ کے بارے میں وہ جس قدر نفرت و کدورت اپنے دلوں میں رکھتے تھے اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے احوال سے بخوبی آگاہ ہے اور پھر جب آقائے دوجہاں ﷺ نے ان منافقین کی نفسیات، بغض و عداوت اور شدید درجہ کی نفرت کو جان لیا تو اب ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے؟ تو فرمایا آپ ان سے اعراض اور چشم پوشی ایک خاص عرصے تک فرماتے رہیں اور انہیں موثر طریق پر نصیحت کرتے رہیں تاوقتیکہ ان کی اصلاح ہو جائے یا کوئی حکم آجائے۔

باب---۶

# مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# سے

# ممانعت

## اختلاف اور مخالفت میں فرق

اس ضمن میں اس امر کا جاننا اشد ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ اختلاف کا دائرہ کیا ہے اور اختلاف کرنے کا حق ہے بھی یا نہیں اور مخالفت کیا ہے' یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ اس اشکال (Confusion) کو رفع کیا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی میں اختلاف اور مخالفت میں بنیادی فرق ہے وہ بایں طور کہ اختلاف میں حسد و کینہ بغض و عناد ، ارادۂ اہانت ، نیت تحقیر ، توہین و تنقیص اور استخفاف و گستاخی جیسے رذائل اخلاق نہیں ہوتے لیکن مخالفت میں یہ عناصر موجود ہوتے ہیں اس لئے حضور ﷺ سے جہاں تک مخالفت کا تعلق ہے وہ سراسر کفر اور ارتداد ہے سو اس مفہوم کے اعتبار سے آپ کی مخالفت کرنے والا شخص واجب القتل ہے۔

## اختلاف کا دائرہ کار

اختلاف کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا واضح اور دوٹوک موقف ہے کہ حضور ﷺ کے وہ ارشادات و فرمودات جن کا تعلق کار نبوت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہے ان سے اختلاف کرنا نہ صرف ناجائز بلکہ کفر ہے اس لئے ان امور میں اختلاف کرنے کی قطعاً اجازت نہیں' ارشاد فرمایا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝ (الاحزاب' ۳۳:۳۶)

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادے تو پھر ان کا اپنے معاملے میں کچھ اختیار باقی رہ جائے اور جس نے (اس بات کو نہ

سمجھا) اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوا[1]۔

یعنی جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے میں فیصلہ فرمادیں تو پھر کسی مومن کو احکام شرعیہ میں اپنی ذاتی رائے وخیال کے اظہار اور اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس کے بعد رہے وہ احکام اور معاملات جن کا تعلق تجربیات (Secular Observations) اور ان دنیاوی مسائل کے ساتھ ہے جن پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مثبت طور پر (Positively) کوئی حکم ارشاد نہیں فرمایا یا انہیں اباحت (Discretion) کے دائرے میں رکھا ہے ان میں اگر کوئی اختلاف کرتا ہے تو وہ کفر اور ناجائز نہیں ہے جو مثالیں اختلاف کی ملتی ہیں وہ اسی نوعیت کی ہیں جبکہ دوسرے اختلاف کی کوئی مثال ہی نہیں ملتی 'اب رہ گئے غیر مسلم تو صاف ظاہر ہے انہوں نے حضور ﷺ سے اختلاف کیا تبھی تو وہ غیر مسلم ہوئے لہٰذا غیر مسلم کا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہانت رسول ﷺ کے باب میں صرف مخالفت ہی مراد ہے محض مجرد اختلاف مراد نہیں ہے۔

## مخالفت رسول ﷺ باعث اذیت ہے

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات وفرامین کی اطاعت نہ کرکے مخالفت ومعصیت کا ارتکاب کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف واذیت دیتے ہیں آپ پر الزام تراشی وزبان درازی کرتے ہیں حتی کہ آپ کی شان اقدس میں گستاخی واہانت کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کے یہ سبھی اعمال رسول ﷺ کو اذیت ورنج دینے کا سبب ہیں۔

چونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ومشاقت کرتے ہیں اس لئے وہ جرم گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرآن نے مخالفت رسول کرنے والوں کو درزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔



أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهُۥ مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْخِزْىُ ٱلْعَظِيمُ ۝

(توبہ '۹: ۶۳)

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے واسطے دوزخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ تو بڑی رسوائی ہے۔

اس آیت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں کہ

فانه يدل على ان اذى النبى ﷺ محادة لله ولرسوله لانه قال هذه الاية عقب قوله تعالى "ومنهم الذين يوذون النبى ويقولون هو اذن"

(الصارم المسلول '۲۱)

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والا حضور نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتا ہے اس لئے کہ اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کو اس آیت کے بعد ارشاد فرمایا ہے جو کہ یہ ہے اور ان میں بعض نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں (بدگوئی کرتے ہیں) اور کہتے ہیں وہ ہر کسی کی بات کان دھر کر سن لیتا ہے۔

امام زمخشریؒ نے آیت ۶۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا

الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله يهلك فان له نار جهنم

(الكشاف '۲: ۲۸۵)

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اس کے واسطے دوزخ کی آگ ہے۔

تو گویا وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کو اپنا وطیرۂ حیات بنا لیا ہے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف برسرعام زبان درازی کو اپنا شعار بنایا ہے غرور وتکبر' رعونت ونخوت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو آگاہ ہو

جانا چاہئے کہ ان پر رب کی گرفت آنے والی ہے۔ انہیں کچھ عرصے کے لئے ڈھیل دے دی گئی ہے اگر پھر بھی یہ نہ سنورے تو ان کو ایسی سزا دی جائے گی جس کا یہ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کی گستاخی و اہانت کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوں گے، ضلالت و گمراہی ان کا مقدر بن جائے گی۔ یہی در حقیقت ان کی بہت بڑی بد بختی ہے۔

## مخالفت رسول ﷺ سے ضلالت و رسوائی

انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مخاصمت، عداوت و دشمنی اور معصیت و نافرمانی کی وجہ سے ذلت و رسوائی کے عمیق گڑھوں میں گر جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ اصول ہے کہ فریقین میں سے کسی کی ذلت و رسوائی فریق ثانی کی عزت و عظمت کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مشاقت کرنے والے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں ایک فریق بناتے ہیں چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت و ناموس غیر متناہی و بے حساب ہے اس بنا پر جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اس کی ذلت و رسوائی بھی بے انتہا ہوگی اس جیسا ذلیل و خوار شخص پوری مخلوق میں نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی آنکھ اس جیسا ذلیل اور بد بخت فرد دیکھ سکے گی۔ گویا یہ بات واضح ہوئی کہ مخالفت رسول ﷺ کے ارتکاب سے انسان خود کو طبقہ اذلین میں شامل کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۝**

(المجادلہ، ۵۸: ۲۰، ۲۱)

در حقیقت جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے بڑے ذلیل لوگ ہیں اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ ضرور بالضرور میں اور میرے رسول ہی



غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ بڑا قوت والا اور غلبے والا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی" اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و عداوت کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

**كانت ذلة من يحاده كذالك وذالك بالسبى والقتل فى الدنيا و عذاب النار فى الاخرة**

(روح البیان، ۹: ۴۱۰)

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے ذلت و رسوائی ہے اور یہ دنیا میں قید اور قتل اور آخرت میں عذاب دوزخ کی صورت میں ہوگی۔

اسی آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں لفظ اذل آیا ہے جس کے معنی و مفہوم میں زیادتی لفظ ذلیل سے بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ مزید برآں اس کا اطلاق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب تک انسان کا خون و مال محفوظ رہتا ہے وہ اس وقت تک مباح الدم نہیں ہوتا، مگر جوں ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور مخالفت و مخاصمت کا کوئی اقدام کرتا ہے تو مباح الدم ہو جاتا ہے اور اپنی جان و مال اور خون کے بارے میں عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے اور عجیب قسم کے خوف و وحشت میں مبتلا ہوتا ہے اس کا یہ خوف اس کو طبقۂ اذلین میں شامل کر دیتا ہے پھر وہ معصوم الدم نہیں رہتا بلکہ اس کا قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے جان و مال کی محافظت کا عہد و پیماں گستاخی و اہانت رسول ﷺ کی وجہ سے اٹھ جاتا ہے۔

اس لئے فرماتے ہیں۔

**الموذی للنبی لیس له عهد یعصم دمه**

(الصارم المسلول، ۲۲)

حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والے کا کوئی ایسا عہد و پیمان باقی نہیں رہتا جو اس کے خون کو محفوظ کرے۔

اذیت رسول ﷺ کے ارتکاب کے لمحے سے ہی وہ مباح الدم ہوتا ہے اور اسے قتل کرنا امت مسلمہ پر واجب ہو جاتا ہے۔

گستاخی و اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کی ذلت و رسوائی بیان کرنے کے بعد اللہ رب العزت اہل ایمان کی عزت و عظمت بیان کرتا ہے کہ اللہ نے یہ فیصلہ فرمالیا ہے کہ وہ ہمیشہ دین اسلام کے پیروکاروں اور رسول مکرم ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو غالب کرے گا۔

مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غلبے کی دو صورتیں تھیں بعض انبیاء علیہم السلام کی بعثت "غلبہ بالحرب" کے ساتھ ہوئی اور انہوں نے کفار و مشرکین کو ایمان لانے کی دعوت دی، جب انہوں نے تسلیم و رضا سے انکار کیا تو ان کے ساتھ جہاد کیا اللہ رب العزت نے فتح و نصرت سے نوازا۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی بعثت "غلبہ بالحجہ" کے ساتھ ہوئی انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت اور وحدانیت و معبودیت کو دلائل و براہین کے ساتھ واضح کیا یوں کفار و مشرکین پر غالب و فائق رہے در حقیقت اللہ رب العزت ہی اپنے انبیاء و صالحین کو دشمنان اسلام پر غالب و برتر کرنے کی قوت و قدرت رکھتا ہے۔

## مخالفت مصطفیٰ ﷺ ہلاکت کا باعث ہے

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مخاصمت کو اپنا طرز عمل اور شعار حیات بنایا اور جب وہ اس روش پر چل پڑے تو ہر دور میں ذلیل و خوار ہوئے تباہی و بربادی اور ہلاکت ان کا مقدر ٹھہری۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ○ (المجادلہ ۵۸:۵)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ایسے ہی ذلیل (و خوار) ہوں گے جس طرح کہ ان سے پہلے لوگ ذلیل



ہوئے اور ہم نے صاف صاف آیتیں اتاری ہیں اور (واضح رہے کہ) کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے

مذکورہ آیہ کریمہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت و مخاصمت، دشمنی و عناد رکھتے ہیں، سرکشی و بغاوت کی راہ اختیار کرتے ہیں مخالفت و مشاقت کا طرز عمل اپناتے ہیں تو ایسے لوگ اللہ رب العزت کے دستور کے مطابق ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہوں گے جیسے امم سابقہ میں لوگوں نے اللہ کے برگزیدہ و مقرب رسولوں کی مخالفت و مخاصمت کرکے گمراہی و ضلالت اور ذلت و رسوائی کو اپنا مقدر بنایا باوجود اس کے پروردگار عالم نے اپنے رسولوں کی سچائی و صداقت پر ان کے سامنے واضح اور بین نشانیاں رکھیں انبیاء علیہم السلام سے بے شمار معجزات رونما ہوئے لیکن وہ یہ سب کچھ کھلی آنکھ سے دیکھنے کے باوجود انکاری رہے اور ان کی تکذیب و اہانت کرتے رہے اس لئے کافر و مشرک ٹھہرے قرآن نے ان ہی لوگوں کے لئے کہا۔

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ (المجادلہ ۵۸:۵)

کافروں کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

گویا یہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔

آیت کریمہ میں لفظ "کبتوا" استعمال ہوا ہے اسکا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ

**کبتوا ای اھلکوا و اخزوا و حزنوا**

وہ ہلاک و تباہ، ذلیل و رسوا، مغموم و پریشان کئے گئے۔

(الصارم المسلول، ۲۲)

اس مقام پر بجائے صیغہ مضارع کے صیغہ ماضی "کبتوا" ارشاد فرمایا گیا ہے، اپنی خاصیت کے اعتبار سے کسی بات کے تحقق و ثبوت اور اس کے وقوع پر دلالت

کرتا ہے مطلب یہ ہوا جب بھی کسی نے حضور ﷺ کی مخالفت و مخاصمت، عداوت و دشمنی اور گستاخی و اہانت کا ارتکاب کیا تو اسی لمحے اس کی دولت ایمان لٹ جائے گی وہ یقیناً تباہی و ہلاکت کے گڑھوں میں گر جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ منافقین چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مخاصمت کرتے تھے نتیجۃً وہ تباہ و برباد اور ہلاک و فنا ہوئے حالانکہ وہ اس بات سے بھی بخوبی آگاہ تھے کہ اگر انہوں نے کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی و عداوت اور اہانت و گستاخی کا ارتکاب کیا تو وہ از روئے شرع قتل کر دیئے جائیں گے۔

**انهم ان اظهروا ما فی قلوبهم قتلوا فیجب ان یکون کل معاد کذالک**

(انہیں منافقین کو اس چیز کا خدشہ تھا کہ) اگر انہوں نے اپنے دلوں میں پوشیدہ اہانت و گستاخی رسول ﷺ کو ظاہر کیا تو وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ پس (اس سے یہ بات معلوم ہوئی) ہر مخالف و گستاخ رسول کو قتل کرنا واجب ہے۔

(الصارم المسلول، ۲۴)

## دشمن رسول ﷺ کی دنیا و آخرت میں سزا

انسان ہر دور میں اپنے مقصد تخلیق کو بھول کر احکام الٰہی سے بغاوت و سرکشی کا مظاہرہ کرتا رہا ہے اور اپنی عاقبت اور انجام سے غافل ہو کر خواہشات نفس کی تکمیل میں کھویا رہا ہے اور تزکیہ نفس کو نظر انداز کئے رہا جس کے سبب ہدایت ربانی سے مسلسل منحرف رہا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تکذیب و توہین کا کھلم کھلا اور اعلانیہ ارتکاب کرتا رہا اور ان کی مخالفت و مخاصمت کو اپنا مقصد حیات بھی بنائے رہا جب ہم سابقہ امم کے احوال کا مطالعہ کرتے ہیں تو اہل یہود میں مذکورہ طرز عمل کی عملی تصویر کی جھلک نظر آتی ہے ان کے اس طرز عمل و فکر پر انہیں عذاب شدید کی وعید بھی



سنائی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝**

(الحشر، ۵۹: ۳، ۴)

اور اگر اللہ نے ان (یہود) کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا میں ان کو سخت سزا دیتا اور آخرت میں (تو) ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار ہی) ہے یہ (عذاب ان کو) اس لئے (ہو گا) کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے رہے اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ کا عذاب (ایسے لوگوں کے لئے) بڑا سخت ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے اس دنیا اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و دشمنی کو اختیار کیا ہے۔ حضور ﷺ کو تکلیف و اذیت، رنج و دکھ دینا ہی مخالفت و عداوت رسول ﷺ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عذاب دنیا کا مفہوم واضح کرتے ہیں۔

**لعذبهم فی الدنیا ای القتل**

دنیا میں انہیں عذاب دینے سے مراد قتل ہے۔

(الصارم المسلول، ۲۴)

اس لئے کہ جب کوئی جرم اہانت و گستاخی رسول ﷺ نے نچلے و پست درجے کا ہو تو ایسی صورت میں جلاوطنی اور مال غصب کر لینے کا عذاب ہے مگر جب مسئلہ حضور ﷺ کی عداوت و دشمنی اور گستاخی و اہانت، استخفاف و تحقیر، تنقیص و تشنیع کا ہو تو اس صورت میں قتل کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ تو دنیا کی سزا ہے جبکہ آخرت

میں بھی ان کو انتہائی ذلت آمیز اور دردناک عذاب ہوگا۔ یوں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و مخاصمت کر کے اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

سورہ انفال میں ارشاد فرمایا۔

**فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝**

(الانفال ۸: ۱۲، ۱۳)

پس (اے مسلمانو!) تم ان (کافروں) کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو (گردنیں اڑا دو کہ فنا ہی ہو جائیں یا جوڑوں پر مارو کہ قیام و قرار جاتا رہے) یہ (کافروں کو مارنا) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ (اس کے لئے) سخت عذاب کرنے والا ہے

اس آیت مقدسہ کے پہلے حصے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار اور گستاخان رسول کے دلوں میں رعب و دبدبہ، حزن و ملال اور خوف ڈالنے اور پھر آیت مذکورہ کے ان الفاظ **فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ** میں ان کے قتل کرنے کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے چونکہ دشمنی و عداوت، بغض و عناد رکھتے ہیں اس بنا پر اس چیز کے مستحق ہیں کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا جائے، صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے، قیامت تک ہر دور میں جو بھی رسول اللہ ﷺ کا مخالف، موذی اور دشمن و عدو ہے اس کی یہی سزا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

**فامر بقتلھم لاجل مشاقتھم و محادتھم فکل من حاد و شاق یجب ان یفعل بہ ذالک لوجود العلۃ**

(الصارم المسلول، ۲۴)

اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کے گستاخوں کو مخالفت و مشاقت کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیا پس ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے تو اسے اس علت کے پائے جانے کی وجہ سے قتل کرنا واجب ہے۔

باب ---٧

# اذیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# باعثِ

# ضیاعِ ایمان

## ایذاءِ رسول ﷺ ایذاءِ الٰہی ہے

رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف اور دکھ و درد پہنچانا در حقیقت اللہ رب العزت کو اذیت پہنچانا ہے اس لئے رب کریم نے اپنے پیارے محبوب کے مقام و مرتبہ سے اپنی مخلوق کو آگاہ کرتے ہوئے اپنے اور رسول ﷺ کے درمیان پائی جانے والی نسبت وحدت سے مطلع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًاO

(الاحزاب، ۳۳:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے (اس نے) ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

گویا ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کو اپنے اعمال و افعال سیئہ، کفر و ضلالت، معصیت و نافرمانی، شان نبوت کے انکار و انحراف، شریعت کے اوامر و نواہی کی مخالفت و مخاصمت، مسلسل گناہ و خطا کا ارتکاب کرکے اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے ادب و احترام، تعظیم و تکریم کو ترک کرکے اللہ اور اس کے رسول کے لئے اذیت کا باعث بنتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و رفعت کو کم کرنے کے لئے یا اہانت و تنقیص کے لئے بالواسطہ (Indirectly) یا بلا واسطہ (Directly) کام کرتے ہیں تو وہ جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے بدبختوں کو اپنی رحمت و رافت اور فضل و کرم سے تاابد محروم کردیتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں یہ ملعون ہوں گے اور ذلت ناک عذاب ان کا مقدر ہو گا۔

امام زمخشریؒ، امام خازنؒ اور علامہ اسماعیل حقیؒ نے اپنی تفاسیر میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کی ہے کہ یہاں ایذاء الٰہی و ایذاء رسول میں سے حقیقتاً ایذاء رسول ﷺ ہی مراد و مقصود ہے اس مقام پر اس ایذاء کی بات ہو رہی ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات اقدس ایسی ایذاء سے پاک و منزہ ہے اور نہ ہی ایسی ایذاء کے انتساب کا تصور بھی باری تعالیٰ کی نسبت کیا جا سکتا ہے۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہاں بطریق حقیقت ایذاء رسول ﷺ ہی مراد ہے تو پھر اسم جلالت کو یہاں ذکر کیوں کیا گیا تو علامہ اسماعیل حقیؒ اس چیز کو واضح کرتے ہیں، اللہ رب العزت نے یہاں اپنا ذکر اس لئے کیا تاکہ حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت جو اللہ کے ہاں آپ کو نصیب ہے اسے اجاگر کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کو بھی بیان کرتے ہیں۔

**فمن اذی رسولہ فقد اذی اللہ**
(تفسیر روح البیان، ۷:۲۲۳)

جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی اس نے یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ کو اذیت دی۔

جیسے اللہ رب العزت نے اپنے اور رسول ﷺ کے مابین نسبت محبت، نسبت رضا میں کوئی فرق و امتیاز روا نہیں رکھا، اسی طرح نسبت اذیت میں بھی کوئی فرق و امتیاز قائم نہیں کیا۔

نسبت اطاعت کو واضح کرتے ہوئے اللہ جل شانہ نے بڑے محکم الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

**مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ**
(النساء، ۴: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ توبہ میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا۔

**وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ**
(توبہ، ۹:۶۱)

اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو (اپنی بدگوئی، کج فہمی سے) ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔



اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو سعود حنفی لکھتے ہیں۔

**و ایراده علیه الصلاة و السلام بعنوان الرسالة مضافا الی الاسم الجلیل لغاية التعظيم و التنبيه علی ان اذيته راجعة الی جنابه عزوجل موجبة لكمال السخط و الغضب**
(تفسیر ابی سعود، ۶:۷۷)

یہاں غایت درجہ کی تعظیم ظاہر کرنے کے لئے اسم رسالت کی اسم جلالت کی طرف جو اضافت ہے اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے اور یہ اضافت اس چیز سے آگاہ کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کی اذیت و تکلیف درحقیقت باری تعالیٰ کی طرف راجع ہے جو کہ کمال درجے کی سختی و شدت اور غیض و غضب کا سبب ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آیت مقدسہ میں **یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ** کے کلمات ارشاد فرمائے گئے ہیں جبکہ دوسرے مقام پر "**یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ**" کے کلمات بھی آئے ہیں جس سے واضح طور پر اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو کوئی بھی فرد بشر رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف دے گا تو اسے آگاہ و باخبر ہونا چاہیے وہ آپ ﷺ کو ذاتی حیثیت یعنی محمد بن عبداللہ کے حوالے سے کسی قسم کی اذیت و تکلیف نہیں دے گا بلکہ وہ رسول و نبی کی حیثیت و مقام اور منصب و مرتبے کے حوالے سے دے گا اسی بنا پر اذیت رسول ﷺ اذیت باری تعالیٰ ٹھہری ہے اور جہت واحدہ بنی ہے۔

## قول و فعل سے ایذاء رسول ﷺ

اذیت و تکلیف قولاً و فعلاً دونوں صورتوں میں دی جا سکتی ہے بالفعل اذیت رسول کی مثال جیسے غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا آپ کے

دندان مبارک شہید ہوئے، حالت نماز میں مسجد حرم میں آپ کے کندھوں پر اوجھڑی رکھی گئی، طائف کے بازار میں دشمنان اسلام نے آپ کو پتھر مارے یہ سب اذیت بالفعل کی صورتیں ہیں جبکہ اذیت بالقول کی صورت یہ ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ کو (معاذ اللہ) شاعر، جادوگر، کاہن، اور مجنوں کہا جائے اور اس طرح آپ کی شان اقدس میں نامناسب و ناموزوں کلمات استعمال کرنا بھی گستاخی ہے۔

قرآن حکیم نے منافقین کے ان کلمات کو بھی بیان کیا ہے جن کے ذریعے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و اہانت بھی کرتے ہیں اور اذیت و تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا

**وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ**

(التوبہ، ۹:۶۱)

اور ان میں سے بعض نبی کو ایذاء پہنچاتے ہیں (بدگوئی کرتے ہیں) اور کہتے ہیں وہ ہر کسی کی بات کان دھر کر سن لیتا ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اذیت سے مراد زبان طعن و تشنیع، دشنام طرازی، گستاخی و اہانت اور ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے منافی کوئی بھی کلمہ جو آداب تعظیم سے فروتر ہو، ادا کرنا باعث اذیت و تکلیف ہے۔

قرآن حکیم مذکورہ بالا آیت کریمہ میں منافقین کی اذیت رسول ﷺ کی ایک صورت واضح کر رہا ہے کہ وہ منافقین اپنے خبث باطن کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے کی کوشش کرتے اور (معاذ اللہ) یوں کہتے کہ یہ رسول ﷺ کانوں کا اس قدر کچا ہے کہ جو بات بھی تم جاکر کہہ دو وہ فوراً اسے تسلیم کرلے گا اور اگر تم اپنے کئے ہوئے وعدے سے انحراف بھی کرجاؤ تو تمہیں گھبرانے و پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ جب تم قسمیں کھا کر بات کرو گے تو وہ تمہاری بات پر اعتماد و بھروسہ کرلے گا۔ غرضیکہ ادھر منافقین نے اپنی بدبختی کی وجہ سے **"ھو اذن"** (کان



کے کچے ہیں) کا کلمہ کہا تو ادھر بارگاہ الوہیت سے شان غضبیت کا اظہار ہوا اور اپنے محبوب ﷺ کی شان میں اتنا کلمہ کہنے کو صریح گمراہی و ضلالت، کھلی توہین و تنقیص قرار دیا۔ اسی سبب سے دنیا و آخرت کی ذلالت و رسوائی کو ان کا مقدر ٹھہرا دیا، جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ان کا مسکن بنی اس طرح ان کا یہ قول ان کے نفاق کی بنیاد بھی قرار پایا۔

علامہ اسماعیل حقیؒ نے ادب رسول ﷺ کے حوالے سے یہاں تک لکھا ہے کہ

**و من الاذية ان لا يذكر اسمه الشريف بالتعظيم والصلاة و السلام ويحرم اذى النبى بالقول و الفعل بالاتفاق**

(تفسیر روح البیان، ۴:۲۳۷)

حضور ﷺ کا اسم گرامی، ادب و تعظیم اور آپ پر صلاۃ و سلام پڑھے بغیر ذکر کرنا آپ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کو قول و فعل کے ذریعے ایذاء پہنچانا بالاتفاق حرام ہے۔

غرضیکہ ایک مسلمان کے ہر قول و فعل میں ادب و تعظیم رسول ﷺ کی جھلک نظر آنی چاہئے اسی راہ پر چل کر ہی دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اگر کوئی مسلمان کسی بھی نبی کی نبوت و رسالت کا منکر ہو جائے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ مومن نہیں ہو سکتا اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کے ساتھ ان کے ادب و احترام کو بھی لازم ٹھہرایا ہے اسی چیز کو علامہ اسماعیل حقیؒ بیان فرماتے ہیں۔

**ولا يجوز القول فى الانبياء عليهم السلام بشئى يودى الى العيب و**

اور جملہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں بھی کوئی ایسا قول جائز نہیں ہے جو کسی

**النقصان و لا فیما یتعلق بهما** — عیب و نقص کی طرف پہنچائے اور نہ ہی ایسا قول جو ان دونوں کے متعلقات سے تعلق رکھتا ہو۔

(روح البیان، ۴:۲۳۷)

جب کوئی شخص کسی ذات کے عیوب و نقائص اور خامیوں و کمزوریوں کی تلاش و جستجو شروع کردے تو اس کے دل سے اس ذات کی محبت رفتہ رفتہ کم ہونا شروع ہو جاتی ہے جو بالآخر نفرت و بیزاری اور ناپسندیدگی و ناگواری میں بدل جاتی ہے پس جونہی محبت ختم ہوئی توں ہی ایمان بھی رخصت ہوا کیونکہ محبت و عقیدت ایمان میں سے ہے۔ جبکہ نفرت و بیزاری ایمان کی ضد ہے تو جہاں نفرت کا ٹھکانہ ہو وہاں ایمان کا آشیانہ آباد نہیں ہو سکتا۔

## موذیِ رسول ﷺ دنیا و آخرت میں ملعون

ایسے افراد جو اپنی بدقسمتی و بدبختی اور باطن کی خباثت و آلودگی کی وجہ سے ہر لحہ اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کس طرح سے حضور ﷺ کی عظمت و رفعت شان و شوکت ذکر و مقام کو گھٹائیں اور (معاذاللہ) کسی نہ کسی انداز و طریق سے آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائیں تو اللہ رب العزت ایسے کینہ پرور لوگوں کو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اپنے فضل و کرم، لطف و احسان اور اپنی رحمت واسعہ سے محروم کردیتا ہے۔

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔

**لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ** — ان (گستاخان رسول ﷺ) پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے

(الاحزاب، ۳۳:۵۷)

لعنت کا معنی و مفہوم یہ ہے۔

**الطرد و الابعاد من رحمته** — اللہ جل شانہ کا کسی کو اپنی رحمت سے دھتکارنا اور دور کردینا لعنت ہے۔

(فتح القدیر، ۴:۳۰۳)

جب کوئی احکام الہیہ اور امور شرعیہ سے کھلم کھلا باغی و سرکش اور منحرف و



بے نیاز ہو جاتا ہے اور حدود الہیہ کو پامال کرتے ہوئے تجاوز کرنے لگتا ہے تو اللہ جل شانہ کا غیض و غضب بھڑک اٹھتا ہے وہ آدمی غضب الٰہی کا شکار ہو کر درجہ ملعونیت پر فائز ہو جاتا ہے بایں وجہ وہ رحمت باری تعالیٰ سے اس طرح محروم و دور اور بے نصیب کردیا جاتا ہے کہ پھر رحمت خداوندی کے قرب کی لذت و لطف کو پا نہیں سکتا، شروع شروع میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے افراد کو اپنے احوال و اعمال کی درستگی و اصلاح کے لئے ایک خاص وقت تک نرمی و ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ سنبھل جائیں اور راہ راست پر لوٹ آئیں فوری طور پر ان کے اعمال و افعال پر گرفت و پکڑ نہیں فرماتا لیکن جوں ہی کوئی انسان اپنی ضلالت و گمراہی کی آخری انتہا و درجے کو پہنچ جاتا ہے تو پھر ایسی گرفت کرتا ہے جس سے چھٹکارا و خلاصی پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا۔

**اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ** — بے شک تمہارے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔

(البروج، ۸۵:۱۲)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے دونوں جہاں میں اہانت و اذیت رسول ﷺ کے مرتکب افراد کو ملعون قرار دیا ہے۔ **"لعنت فی الدنیا"** کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو اپنے قرب و حضور، اپنی رحمت و نوازش سے محروم کردیا ہے فقط دنیا ہی میں اپنی رحمت سے دور کرنے کی بات نہیں کی اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو دنیا میں ملعون لوگ یہ گمان و خیال کرسکتے تھے کہ وہ آخرت میں قرب الٰہی کی لذت و لطف سے ضرور بہرہ ور ہوں گے لیکن فرمایا یہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ کسی لحہ و لحظہ بھی یہ میرا قرب حاصل کریں یہ آخرت میں بھی ناکام و نامراد ہوں گے کیونکہ لعنت فی الاخرۃ کا معنی ہی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے جنت جیسی نعمت عظمیٰ سے محروم کردیے جائیں گے۔

جب انہیں اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے محروم کردیا ہے تو کسی کو یہ قوت و طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ انہیں قیامت کے دن قرب خداوندی کے جلوؤں میں بٹھا سکے۔

علامہ ابن تیمیہ لعنت کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے دور کردے مزید بر آں فرماتے ہیں۔

کہ اللہ جل شانہ دنیا و آخرت میں اپنی رحمت واسعہ سے سوائے کافر و مشرک کے کسی کو محروم نہیں کرتا جبکہ مومن کی یہ شان ہے وہ ہر لحہ رحمت خداوندی کے قرب و حضور کا متلاشی و سرگرداں رہتا ہے اس لئے وہ مباح الدم نہیں ہو سکتا کیونکہ خون اور زندگی کی حفاظت کی، عظیم رحمت و برکت اسے باری تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کی جان و مال محفوظ و مامون ہے اور استحقاق لعنت سے بھی بچا رہا جبکہ لعنت تو ملعون کو مستحق قتل بناتی ہے۔

اس کی تائید ہمیں حضور ﷺ کے فرمان اقدس سے ملتی ہے۔

**و من لعن مومنا وھو کقتلہ**

(صحیح بخاری، کتاب الاداب، ۲:۸۹۳)

جس نے کسی بھی مومن پر لعنت کی تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے اسے قتل کیا۔

مزید بر آں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

**فاذا کان اللہ قد لعن ھذا فی الدنیاوالاخرۃ فھو کقتلہ فعلم ان قتلہ مباح**

(الصارم المسلول، ۴۱:۴۲)

جب اللہ جل شانہ نے دنیا و آخرت میں (گستاخ رسول ﷺ) پر لعنت فرمائی تو یہ ایسے ہی ہے جیسے صفحۂ ہستی سے اسے مٹانا اور قتل کرنا ہے پس یہ بات معلوم ہوئی کہ (شاتم رسول) مباح الدم ہے۔

امام شوکانی ”فتح القدیر“ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

**و جعل ذالک فی الدنیا و الاخرۃ لتشملھم اللعنۃ فیھما بحیث لا یبقی وقت من اوقات محیاھم و مماتھم الا واللعنۃ واقعۃ علیھم و مصاحبۃ لھم**

(فتح القدیر، ۴:۳۰۳)

دنیا و آخرت میں لعنت اس لئے کی تاکہ یہ ان پر دونوں جہاں میں اس طرح حاوی ہو جائے کہ ان کی زندگی اور موت کے اوقات میں سے ہر لحہ



ان پر واقع ہو رہی ہو اور ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔

گویا یہ لوگ اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد کسی بھی لحہ رحمت خداوندی کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ اذیت رسول ﷺ سے متعلق جو قول و فعل ان سے صادر ہوا ہے اس کی پاداش میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمت الٰہی سے دور سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور ان کے مقدر میں اب رحمت خداوندی سے دوری و بعد ہے قرب نہیں۔

## ارتکاب اہانت رسول ﷺ پر رسوا کن عذاب

اللہ رب العزت نے شاتمان رسول ﷺ کی سزا کو فقط لعنت یعنی اپنی رحمت سے محرومی پر ہی محصور نہیں کیا بلکہ انہیں ذلیل و رسوا کرنے والے شدید عذاب کی بھی وعید سنائی اور ارشاد فرمایا۔

**وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا**

(الاحزاب، ۳۳:۵۷)

اور ان کے لئے (اس نے) ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ایسے بدبخت و بدطینت افراد جو رسول مکرم ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچاتے ہیں انہیں اللہ تبارک تعالیٰ بھی ذلالت و رسوائی سے بھرپور شدید عذاب دے گا جس سے ان کا تکبر و نخوت، بغاوت و سرکشی اور ان کا سارا غرور ختم ہو کر رہ جائے گا اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر و نصیب بن کر رہ جائے گی۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں "واعد لھم" (ان کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے) کا کلمہ ارشاد فرمایا گیا یہ کلمہ بذات خود ایک تاکید ہے اس لئے جب کوئی آقا اپنے غلام کو حالت غیض و غضب میں بغیر کسی تیاری کے سزا و عذاب دیتا ہے تو ممکن ہے یہ اس عذاب سے کم ہو جو پہلے ہی سے تیاری و آمادگی کے ساتھ دیا جائے پس جونہی غضب و خفگی زائل ہو گی توں ہی عذاب و سزا کا بھی ازالہ ہو گا مگر جو عذاب پوری تیاری و آمادگی کے ساتھ دیا جائے گا اس کے اثرات و نقوش انمٹ ہوں گے اور کبھی ختم نہ ہوں گے یہی

وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے گستاخان رسول کے لئے پہلے ہی سے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ بات صرف عذاب تک ہی ختم نہیں کی بلکہ مزید تاکید فرمائی کہ وہ عذاب 'عذاب مھین' ہے جو ذلالت و رسوائی اور رذالت و حقارت کی پستیوں میں گرانے والا ہے۔

## "عذاب مھین" سے مراد

عذاب مھین بڑی ہی تکلیف دہ، اذیت رساں اور دردانگیز سزا کو کہتے ہیں جو مجرم کو ہر جگہ ذلیل و خوار کر کے رکھ دے اور اس کے وجود کو اتنی تکلیف پہنچائے کہ دوسرے بھی عبرت حاصل کرنے لگ جائیں۔

یہ ایک عام لفظ ہے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کئی جرائم اور گناہوں کے ضمن میں اس کا استعمال ہوا ہے اس کا معنی و مفہوم ہر جگہ کتاب و سنت کے سیاق سباق کے حوالے سے متعین کیا جاتا ہے یعنی اس کا کوئی متعین معنی نہیں ہے کہ جہاں بھی یہ استعمال ہو تو اس سے ماہیت کے اعتبار سے (Qualitatively) اور کمیت کے اعتبار سے (Quantitatively) ایک ہی طرح کی سزا مراد لی جائے گی بلکہ اس کا مفہوم اور اطلاق (Implication) سیاق و سباق کے حوالے سے متعین ہو گا اور اس میں جرم کی سنگینی (gravity) اور اس کی سطح کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

لیکن یہ امر قطعی اور طے شدہ ہے کہ جب یہ لفظ اہانت رسول ﷺ کی سزا کے سلسلے میں بولا جائے گا تو اس سے فقط سزائے موت (Capital Punishment) ہی مراد ہو گی کوئی اور سزا نہیں البتہ یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ اس سے وہ سزائے موت مراد ہے جو آگ میں جلا کر دی جائے قرآن و سنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ قرآن پاک نے صرف یہ بتایا ہے کہ جو شخص اہانت رسول ﷺ کا مرتکب ہو اسے قتل کر دیا جائے اور اس سے خدا کی زمین پر زندہ رہنے کا حق چھین لیا جائے عذاب مھین کا تعلق صرف اسی سزا سے ہے طریق نفاذ یعنی (Mode of Execution) سے نہیں اس لئے یہ دعویٰ غلط ہے کہ اسے جلا کر سزائے موت دینا مراد ہے۔



## اہانت رسول ﷺ اہانت الٰہی ہے

یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضور ﷺ کی توہین و تنقیص در حقیقت اللہ رب العزت کی اہانت ہے زیر بحث آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ نے اس بات کو بڑے جامع اور حسین و شستہ انداز میں ثابت کیا ہے اور یہ عنوان "من اذی الرسول فقد اذی اللّٰہ" قائم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

**انہ قرن اذاہ باذائہ کما قرن طاعتہ بطاعتہ**

(الصارم المسلول، ۴۰)

کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت کے ساتھ متصل کیا جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔

قرن کا معنی جوڑ دینا، باہم ملا دینا آتا ہے اسی سے اقتران ہے اس سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور ﷺ کو اذیت دینا، خود اس کی ذات کو اذیت دینے کے مترادف ہے اور یہ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ اسی بات کی مزید توضیح و تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

**فمن اذاہ فقد اذی اللّٰہ تعالیٰ وقد جاء ذالک منصوصا عنہ ومن اذی اللّٰہ فھو کافر حلال الدم یبین ذالک ان اللّٰہ تعالیٰ جعل محبۃ اللّٰہ ورسولہ ورضاء اللّٰہ ورسولہ وطاعۃ اللّٰہ ورسولہ شیأ واحدا**

(الصارم المسلول، ۴۰)

پس جس نے حضور اکرم ﷺ کو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی یہ بات منصوص ہے کہ جو اللہ کو اذیت دیتا ہے وہ کافر ہے اور حلال الدم یعنی واجب القتل ہے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنے رسول ﷺ کی محبت کو اور اپنی رضا اور اپنے رسول ﷺ کی

رضا کو اپنی اطاعت اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو ایک ہی شئے بنایا ہے

اس سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب مذکورہ بالا ہر نسبت کو ایک ہی نسبت اور شئے بنایا ہے تو اب شرک نہ رہا شرک تو تب ہوتا جب ایک جیسی دو اشیاء ہوں اسی لئے یہاں بات ہی یہ کی جا رہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مابین پائی جانے والی نسبتیں ہرگز دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ شرک کے لئے دو کا ہونا ضروری ہے تب جا کر شرک متحقق ہوتا ہے۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہ اپنے مذکورہ بالا استدلال پر قرآن حکیم سے دلیل و حجت پیش کرتے ہوئے اور محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کی نسبت واضح کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ نقل کرتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(التوبہ، ۹: ۲۴)

(اے رسول ﷺ آپ ان لوگوں سے) فرما دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے لوگ اور وہ مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تم کو خوف ہے اور وہ مکانات جو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور (خوب سمجھ لو) اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالی نے اپنے اور رسول ﷺ کے مابین نسبت اطاعت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا



اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

(آل عمران، ۳: ۱۳۲)

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

(النساء، ۴: ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔

اسی طرح رسول ﷺ اور اپنے مابین نسبت رضا کو بھی ایک ہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ

(التوبہ، ۹: ۶۲)

اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اسے راضی کیا جائے۔

آیت مقدسہ میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کا ذکر ہے۔ عام قاعدہ و اصول ہے کہ جب بات دو کی ہو رہی ہو تو ضمیر تثنیہ (دو) کی استعمال ہوتی ہے۔ اس وقت "اسے" نہیں بلکہ "انہیں" کہتے ہیں۔ "اسے" کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب بات ایک فرد واحد کی ہو رہی ہو لیکن قرآن اس مقام پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ (دو ہستیوں) کا ذکر کرنے کے باوجود واحد کی ضمیر "یرضوہ" استعمال کر رہا ہے کہ اسے راضی کریں۔

امام ابن تیمیہ نے اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا "**فوحد الضمیر**" کہ اللہ جل شانہ نے "ان یرضوہ" میں ضمیر واحد کی استعمال کی حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ذکر چونکہ دو کا ہو رہا ہے اس لئے تثنیہ کی ضمیر استعمال کرتے ہوئے "**واللہ ورسولہ احق ان یرضوھما**" کہا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے لیکن ایسے نہیں فرمایا گیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اے باری تعالی! ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے کہ "**ان یرضوھما**" کہا جاتا لیکن آپ نے ایسا کیوں نہیں فرمایا تو اسلوب قرآن سے

جواب ملتا ہے اسی فرق و امتیاز کو تو مٹانا چاہتا ہوں یہ دوئی جو تم نے میرے اور میرے محبوب ﷺ کے درمیان ڈال رکھی ہے اسی کو تو ختم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایسا کہنے سے میری رضا و خوشنودی اور شئے ثابت ہوگی۔ میرے محبوب ﷺ کی رضا و خوشنودی اور شئے' حالانکہ میری رضا میرے محبوب ﷺ کی رضا ہے۔ میرے محبوب ﷺ کی رضا میری رضا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کرام ؓ کی بیعت کو اپنے دست اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

**اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ**
(الفتح' ۴۸:۱۰)

(محبوب ﷺ) بے شک وہ لوگ جو آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

یہاں پر "**انما**" کلمہ حصر ہے جس کا مفاد اس بات کی صراحت کرنا ہے کہ وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ جل شانہ کے دست اقدس پر ہی بیعت کر رہے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کو باری تعالی کا اپنی بیعت قرار دینا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حق الہی اور حق رسول ﷺ میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ بایں وجہ اس بیعت کو عین حق اللہ کے طور پر لازم ٹھہرایا گیا ہے۔

اس تصور کی وضاحت' قرآن نے ایک اور مقام پر اس طرح فرمائی ہے۔

**یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ** (الانفال' ۸:۱)

(محبوب ﷺ) آپ سے غنیمتوں کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی ہیں۔



اس آیہ کریمہ میں بھی مال غنیمت کے باب میں رسول ﷺ کا حق عین اللہ کے حق کے طور پر فائق و برتر قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مابین نسبت اذیت و مخالفت کا تعلق یوں بیان کرتے ہیں۔

**وجعل شقاق اللہ ورسولہ ومحادۃ اللہ ورسولہ واذی اللہ ورسولہ ومعصیۃ اللہ ورسولہ شیئا واحدا**
(الصارم المسلول' ۴۰)

اور اللہ نے اپنی اور اپنے رسول (ﷺ) کی مخالفت و مخاصمت' اپنی اور اپنے رسول (ﷺ) کی اذیت و تکلیف' اپنی اور اپنے رسول (ﷺ) کی معصیت و نافرمانی کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔

اپنے اس استدلال کے ماخذ کی طرف ان آیات کریمہ کے ذریعے اشارہ کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

**ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ**
(الانفال' ۸:۱۳)

یہ (کافروں کو مارنا) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالی اور اسکے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی۔

معصیت رسول ہی معصیت الہی ہے۔ خود قرآن اس پر شاہد و ناطق ہے۔

**وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ**
(النساء ۴:۱۴)

جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے۔

اس کے بعد امام ابن تیمیہ حق الہی اور حق رسول ﷺ کی آپس میں نسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**فی ھذا وغیرہ بیان لتلازم الحقین**

اس میں اور اسکے علاوہ دیگر مقامات میں دونوں حقوق کا لازم وملزوم ہونا

پایا جاتا ہے۔

یعنی دونوں کے حقوق کے مابین نسبت وحدت اور ایک ہی حق ہونے کا بیان ہے۔ اور اس طرح

**وان جهة حرمة الله تعالىٰ ورسوله جهة واحدة**
(الصارم المسلول، ۴۱)

اور یہ کہ اللہ کی عزت وحرمت اور اس کے رسول (ﷺ) کی عزت وحرمت کی جہت ایک ہی جہت ہے۔

یعنی اللہ کی عزت وعظمت، تعظیم وتکریم اور اس کے رسول ﷺ کی عزت وعظمت اور تعظیم وتکریم کی جہت ونسبت ایک ہی ہے۔ مزید بر آں

**فمن اذى الرسول فقد اذى الله ومن اطاعه فقد اطاع الله، لان الامة لا يصلون ما بينهم وبين ربهم الا بواسطة الرسول**
(الصارم المسلول، ۴۱)

جس نے رسول (ﷺ) کو تکلیف واذیت دی اس نے یقیناً اللہ کو تکلیف واذیت دی اور جس نے آپ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی کیونکہ امت آپ (ﷺ) کی وساطت اور وسیلے کے بغیر ہرگز اللہ کو نہیں پا سکتی۔

امت کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ رسالتمآب ﷺ کے واسطۂ ووسیلہ کے بغیر رب کی کامل معرفت وشناسائی حاصل کرے اور وہ تعلق وربط قائم کرے جو بندے اور رب کے مابین ہوتا ہے اس تعلق کو استوار کئے بغیر اللہ کا فضل وکرم، لطف واحسان، رحمت وقرب، صراط مستقیم کی ہدایت حتی کہ دین اسلام اور ہر وہ شئی جو رب اور بندے کے درمیان موجود ہے نصیب نہیں ہو سکتی گویا امت حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر اللہ کو نہیں پا سکتی بارگاہ الوہیت میں حضوری ورسائی در حقیقت اللہ جل شانہ کی معرفت وشناسائی سے بہرہ یاب ہونے کی واضح علامت ہے اس نعمت کا حصول تبھی ممکن ہے جب انسان ہر چیز سے ناطہ وتعلق توڑ کر صدق دل اور اخلاص کے ساتھ



دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر جھک جائے اور اس در سے کامل وابستگی ورسائی ہی معراج انسانیت ہے۔

واسطۂ رسالت ﷺ کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

**ليس لاحد منهم طريق غيره ولا سبب سواه وقد اقام الله مقام نفسه فى امره ونهيه واخباره وبيانه**
(الصارم المسلول، ۴۱)

کسی شخص کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ تک رسائی کا کوئی راستہ اور سبب حضور ﷺ کے سبب وواسطہ کے سوا نہیں ہے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے مقام ومنصب پر، حکم دینے، منع کرنے اور بیان کرنے (یعنی چھپی ہوئی چیزوں کو بے نقاب کرنے میں) اور خبر دینے میں، فائز کیا ہے۔

شریعت کے اوامر ونواہی، حلال وحرام، فرض وواجب، سنت ومستحب، اور غیب وحضور کی خبر واطلاع، قرآن کے معانی ومعارف، اسرار وحکم اور آیات قرآنی کے عملی اطلاقات سے مخلوق خدا کو آگاہ کرنا، اللہ جل شانہ کے عطا کردہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ رب العزت نے ان تمام چیزوں کے حقائق سے حضور نبی اکرم ﷺ کو باخبر وآگاہ کرکے ان میں آپ ﷺ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ اس بنا پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے مابین سوائے خالق ومخلوق، عبد ومعبود ہونے کے باقی فرق وامتیازات قائم کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے آخر پر بیان کرتے ہیں۔

**فلا يجوز ان يفرق بين الله ورسوله فى شئى من هذه الامور**
(الصارم المسلول، ۴۱)

ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان فرق کرنا جائز نہیں ہے۔

باب---۸

# اہلِ ایمان کو

# اذیت

# دینے سے ممانعت

## ایذاء مومنین ایذاء رسول ہے

وہ لوگ جو اہل ایمان کے لئے کسی وجہ وسبب کے بغیر تکلیف واذیت رسائی کا باعث بنتے ہیں' ان کی عزت وعصمت' حرمت وعظمت پر حملہ آور ہوتے ہیں تو وہ اپنے سر کھلا گناہ لیتے ہیں یوں وہ درحقیقت اپنی جانوں پر بذات خود ظلم وستم کرتے ہیں اور اپنے دامن کو حسد وبغض اور عداوت ودشمنی کی بنا پر داغدار کرتے ہیں اور خود کو فسق وفجور اور گناہوں کے قعر مذلت میں گراتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

(الاحزاب' ۳۳:۵۸)

اور جو لوگ مومن مرد اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کچھ کیے ایذاء پہنچائیں تو وہ جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے نبی پر درود وسلام بھیجتا ہے اور اپنی ایذاء کو اپنے رسول ﷺ کی ایذاء سے جدا نہیں کرتا بلکہ اپنے رسول ﷺ کی ایذاء کو اپنی ہی ایذاء قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو اس چیز سے آگاہ کردیا ہے کہ اگر تم ان احکام واوامر کو بجالاؤ جن کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور میری سنت پر چلتے ہوئے تم بھی میرے رسول ﷺ پر درود وسلام بھیجو پھر تمہیں بھی یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ

**لا ينفك ايذائكم عن ايذاء الرسول فيأثم من يوذيكم لكون**

تمہاری ایذاء رسول اللہ (ﷺ) کی ایذاء سے جدا نہیں ہوگی۔ پس جو

**ایذائکم ایذاء الرسول کما ان ایذائی ایذائہ**

(تفسیر کبیر، ۲۵:۲۲۹)

تمہیں ایذاء دے گا وہ گناہگار ہوگا اس لئے کہ تمہاری ایذاء رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذاء ہے جیسے کہ میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایذاء میری ایذاء ہے۔

یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ اہل ایمان کو اذیت و تکلیف، دکھ و درد اور رنج والم پہنچانا در حقیقت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اسی تصور کو خود آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے یوں واضح کیا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

**اللہ، اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ یوشک ان یاخذہ**

(ترمذی: کتاب المناقب، ۲:۲۲۶)

یعنی میرے صحابہ کے حق میں اللہ تعالی سے ڈرنا میرے بعد ان کو اپنے قبیح کلام کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے انہیں ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی قریب ہے کہ اللہ اسے عذاب میں مبتلا کردے۔

اس کی وجہ بڑی واضح ہے کہ ان مبارک ہستیوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف صحابیت کی نسبت حاصل تھی جس نے انہیں کائنات انسانیت میں



بزرگ و برتر اور افضل و اعلیٰ بنادیا۔ جس کسی نے بھی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حالت ایمان میں آپ کا دیدار کیا تو اسے شرف صحابیت کی یہ عظیم نسبت حاصل ہوگئی اور اسے وہ تمام حقوق بھی مل گئے جو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی رفعت شان کے حوالے سے ارشاد فرمائے۔ اس بنا پر زندگی میں ہر لحہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و ادب اور احترام و تکریم کا خیال رکھنا عین ایمان ہے بلکہ صحابہ کرام کے ادب و احترام کا لحاظ رکھنا بھی کمال ایمان ہے اور انہیں قول و فعل اور دیگر ذرائع میں سے کسی بھی طرح سے اذیت پہنچانا حرام ہے۔

## اذیت کے اطلاقات میں فرق

اہل ایمان کو اذیت و تکلیف پہنچانے میں پس پردہ حسد و بغض، عداوت و دشمنی اور عناد و کینہ کے عوامل کار فرما ہو سکتے ہیں۔ مخالفین ہر طریق و روش پر پاک دامن اہل ایمان کو بہر صورت اذیت و تکلیف پہنچانے پر کمربستہ رہتے ہیں۔ باوجود اس کے انہوں نے کوئی قول و فعل اور نہ کوئی ایسا گناہ و جرم کیا ہے جس کی پاداش میں یہ کسی کی اذیت و تکلیف کے مستحق ٹھہریں غرضیکہ کسی علت و سبب کا سرے سے وجود نہ بھی ہو پھر بھی بدبخت و حرماں نصیب افراد اس حقیقت سے شناسائی کے باوجود انہیں اذیت پہنچانے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

**بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا**

(الاحزاب، ۳۳:۵۸)

(جو مومن مرد اور مومن عورتوں کو) بغیر ان کے کچھ کئے ایذاء پہنچائیں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سابقہ آیت (۵۷) میں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کو کسی صفت سے مقید نہیں کیا بلکہ مطلق رکھا جو اس امر کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہمیشہ بغیر کسی سبب کے پہنچائی جائے گی اس کی کوئی علت اور وجہ نہیں ہوگی جبکہ اہل ایمان کو جو اذیت و تکلیف پہنچائی جائے گی وہ کبھی بطور حق کے اور کبھی بغیر حق کے ہوگی۔ مذکورہ بالا آیت

کریمہ کا اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے ہر اس مومن پر اطلاق ہو گا جسے بغیر کسی وجہ کے ناحق اذیت دی جائے گی جبکہ "کسب" کی صورت یہ ہے کہ کوئی فرد بشر خلاف شرع قول و فعل کرے جس کی بنا پر اس پر حد اور تعزیر کا نفاذ حق شرع ہونے کی وجہ سے واجب ہو جائے۔

یہ نکتہ واضح رہے کہ جبتک کوئی احکام شرعیہ سے کھلا انحراف و تجاوز نہ کرے اس وقت تک وہ محفوظ و مامون رہے گا لیکن جوں ہی شریعت کی حدود کا پاس نہ کرتے ہوئے تجاوز کرے گا تو وہ حد و تعزیر کا مستحق ٹھہرے گا اس پر حد کا نفاذ لازم ہو جائے گا اور حد کے قیام کے نتیجے میں اسے جو اذیت و تکلیف پہنچے گی وہ اصلاً اذیت نہ ہوگی کیونکہ یہ تو مضروب کے حال کی اصلاح و درستگی کے لئے ضروری تقاضا تھا جو پورا ہو رہا ہے تاکہ وہ آئندہ کسی قسم کی گستاخی و اہانت کا ارتکاب نہ کرے اور اس طرح کا کوئی مذموم فعل اس سے سرزد نہ ہونے پائے۔

## موذی کی سزا میں فرق

بعض کینہ پرور افراد نے بغیر کسی سبب کے اہل ایمان کو اذیت پہنچانے کی روش اختیار کر لی ہے اور اسے اپنا مقصد زیست بنا لیا ہے انہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے کہ وہ اس طرز عمل سے نیکی و پارسائی کا کوئی کام نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ یوں اپنے دامن کو بہت بڑی بدنامی و بہتان اور گناہ عظیم سے آلودہ کر رہے ہیں۔

قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا

فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا — وہ جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

(الاحزاب، ۳۳:۵۸)

بہتان کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جائے جو اس نے سرے سے کہی ہی نہ ہو۔ اس مقام پر قرآن نے اہل ایمان کو ایذاء دینے والوں کے اس طرز عمل کو نہ صرف بہتان بلکہ اثم مبین کہا کہ یہ ایسا گناہ ہے جو بڑا ظاہر اور واضح ہے اس میں کسی قسم کا شک ہی نہیں۔



علامہ ابن تیمیہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

**انه فرق بين اذى الله ورسوله وبين اذى المومنين والمومنات فجعل على هذا انه "قد احتمل بهتانا واثما مبينا" وجعل على ذلك اللعنة فى الدنيا والاخرة واعد له العذاب المهين ومعلوم ان اذى المومنين قد يكون من كبائر الاثم وفيه الجلد وليس فوق ذلك الا الكفر والقتل**

(الصارم المسلول، ۴۱)

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اذیت اور اہل ایمان کی اذیت میں قرآن نے فرق بیان کیا۔ اہل ایمان کی ایذاء پر کہا اس (مجرم) نے جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا جبکہ اذیت رسول (ﷺ) پر کہا کہ دنیا و آخرت میں اس پر لعنت ہو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہ بات معلوم ہوئی کے اہل ایمان کو ایذاء دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے اور اس میں سزا کوڑے مارنا ہے اور اس کے اوپر کا جرم صرف کفر ہی ہے جس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔

جب ہم زیر بحث آیت اور سابقہ آیت (۵۷) کا ان کے مفہوم کے اعتبار سے موازنہ کرتے ہیں تو ان دونوں آیات میں اذیت کا عمل ایک ہی نظر آتا ہے۔ پہلی آیت میں اذیت باللہ اور اذیت بالرسول (ﷺ) کا ذکر ہے جبکہ دوسری میں اذیت بالمومنین کا بیان ہے۔ قرآن حکیم نے ان دونوں کی سزا کو جدا جدا الفاظ اور حکم سے بیان کیا ہے۔ دونوں امور کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کیا ہے اور نہ سزا بیان کرتے ہوئے انداز اسلوب ایک رکھا ہے بلکہ اذیت الٰہی اور اذیت رسول ﷺ کے مرتکب کے لئے دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلت آمیز عذاب کی وعید سنائی ہے اور اسے قتل کرنا واجب قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس اذیت بالمومنین کے ارتکاب کو بہت بڑا گناہ اور بہتان تراشی قرار دیا ہے۔ اس جرم کی پاداش میں مجرم کو کوڑے مارنے کی سزا رکھی ہے۔

## سزامیں وجہ امتیاز

اہل ایمان کا درجہ و مقام ادب و احترام، تعظیم و تکریم اور قدر و منزلت حقوق کے حوالے سے ذاتی ہے جبکہ اولی الامر کا درجہ قانونی اور (Official Capacity) میں آتا ہے اور پھر رسول ﷺ کا درجہ و مقام ان سب سے بلند و بالا ہے۔ بایں وجہ وہ براہ راست خدا کی عطا کردہ قوت کا مختار ہے یعنی اسے Direct Recipient of Divine Authority کا مقام حاصل ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ایک Direct Agency کی ہے جس کی بنا پر وہ ساری قانونی (Legislative) اور آئینی (Constitutional) اختیارات (Authorities) اللہ تبارک و تعالیٰ سے لے رہا ہے اور پھر آگے بطور قادر مطلق کے نمائندہ کے Being Representative of God Almighty ان کی وضاحت (Interpret) کر رہا ہے اس بنا پر رسول اللہ ﷺ کی حیثیت و مرتبہ جدا اور ممتاز ہے جبکہ اولی الامر حضور ﷺ سے بحیثیت آپ کے نائب ہونے کے اپنے اختیارات (Authorities) حاصل (Derive) کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے جب حضرت ابو بکر صدیقؓ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو بعض لوگوں نے آپ کو یوں مخاطب کیا "یا خلیفۃ اللہ" یعنی "اے اللہ کے خلیفہ و نائب" اس کا مطلب یہ بنتا ہے گویا آپ اپنا اختیار (Authority) براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل (Derive) کر رہے ہیں۔

اس پر آپؓ نے فرمایا

لست خلیفۃ اللہ ولکنی خلیفۃ رسول اللہ (تاریخ الخلفاء، ۷۸)

میں اللہ کا نائب نہیں بلکہ میں رسول اللہ کا نائب ہوں۔

یعنی مجھے اختیار (Authority) براہ راست (Directly) اللہ سے نہیں ملا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کی وجہ سے ملا ہے جبکہ براہ راست اختیار (Directly Authority) اللہ رب العزت سے رسول اللہ ﷺ کو ہی ملتا ہے



پھر رسول سارے اختیارات (Authorities) کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے کیونکہ اللہ اور مخلوق کے مابین حقیقتاً رسول کے سوا کوئی اور واسطہ ہے ہی نہیں۔

اس بنا پر اگر کوئی نبوت و رسالت سے نچلے درجے کی توہین و تنقیص کا مرتکب ہو گا تو اس کی سزا جلد یعنی کوڑے مارنا ہوگی جو عدالت وقت اپنی صوابدید پر دس (۱۰) سے سو (۱۰۰) کوڑوں تک مقرر کر سکتی ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی اذیت واہانت کی بات ہوگی تو اس صورت میں اہانت و گستاخی اور اذیت رسول ﷺ کا فعل انسان کو گناہ کبیرہ میں نہیں بلکہ دائرہ کفر میں لے جائے گا نتیجتاً کافر ہونے کے ساتھ مباح الدم اور واجب القتل ہو جائے گا، اس سزا میں کوئی بڑی سے بڑی عدالت عالیہ اور اسلامی حکومت و ریاست سوئی کی نوک کے برابر بھی کمی و تخفیف نہیں کر سکتی بایں وجہ یہ سزا بطور حد ہے۔

## بالواسطہ اذیت رسول ﷺ کے مرتکب کی سزا

قرآن حکیم نے جہاں حضور ﷺ کی ذات اقدس کو اذیت پہنچانا حرام قرار دیا ہے وہاں ہر وہ ذات جو آپ ﷺ کے ساتھ تعلق و نسبت رکھتی ہے اسے اذیت پہنچانا بھی حرام قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

(الاحزاب، ۳۳: ۵۳)

اور (خوب یاد رکھو) یہ تمہارے لئے جائز و زیبا نہیں کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف دو (تم کوئی ایسی بات کرو جو حضور ﷺ کو ناگوار گزرے یہ منافقوں اور کافروں کا شیوہ ہے) اور نہ یہ کہ ان کی ازواج مطہرات سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بے شک اللہ کے نزدیک یہ بڑا (گناہ) ہے۔

اس مقام پر بڑے واضح انداز میں امت کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا ہے کہ تمہارے لئے ہرگز اس چیز کی اجازت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آرام و راحت میں مخل ہو اور نہ ہی آپ کے لئے تکلیف و اذیت کا باعث بنو۔ بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے کی خواہش و آرزو ہو تو آداب حضوری کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے پیکر ادب بن اظہار مقصد کرو۔ در اقدس پر بغیر اجازت کے نہ کبھی آؤ اور نہ ہی بلا مقصد وہاں ٹھہرے رہو۔ ازواج مطہرات کے ساتھ بلا حجاب نہ گفتگو کرو اور نہ ہی آپ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ قیامت تک کبھی نکاح کا تصور بھی کرو۔ اس کی ایک وجہ وعلت یہ ہے کہ **ان ذلکم کان عنداللہ عظیما** اللہ رب العزت کے ہاں یہ سوچ اور طرز عمل گناہ عظیم اور صریح گستاخی و بے ادبی ہے۔

امام خازنؒ آیت کریمہ کے اس حصے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کو گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے کہ

**هذا من تعظیم اللہ لرسولہ وایجاب حرمتہ حیا ومیتا**
(تفسیر خازن، ۵:۲۳۵)

اس سے اللہ رب العزت کا اپنے رسول کو تعظیم و توقیر عطا کرنا اور آپ کی عزت وحرمت کو آپ کی حیات مبارکہ میں اور بعد از وصال واجب قرار دینا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات کا مقام و منصب دین اسلام میں امہات المومنین کا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں یہ بات مسلم ہے کہ اولاد کا ماؤں کے ساتھ نکاح مطلقاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس بنا پر ان کی عزت وحرمت، عظمت وتقدس، اور ادب واحترام کی محافظت تقاضۂ ایمان ہے۔

آیت کریمہ میں لفظ "ابدا" ارشاد فرمایا گیا ہے جو ابدیت و ہمیشگی کا مقتضی ہے جبکہ اسے اگر ازواج مطہرات کے نکاح کے ساتھ خاص کیا جائے تو صاف ظاہر ہے،



حضور ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سے کسی کی زیادہ سے زیادہ عمر ۳۰ سال تک ہوئی اور سب سے آخری وصال حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ کربلا کے بعد ہوا اس لئے لفظ "ابدا" کے معنی و مفہوم کا کامل اطلاق یوں ہو گا کہ اے امت مسلمہ کے افراد تم کبھی بھی حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا ظاہری حیات مبارکہ میں اور بعد از وصال نکاح کر کے آپ کو اذیت نہ دینا کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے اور نہ ہی کبھی قیامت تک ازواج مطہرات کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرنا اور نہ کوئی نازیبا و نامناسب کلمہ کہنا بایں وجہ وہ تمہاری مائیں ہیں اگر تم نے کبھی بھی ان کی شان میں کوئی اہانت آمیز طرز عمل اپنایا تو یہ حضور ﷺ کو بالواسطہ طور پر اذیت و تکلیف پہنچانے کے مترادف ہو گا اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی گستاخی و گناہ اور جرم عظیم ہے۔

## ناموس اہل بیت کا اصل سبب

اہل بیت کو عزت و توقیر، تقدس و حرمت سب کچھ حضور ﷺ کی نسبت سے ملا ہے اس لئے آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا

**احبونی بحب اللہ واحبوا اہل بیتی بحبی**
(ترمذی، ابواب المناقب: ۲۲۰)

مجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب سے محبت کرو۔

اسی طرح حسنین کریمینؓ کی اپنے ساتھ نسبت و تعلق اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

**عن ابوهریرةؓ یقول الحسن والحسین ابنای من أحبهما احبنی ومن احبنی احبه اللہ ومن احبه اللہ ادخله الجنة ومن ابغضهما ابغضنی ومن ابغضنی ابغضه اللہ ومن ابغضه اللہ ادخله النار**
(المستدرک، ۳:۱۶۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے

اللہ سے محبت کی اللہ اسے جنت میں
داخل کرے گا اور جس نے حسنؓ اور
حسینؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے
بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض
رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور
جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ اسے
دوزخ میں داخل کرے گا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ محبت رسول ﷺ کا وہ تصور جو آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں تھا وہ بعد از وصال بھی ہمیشہ سے اسی طرح قائم ودائم ہے اور یوں ہی بغض وعداوت اور دشمنی وعناد رسول ﷺ کی روش بھی قائم ہے' یہی طرز عمل ازواج مطہرات' اہل بیت عظام اور خلفائے راشدین کے لئے بھی پایا جاتا ہے پس جو کوئی ان ذوات مقدسہ کی بے ادبی وگستاخی کرتا ہے وہ دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے دونوں جہاں میں نہیں بچ سکے گا۔

قرآن حکیم میں ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
(الاحزاب' ۳۳:۳۲)

اے نبی کی ازواج تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

دنیا میں بے شمار عورتیں اپنی عزت وعظمت' تقویٰ وطہارت اور صالحیت وروحانیت کے اعتبار سے ایک دوسری سے فائق وبرتر ہوں گی مگر ازواج مطہرات کے مقام ومرتبے' فضیلت وحیثیت کو قیامت تک کوئی خاتون نہیں پہنچ سکتی کیونکہ انہیں حضور ﷺ کی زوجیت کی ایسی عظیم نسبت وشرف حاصل ہے جس نے انہیں پورے عالم نسوانیت میں بے مثال وبے نظیر اور افضل وبرتر بنا دیا ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے ان کی عزت وتکریم اور ادب وتعظیم بھی درحقیقت حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم اور ادب واحترام ہی متصور ہوگا اور ان کی توہین وتحقیر بھی خود حضور ﷺ کی توہین وتنقیص شمار ہوگی۔



## نسبت مصطفےٰ ﷺ کی قدر واہمیت

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے ایمان کا مرکز ومحور ذات مصطفےٰ ﷺ ہی ہے اور اسی واسطے سے ہمیں نہ صرف توحید کی معرفت وشناسائی ہوئی بلکہ قرآن حکیم کی صورت میں ابدی ہدایت ربانی بھی میسر آئی اور قیامت تک بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے والا دین اسلام بھی ملا غرضیکہ سب کچھ آپ کے توسل سے ملا ہے حتی کہ ہمیں زندگی وجان بھی آپ ہی کی وجہ سے نصیب ہوئی ہے تو اب کیونکر آقائے دوجہاں ﷺ ہماری جانوں کے مالک اور ان پر زیادہ حقدار نہ ہوں' اہل ایمان کے اسی عقیدے کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ
(الاحزاب' ۳۳:۶)

نبی ایمان والوں کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ (یا نبی مومنوں کی جان کا زیادہ حقدار ہے) اور اس نبی کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

اس آیہ کریمہ نے اہل ایمان کو اس حقیقت سے آگاہ کردیا ہے کہ اس کائنات میں ایک ایسی ہستی بھی ہے جو تمہیں اپنی عزت وآبرو' جان ومال' جاہ ومنصب اور دنیا کی محبت وہوس غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہونی چاہیے۔ اس کی عزت وحرمت' ادب وتعظیم اور توقیر واحترام کا حق تمہیں اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر مقدم ہونا چاہیے کیونکہ اسی کے دم قدم سے تمہیں وجود زیست ملا ہے۔ سو اس بنا پر وہی ہستی ہی تمہاری جانوں پر زیادہ حقدار ہے۔

آپ کی نسبتِ تعلق کی ہی وجہ سے آپ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں اور اسی نسبت مصطفےٰ ﷺ نے ہی قیامت تک انہیں معزز ومکرم اور واجب تکریم واحترام بنایا ہے۔ اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں کیسے ہیں؟ یہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر

قیامت تک جملہ مومنین کے باپ ہیں آپ کا حق اہل ایمان پر ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ جسمانی اور نسبی باپ کی نسبت نبی و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق کئی درجے فائق و برتر ہے۔ نبی کی حیثیت روحانی مربی و باپ کی ہے اس لئے نبی کی ازواج مطہرات' قیامت تک ہمارے لئے واجب التعظیم ہیں اور ان کی حیثیت ماں کی ہے۔

○

## باب---۹

# گستاخی واہانت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## اعمال منافقین کی عدم قبولیت کی وجہ

منافقین ظاہرًا خود کو بہت متقی و پرہیزگار، نیک و پارسا کہلواتے تھے اور بزعم خویش خود کو بڑا دانا اور عقلمند بھی سمجھتے تھے اور یوں پس پردہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہوئے اسلام کے خلاف سازشوں میں لگے رہتے، دل ہی دل میں اسلام دشمنی میں جل جل کر مختلف قسم کی ریشہ دوانیوں میں مصروف کار رہتے، اسلام کے عظیم مشن کو پھلتا پھولتا دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے اور اپنے باطل مفادات کے تحفظ کے لئے خود کو اسلامی معاشرے کا فرد ثابت کرنے کے لئے ظاہری طور پر اسلامی اعمال کو بھی بجالاتے مگر ان کی ادائیگی کماحقہ تمام تر تقاضوں سے نہ کرتے یوں ان کے اعمال شرف قبولیت تک رسائی نہ پاتے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَامَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ○

(توبہ، ۹:۵۴)

اور ان (منافقوں) کے خرچ (صدقات) کے قبول ہونے سے کوئی (اور) چیز مانع نہیں سوائے اسکے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور (یہ ان کی قلبی حالت ہے جبکہ ان کی ظاہری حالت یہ ہے کہ) نمازوں میں بے رغبتی کے ساتھ آتے ہیں اور اللہ کی راہ میں بد دلی سے خرچ کرتے ہیں۔

اس آیہ مقدسہ میں اللہ رب العزت نے تین امور ذکر فرمائے ہیں جن کی وجہ سے منافقین کے اعمال بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتے۔

## وجہ اول

منافقین دل سے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے سے نہ صرف انکاری ہیں بلکہ گستاخی و اہانت کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ یہاں یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ عہد رسالتمآب ﷺ میں جو منافقین ہوئے وہ اصلاً یہودی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور انبیاء علیہم السلام، فرشتوں، قیامت، دوزخ، جنت ان سب امور کے قائل تھے۔ ان کا انکار فقط رسالت مصطفوی ﷺ کے لئے تھا جسے وہ دل کی گہرائیوں سے تسلیم نہ کرتے تھے اور یوں وہ حضور ﷺ کو بحیثیت نبی و رسول ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ربوبیت و الوہیت کا بھی انکاری قرار دے دیا اور انہیں آگاہ و متنبہ کر دیا میرے محبوب ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے تم میری ربوبیت و الوہیت کے منکر بھی ہو رہے ہو۔ اب تمہارے سارے اعمال غارت گئے، ان سے تمہیں کچھ فائدہ و نفع حاصل نہ ہو گا۔ بایں وجہ جب ایمان کی بنیاد و جڑ ہی خراب ہے تو شاخوں پر سبزہ اور قبولیت کے شگوفے اور کونپلیں کیسے اُگ سکتی ہیں۔

## وجہ ثانی

منافقین کے اعمال کی عدم قبولیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نمازیں انتہائی سستی و غفلت، بے رغبتی و بوجھل دل سے ادا کرتے ہیں اور ثواب و جزاء، آخرت کے عذاب کے خوف و ڈر، اللہ کی رضا و خوشنودی اور اطاعت و بندگی کی خاطر سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے بلکہ یہ ظاہری نمود و نمائش، ریاکاری اور دکھلاوے کے لئے نماز ادا کرتے اور اس خدشے کے پیش نظر بھی کہ لوگ نماز کی عدم ادائیگی پر ان کی مذمت نہ کریں کہ یہ خود کو اسلامی معاشرے کا فرد کہلواتے ہیں جبکہ اسلامی معاشرے کے ہر ہر فرد پر عائد ہونے والے احکام و اوامر کی سرے سے پابندی ہی نہیں کرتے۔ اس رد عمل



سے بچنے کے لئے مجبوراً بڑے ہی بوجھل دل سے جہاں کہیں لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا وہیں نماز ادا کر لیتے اور تنہا ہوتے تو نماز ترک کر دیتے، درحقیقت ایمان کی لذت و چاشنی سے محروم ہونے کی وجہ سے ان کو نمازوں میں کیف و سرور نہ آتا، اس لئے نہ چاہتے ہوئے نمازوں کی طرف آتے اور پھر ان کا نماز کو قصداً سستی و غفلت اور بوجھل دل سے ادا کرنے کا فعل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ نماز کی ادائیگی کو فرض نہیں سمجھتے گویا کہ یہ سرے سے نماز کی فرضیت ہی کے انکاری ہیں اس لئے انہیں کافر قرار دیدیا۔

آیت کریمہ میں لفظ "کُسَالٰی" آیا ہے جس کے معنی سستی و کاہلی اور غفلت کے ہیں جو اس امر پر صراحتاً دال ہے کہ کفر تھکا دینے والا، سست اور غافل کر دینے والا ہے جبکہ اس کے برعکس ایمان مستعد، تروتازہ، چست اور سرگرم رکھنے والا ہے۔ مومن اور کافر کی پہچان ہی یہی ہے کہ کافر، اللہ کی نہ صرف رضا و خوشنودی سے ہی غافل رہتا ہے بلکہ اس کا سرکش و باغی اور نافرمان بھی رہتا ہے جبکہ اس کے برعکس مومن ہر وقت اللہ کی رضا کا متلاشی رہتا ہے۔ خوف و ڈر اسے فقط اللہ ہی کا ہوتا ہے وہ دنیا کی کسی بھی بڑی سے بڑی طاقت سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ ہر لمحہ و لحظہ ایک نئی شان و آن کے ساتھ رہتا ہے اور احکام الٰہی کے لئے سراپا تعمیل بن جاتا ہے۔ دین اسلام کی سربلندی اور غلبہ حق اس کا مطمح نظر اور مقصد حیات بن جاتا ہے اور آقائے دوجہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم اور عزت و ناموس کی محافظت و پاسبانی نہ صرف اس کے فرائض میں شامل ہو جاتی ہے بلکہ وہ اس کی ادائیگی کے لئے بھی بے تاب رہتا ہے۔ گستاخ رسول کی بحکم الٰہی گردن زنی کرتا ہے حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے اپنی جان پر بھی کھیل کر ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی ذمہ داری ادا کرتا ہے۔

## وجہ ثالث

منافقین صدقات و خیرات کے نام پر جو چیز بھی بظاہر خرچ کرتے ہیں وہ خوش دلی و مسرت اور فرحت و شادمانی سے نہیں بلکہ مجبوراً کرتے ہیں، ان کے انفاق کی غرض

اللہ رب العزت کی اطاعت و فرمانبرداری، رضاو خوشنودی ہرگز نہیں بلکہ پس پردہ کسی دنیاوی غرض وہوس اور مصلحت کی کار فرمائی ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ راہ انفاق پر رواں دواں رہتے ہیں مگر جب کسی کی عبادت میں یہ صفت رذیلہ آجائے تو وہ عبادت بے فائدہ و بے سود ہو کر رہ جاتی ہے۔

منافقین چونکہ صلوٰۃ وانفاق کو ثواب وجزاء، خوف وخشیت الٰہی کے تصور سے بے نیاز ہو کر ادا کرتے ہیں اس لئے نمازیں ان کے جسموں کو تھکا دینے کا باعث ہیں اور انفاق ان کے مال کے ضیاع کا سبب ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اعمال صالحہ میں سے دو بڑے عمل ذکر کئے ہیں۔ ایک نماز جو اعمال بدنیہ میں سے سب سے افضل واشرف عمل ہے اور دوسرا انفاق جو کہ اعمال مالیہ میں سے سب سے افضل واعلیٰ عمل ہے۔ منافقین ان اعمال سے دلی بیزاری ونفرت کا ثبوت دے کر سارے اعمال صالحہ کا بھی انکار کر رہے ہیں اور یوں وہ خود کو ظلمت کدہ کفر میں دھکیل رہے ہیں۔

## منافقین کی الزام تراشی

منافقین اپنے برے ارادوں کی وجہ سے اس بات کے متلاشی رہتے کہ کسی نہ کسی طریق سے آقائے دوجہاں ﷺ کو تکلیف واذیت پہنچائی جائے۔ اگر آپ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو اس میں عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہ کرنے کا الزام لگاتے۔ جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

**وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ**

(توبہ، ۹:۵۸)

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ آپ پر خیرات کے بانٹنے (کے سلسلہ میں طعن کرتے ہیں۔ (ان کا یہ طعن و تشنیع تو خود غرضی کی بنا پر ہے) پس اگر ان کو اس (مال غنیمت) میں سے کچھ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں



اور اگر اس میں سے کچھ نہ ملے تو بگڑ جاتے ہیں۔

غرضیکہ یہ اپنی بدبختی وحرماں نصیبی کی وجہ سے حضور ﷺ کی شان عطا وبخشش میں عیب جوئی کرتے ہیں جو صریحی گستاخی ہے۔ مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ "**يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ**" کے کلمات حضور ﷺ کی شان اقدس میں صریحی گستاخی واہانت پر دلالت کرتے ہیں۔

الدکتور زرزور نے "**المختصر فی تفسیر القران**" میں اس آیت کی تفسیر کے تحت "**یلمزک**" کا معنی بیان کیا۔

**یلمزک ای یھمزک ویعیبک ویطعن علیک**

یعنی وہ آپ پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور آپ کی شان عطا میں عیب لگاتے ہیں اور آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

(المختصر فی تفسیر القرآن، ۱۵۶)

اس الزام تراشی کی بنیاد واساس ان کی مفاد پرستی وخود غرضی، حرص ولالچ اور ہوس نفس ہے جس کی بنا پر ان کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ صدقات وخیرات کی تقسیم اگر انکی خواہش و آرزو کے عین مطابق ہو جائے تو خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود تو حصول دنیا ہے جبکہ دین سے ان کا حقیقی تعلق وناطہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ علاوہ ازیں یہ اپنی دنیوی خواہشات کی تکمیل پر اس قدر فرحاں ہوتے ہیں کہ اس کے بعد کسی نوعیت کے طعن و تشنیع اور عیب ونقص کا آپ کو نشانہ وہدف نہیں بناتے لیکن اس کے برعکس اگر انہیں صدقات میں سے کچھ کم وتھوڑا ملے یا اس قدر نہ ملے جس سے ان کے نفوس خوش ہو سکیں تو پھر آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی واہانت کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں اور عیب جوئی والزام تراشی شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے غیظ وغضب کا آپ کو فقط اس لئے نشانہ بناتے ہیں کہ ان کی مذموم خواہش نفس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

مذکورہ آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور

ﷺ فتح حنین کے بعد مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے والوں کی تالیف قلب کی خاطر کچھ زیادہ جود و سخا اور کرم نوازی کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ اس پر حرقوص بن زہیر جس کا لقب ذوالخویصرہ تھا کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

**فقال یارسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذلم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل**

(صحیح البخاری، کتاب المناقب:۵۰۹)

اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ انصاف کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں نے انصاف نہ کیا تو پھر انصاف کون کرے گا۔ میں ناکام ونامراد اور خسارے میں پڑا اگر میں انصاف نہ کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر تھے جونہی آپ نے اس گستاخ وبدبخت کو بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی وگستاخی کرتے ہوئے دیکھا تو آپ سے اس کی یہ جرأت ودیدہ دلیری برداشت نہ ہو سکی، فوراً عرض کرنے لگے۔

**فقال عمر یارسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ**

(صحیح البخاری، کتاب المناقب:۵۰۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اس کے متعلق اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔

حضور ﷺ نے مصلحتاً اپنے حق میں بذات خود تصرف فرماتے ہوئے وقتی طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس گستاخ کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔

**فقال لہ دعہ**

آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر اسے چھوڑ دو۔

البتہ اس موقع پر قیامت تک اپنی امت کو ایسے گستاخوں کی علامات اور حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا



**فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم یقرء ون القران لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ**

(صحیح البخاری، کتاب المناقب:۵۰۹)

اس شخص کے ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانے گا اور اپنے روزے ان کے روزوں کی نسبت حقیر جانے گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے

گویا مذکورہ علامات کے سبب انہیں بخوبی آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے یہ صوم وصلوٰۃ اور تلاوت کلام پاک کے اس قدر پابند ہونگے کہ عامۃ الناس ان کی کثرت عبادت وریاضت دیکھ کر متعجب اور ششدر ہوں گے لیکن حقیقتاً دین کے ساتھ ان کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا۔ غرضیکہ یہ حقیقت آشکار کردی کہ یہ ظاہراً زبان سے اسلام کے اقراری ہونے کے ساتھ ساتھ دل سے اس کے ماننے والے اور تسلیم کرنے کے دعویدار بھی ہیں۔ بزعم خویش خود کو بڑا متقی وپرہیزگار اور پارسا سمجھتے ہیں، تم ان کی اس ظاہری نمود ونمائش سے بھرپور پرہیزگاری کا مشاہدہ کرکے ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ ان سے شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی کی جسارت نہیں ہو سکتی۔

## تقاضائے ایمان۔ تسلیم ورضا

جن لوگوں نے عجلت اور تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی تقسیم وعطا پر اعتراض ونکتہ چینی اور الزام تراشی وعیب جوئی کے سلسلے کا آغاز کیا اگر یہ صبر واستقامت، تسلیم ورضا اور بخشش وعطائے مصطفوی ﷺ پر قناعت کرتے تو یہ چیز ان کے ایمان واعتقاد کے حوالے سے زیادہ بہتر ہوتی اگرچہ اس صورت میں مال غنیمت کم ہی ملتا لیکن اس روش وطریق پر ان کے ایمان کی سلامتی ومحافظت کا سامان موجود تھا جبکہ اس سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے سے ایمان کا ضیاع یقینی ہے۔ گویا حضور

ﷺ کی عطاء و بخشش پر دل و جان سے راضی ہونا نہ صرف تقاضائے ایمان بلکہ عین ایمان بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○

(توبہ ۹: ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے دیگا اور اس کا رسول (اس فضل ربی کا وسیلہ ہوگا) ہمیں تو اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

علامہ اسماعیل حقیؒ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ

"اللہ رب العزت کے اسم مبارک کا یہاں ذکر، حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم بڑھانے کی خاطر ہے اور اس حقیقت سے آگاہ کرنا بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جو عمل بھی بجا لایا ہے وہ حکم الٰہی کی تعمیل میں کیا ہے۔ اس لئے اس پر کسی قسم کے اعتراض و نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہی حکمت و مصلحت کے موافق و ہم آہنگ ہے اس لئے فعل رسول ﷺ ہی صائب ہے۔"

(تفسیر روح البیان، ۳: ۴۵۲)

علاوہ ازیں اس آیت کریمہ کا اسلوب قابل توجہ ہے بالخصوص یہ الفاظ "سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ" یہاں "سَيُؤْتِيْنَا" کا فاعل اول اسم جلالت "اللہ" ہے اور فاعل ثانی "رسولہ" اس اعتبار سے معنی یہ ہوا کہ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہمیں اپنے فضل سے دیں گے۔ یہاں "من فضلہ" کی حقیقتاً نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے مگر اللہ رب العزت نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی جہت کو جدا جدا دو جہتیں تصور نہیں فرمایا بلکہ یہاں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے مابین نسبت



فضل کو ایک ہی جہت قرار دیا ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کو سابقہ آیت ۵۸ کے بعد لانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ منافقین اور شان رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کو متنبہ کیا جائے کہ اے عقل و دانش سے عاری، نادانو! حضور ﷺ کی شان بخشش و عطا پر اعتراض اور زبان طعن دراز کرتے ہو اور آپ کی طرف سے عیب و گستاخی کو منسوب کرتے ہو تم ذرا سوچو تو سہی، غور و تدبر، عقل و دانش سے کام تو لو یہ فعل رسول ﷺ جس پر تم اعتراض کرتے ہو یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ایک ہی فعل ہے، یہ عطا و بخشش بھی دونوں ذوات مقدسہ کی ایک ہی ہے، دونوں کا فضل و کرم بھی ایک ہی شئے ہے۔ یہ ہرگز جدا جدا اور الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ نصوص قرآنی اس بات پر شاہد ہیں اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت زبان طعن دراز کرنا درحقیقت اللہ ہی پر زبان طعن دراز کرنے کے مترادف ہے۔

## دلوں میں اہانت رسول ﷺ کا مرض

منافقین کوئی موقع ضائع کئے بغیر آقائے دوجہاں ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچانے کے لئے کمربستہ رہتے، اسلام کی سرعتِ فروغ پذیری، ترویج و اشاعت کو دیکھ کر حسد کرتے، اس کی عظیم ابھرتی ہوئی طاقت کو گزند پہنچانے کے لئے منصوبہ بندی کرتے، ارشادات نبوی ﷺ کا استہزاء و مذاق اڑاتے، آپ ﷺ کے علم اور شان بخشش و عطا پر انگشتِ اعتراض بلند کرتے، اہل ایمان پر تہمتیں اور الزامات لگاتے، غزوات کے موقع پر لشکر اسلام میں جھوٹی افواہوں کے ذریعے بزدلی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے۔ یوں طرح طرح کی سازشیں کرتے ان میں پس پردہ کار فرما علت یہ تھی کہ ان کے دلوں میں بجائے تعظیم و احترام، محبت و عشق رسول ﷺ کے بے ادبی و گستاخی، مخالفت و اہانت اور بغض و عداوت رسول ﷺ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

منافقین اور جن کے دلوں میں (بے

قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

ادبی و گستاخی رسول ﷺ کی) بیماری ہے جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑایا کرتے ہیں (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے۔

(الاحزاب '۳۳:۶۰)

منافقین جس وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچاتے تھے اس حقیقت کو قرآن حکیم نے آشکار کردیا یہ فعل شنیع ان کی سیرت و کردار میں عادت ثانیہ اس لئے بن گیا تھا کہ وہ روحانی طور پر بیمار تھے۔ ان کے دلوں میں توہین رسالت اور منافقت کا مرض پل رہا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے بطور وعید ان منافقین کو آگاہ کردیا کہ سرزمین مدینہ کی پاک و معطر فضاؤں کو اپنے قلبی روگ کی وجہ سے توہین و گستاخی رسول ﷺ سے مکدر نہ کرو اپنے اس رویے اور طرز عمل سے توبہ کرلو۔

غرضیکہ منافقین کا یہ طریقہ کار تھا کہ جب بھی حضور ﷺ اہل ایمان کو جہاد کی تیاری اور مختلف سرایا کی طرف بھیجنے کا ارشاد فرماتے تو یہ منافقین و گستاخان رسول اہل ایمان کے دلوں میں حضور ﷺ کے فرمان و حکم کے خلاف وساوس پیدا کرتے اور انہیں حکم رسول ﷺ کی نافرمانی و معصیت کے لئے برانگیختہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے' انہیں یہ باور کراتے کہ تم تعداد اور قوت کے لحاظ سے اپنے دشمن سے کمزور و ناتواں ہو جبکہ تمہارا دشمن بہت زیادہ سامان حرب سے لیس و مسلح ہے۔ ان حالات میں اگر تم اس کے مدمقابل ہوئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے' شکست و ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے گا حتی کہ دشمن نہ صرف تم پر غالب آئے گا بلکہ اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بھی بنائے گا۔ غرضیکہ اس طرح منافقین اپنے گھناؤنے کردار کی وجہ سے کذب و افتراء اور جھوٹی و من گھڑت خبریں پھیلاتے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے قلبی مرض کی وجہ سے اہل ایمان کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بجائے انتشار و افتراق اور برائی کو فروغ دینے کی سعی لاحاصل بھی کرتے تھے۔



## گستاخ رسول کے لئے زمین کی تنگی

منافقین اور گستاخان رسول اگر اپنے اس اہانت آمیز رویے' طرز عمل اور گھناؤنے کردار سے باز نہ آئیں اور اپنے جرم و گناہ سے تائب نہ ہوں تو پھر بطور وعید ان کے لئے ارشاد فرمایا

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

ہم آپ کو ان کی تباہی پر مسلط کردیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے۔

(الاحزاب '۳۳:۶۰)

یہاں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ ہم آپ کو قوت و غلبہ اور رعب و دبدبہ عطا کریں گے انہیں مغلوب و محکوم کردیں گے یہاں تک وہ اسلامی ریاست مدینہ میں چند لمحے بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی' سرزمین مدینہ کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جائے گا یہاں تک کہ انہیں زندہ بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ "الا قلیلا" مگر بہت تھوڑی مدت کے لئے جبتک اسلامی قوانین (Islamic Law) کے نفاذ (Implementation) کا عمل (Process) مکمل نہیں ہو جاتا۔

## گستاخان رسول کے قتل عام کا حکم

اللہ تبارک و تعالی جس طرح اپنی نسبت شرک کو کسی صورت میں گوارا نہیں کرتا اور اس گناہ و جرم کے مرتکب کو کبھی بھی معاف نہیں فرماتا اسی طرح اپنے رسول ﷺ کی بے ادبی' گستاخی اور اہانت و تحقیر کرنے والے کا وجود بھی کائنات ارضی پر برداشت نہیں کرتا تا آنکہ صفحۂ ہستی سے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ علاوہ ازیں اسے ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود بھی قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا

پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور جان سے ذلت کی موت مارے جائیں۔

(الاحزاب '۳۳:۶۱)

یعنی یہ وہ بدکردار و بدسیرت لوگ ہیں جو میرے محبوب ﷺ کو اذیت دیتے ہیں۔ اس جرم و تقصیر کی وجہ سے اللہ کے فضل و کرم، لطف و عنایت اور رحمت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ہر طرف سے دھتکارے ہوئے اور راندہ درگاہ ہیں کیونکہ یہ اہانت و گستاخی رسول ﷺ پر اصرار کرتے ہیں۔ سو ایسے حرماں نصیبوں کے لئے روئے کائنات پر ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اس لئے اے امت مصطفوی ﷺ کے افراد تم انہیں جہاں اور جس وقت بھی پاؤ وہیں ان کا سر تن سے جدا کر دو اور انہیں چن چن کر قتل کر دو۔

اس آیہ کریمہ نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کے لئے عذاب مھین کا معنی بھی متعین کر دیا ہے کہ ایسے بے ادب کو قتل کر دینے سے ہی تعذیب و اہانت کے معنی کا کامل اطلاق میسر آ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ آیت کریمہ میں "قتلوا تقتیلا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ کلام عرب میں جب فعل کے ساتھ اس کا مصدر ذکر کر دیا جائے تو اسے مفعول مطلق کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے کلام میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس فعل کی بجا آوری کا حکم دیا جا رہا ہے اسے اتنے بھرپور اور احسن طریقے سے ادا کیا جائے کہ حق فعل کی ادائیگی میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے۔

جیسے ارشاد ربانی ہے۔

**سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** — سلام بھیجو جس طرح سلام بھیجنے کا حق ہے۔
(الاحزاب، ۳۳:۵۶)

اور اسی طرح ارشاد فرمایا

**كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا** — موسیٰؑ نے اللہ سے کلام کیا جس طرح کلام کرنے کا حق ہے۔
(النساء، ۴:۱۶۴)

بعینہ اسی طرح یہاں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

**قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا** — انہیں چن چن کر اس طرح قتل کر دو جس طرح قتل کرنے کا حق ہے۔
(الاحزاب، ۳۳:۶۱)



یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہاں "قتلوا" ثلاثی مجرد کا فعل ارشاد نہیں فرمایا بلکہ "قُتِّلُوْا" ثلاثی مزید فیہ ذکر کیا ہے۔ بایں وجہ کہ ثلاثی مجرد "قُتِلُوْا" کے معنی میں شدت و زیادتی میں کچھ کمی و تخفیف ہوتی ہے جبکہ ثلاثی مزید فیہ میں زیادتی الفاظ کی وجہ سے معنی میں بھی زیادتی پائی جاتی ہے اور یوں اس کے معنی میں شدت غیض و غضب مزید آشکار ہوتا ہے کہ گستاخان رسول ﷺ جہاں اور جس وقت مل جائیں انہیں گرفتار کیا جائے تاکہ ان کی تکبر و نخوت سے اکڑی ہوئی گردن تن سے اڑا دی جائے۔

اسلامی ریاست میں کسی کی جان و مال، عزت و عصمت کی محافظت و پاسبانی اللہ کی رحمت میں شمار ہوتی ہے۔ ناحق کسی کی جان تلف نہیں کی جاتی اور کسی کا معصوم الدم ہونا بھی اللہ کی رحمت کے باعث ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس کسی کی جان و مال، عزت و آبرو کی محافظت کی ذمہ داری کا رفع ہو جانا بہت بڑی ذلت و رسوائی ہے۔ حتی کہ یہ حکم آ جائے کہ جہاں اور جب ملیں انہیں چن چن کر قتل کر دیا جائے یہاں تک ان کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے بسبب اس کے کہ انہوں نے بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے آداب کو نہ صرف پامال کیا ہے بلکہ بے ادبی و گستاخی اور اہانت و تنقیص رسالت کا ارتکاب بھی کیا ہے یوں منافق و کافر ہوئے، ان کی جان اور مال کے تحفظ کی ان کے حوالے سے اسلامی ریاست کی ذمہ داری بھی ختم ہوئی، معصوم الدم ہونے کے شرف سے محروم ہو کر مباح الدم ہوئے لہٰذا انہیں تلاش کیا جائے جہاں اور جس جگہ ملیں انہیں اس طرح قتل کیا جائے کہ حق قتل کے تمام تقاضے ادا ہو جائیں، دوسروں کے لئے یہ عمل نشان عبرت بن جائے، حتی کہ اسلامی ریاست میں اس جرم اور رویے (Behaviour) کا کلیتاً خاتمہ ہو جائے۔

## گستاخان رسول کا خاتمہ سنت الٰہیہ ہے

ابتدائے آفرینش سے ہی نیکی و بدی، خیر و شر کا تصادم جاری و ساری رہا ہے۔ باطل نے ہر موقع پر حق کو دبانے و کچلنے اور مٹانے کی سعی لاحاصل کی، گھٹیا سے گھٹیا تر طریقے بھی اختیار کئے لیکن حق کا پرچم ہمیشہ سربلند رہا۔ انبیاء علیہم السلام دعوت حق

پہنچانے کا فریضہ بحسن وخوبی ہر دور میں ادا کرتے رہے۔ باطل قوتیں ہمیشہ مزاحمت کرتی رہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے کردار کشی کا ہتھیار بھی استعمال کرتی رہیں۔ ہر نوعیت کی اذیت و تکلیف اور سازشی منصوبہ بندی میں مصروف کار رہیں۔ مگر ہر چال چلنے کے باوجود بھی ناکامی ان کا مقدر بنی رہی 'امم سابقہ میں سے جب بھی کسی نے انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس میں گستاخی واہانت کا ارتکاب کیا تو اللہ رب العزت نے اسے دنیا میں ہی نہ صرف ذلیل ورسوا کیا بلکہ اس کا وجود تک ختم کردیا اور آخرت میں اسے دردناک عذاب میں بھی مبتلا کیا گویا یہ سنت الٰہیہ ازل سے جاری ہے اور تاابد جاری رہے گی اور اب عصر حاضر میں بھی شان رسالتمآب ﷺ کی بے ادبی وگستاخی اور اہانت وتنقیص میں' جو افراد بھی مرتکب ہوں انہیں چن چن کر قتل کرنا' صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان کاصفایا کرنا یہ اسی سنت الٰہیہ کا تسلسل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا
(الاحزاب '۳۳: ۶۲)

(اور) اللہ کا تو یہی دستور ان (منافقین اور کفار) کے بارے میں بھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (چلا آرہا ہے) اور آپ اللہ کے کسی دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔ (نہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ سکے نہ یہ بچ سکیں گے)

یہ اللہ رب العزت کا وضع کردہ اٹل وحتمی قانون ودستور ہے جو ہر دور میں رائج رہا ہے وہ لوگ جو پہلے زمانے میں گزرے ان میں جو بدطینت وبدبخت ہوئے ان کا حشر بھی یہی ہوا اور اسی طرح اس دور میں بھی جو لوگ گستاخ رسول ہوں گے ان کا حشر وانجام بھی پہلے جیسوں کا سا ہو گا۔

## کیا اہانت رسول کے مرتکب کے لئے موقع ہے

یہاں ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا "لئن لم ینتہ" کے تحت توبہ کا



کوئی موقع ملنا چاہئے یا کہ نہیں۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کرلی جائے' یہ وارننگ اسلامی ریاست کے قیام سے پہلے کی تھی۔ جب اسلامی ریاست معرض وجود میں آگئی تو اس ریاست کے باشندے ہونے کے ناطے بصورت حکم قرآن ہر کسی کو یہ موقع ووارننگ مل چکی ہے کیونکہ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں خود کو مسلمان کہلا کر بھی گستاخی واہانت رسول سے نہ رکیں اور نہ ہی کلیتاً اس طرز عمل سے تائب ہوں تو یہی افراد ہی اللہ کی رحمت سے محروم اور لعنت کے مستحق ہوں گے اور "قتلوا تقتیلا" کا مصداق بن کر سزا کے حقدار ٹھہریں گے ان پر حد کا نفاذ بہر صورت ہو گا۔

گویا قرآن حکیم میں اس حکم کے آجانے کے بعد ایسے افراد کے لئے اب معافی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ کبھی ایسے ہوتا ہے کہ وقت (Time Factor) موقع بن جاتا ہے اور کبھی تنبیہ (Warning) بذات خود موقع بن جاتی ہے

اس بات کو ہم حدیث رسول ﷺ سے ثابت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی امت کے احوال واعمال سے آگاہ فرمایا ان کی صورتیں وشکلیں مجھ پر پیش کی گئیں جیسے حضرت آدمؑ کے سامنے پیش کی گئیں تھیں۔ میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور کون میری نبوت ورسالت کا انکار کرکے کفر وضلالت کی راہ اختیار کرنے والا ہے۔

پس یہ بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے از راہ استہزاء ومذاق کہا کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں میں ان لوگوں کو جانتا جو مجھ پر ایمان نہ لانے والے اور میری نبوت ورسالت کا انکار کرنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ میں انہیں بھی جانتا ہوں جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے حالانکہ ہم صبح وشام ان کے ساتھ رہتے ہیں دل سے اسلام قبول بھی نہیں کیا لیکن وہ ہمیں تو جانتے ہی نہیں۔ جب منافقین اور گستاخان رسول کی یہ بات حضور نبی کریم ﷺ کے علم میں آئی تو آپ منبر پر تشریف لے آئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر بڑے پر جلال انداز میں ارشاد فرمایا۔

**مابال اقوام طعنوا فی علمی لا تسألونی عن شئی فیما بینکم و بین الساعۃ الا نبأتکم بہ**

اس قوم کا کیا حال ہو گا جو میرے علم میں طعن کرتی ہے۔ (اس لئے اب) تم مجھ سے ہر اس شئے کے متعلق پوچھو جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے میں ضرور تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

(تفسیر خازن '۱: ۳۸۲)

اس ارشاد کے بعد عبداللہ بن حذافہ السہمی جن کے نسب پر لوگ شک کا اظہار کرتے تھے، کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، اس کے بعد چہرہ نبوت ﷺ پر غضب و جلالت کے آثار دیکھتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، کھڑے ہوئے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے سچا دین ہونے قرآن کے کتاب ہدایت ہونے اور آپ کے سچے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں معاف کر دیں، ہم سے درگذر فرمائیں۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

**فھل انتم منتھون فھل انتم منتھون**

کیا اب تم رکو گے؟ کیا اب تم رکو گے؟

(تفسیر خازن '۱: ۳۸۲)

مطلب یہ تھا کہ کیا اب بھی میرے علم کے متعلق اور میری ذات کے بارے میں ایسا کلام اور اعتراض کسی کی زبان پر آئے گا۔

گویا دو مرتبہ "**فھل انتم منتھون**" کے کلمات ارشاد فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آج کے بعد ایسی گستاخی و بے ادبی مت کرنا، اس طرز عمل سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے پہلا موقع ہے آئندہ اس کا کبھی بھول کر بھی ارتکاب نہ کرنا۔ چونکہ **منتھون** کے مخاطب اس وقت دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک منافقین، جو اہانت و گستاخی کا ارتکاب کر چکے تھے ان کے لئے اس کا معنی یہ تھا "اب اس واقعہ کے بعد ایسی گستاخی



ہرگز کبھی نہ کرنا۔" جبکہ دوسرے وہ جنہوں نے پہلے کبھی بھی اس طرح کی سرے سے بات کی ہی نہ تھی ان کے لئے اس کا معنی یہ تھا کہ آج کے بعد کبھی بھی اس مسئلے پر زبان نہ کھولنا گویا ان کے لئے شروع ہی سے رک جانے کا حکم تھا۔

## آیت کریمہ کے ذریعے ممانعت بذات خود ایک موقع ہے

منافقین بظاہر کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ یہ اصلاً و نسلاً یہودی تھے۔ دنیوی مفادات کے حصول کے لئے انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ ان کی شمولیت سے قبل اسلام میں باقاعدہ جماعت منافقین کا وجود نہ تھا صرف دو ہی طبقے تھے۔ ایک اہل ایمان اور دوسرے کافر و مرتد۔ اہل ایمان میں سے کوئی فرد بشر گستاخی و اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرے تو وہ اسی حد کو پہنچے گا بایں وجہ قرآن میں اہانت و گستاخی رسول ﷺ کے جرم کا حکم وارد ہو چکا ہے۔ گویا اب یہ آیہ مقدسہ بذات خود موقع و تنبیہ (Warning) بن گئی ہے لہٰذا اب اس فعل کا مرتکب قطعی و حتمی طور پر حد اور تعذیر کا ہی مستحق ہو گا۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس بار مجھے معاف فرما دیں یہ میرا پہلا موقع ہے میں اپنے اس گناہ سے تائب ہوتا ہوں، آئندہ کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا۔ اس طریق سے تو کبھی بھی سزا کی نوبت نہیں آ سکتی۔

ائمہ و فقہا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر توہین کی نوعیت رسالتمآب ﷺ سے متعلق نہ ہو تو پھر "**لئن لم ینتہ**" کے تحت توبہ کا موقع دیا جائے گا توبہ کر لے تو معاف کر دیا جائے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔

لیکن اگر توہین و تنقیص کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو اور یہ عمل اذیت رسول ﷺ کا باعث ہو تو اس بات کو پہلی سے مستثنیٰ کر کے فقہاء کرام کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں توبہ کا ہرگز موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ بطور حد قتل کیا جائے گا۔ ایسے بے ادب و گستاخ کی توبہ بھی سرے سے قبول ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ "**ھی اعظم ارتداد**" یہ ارتداد عظیم اور بہت بڑا ناقابل معافی گناہ ہے۔

امام شافعی"، امام مالک" اور امام احمد بن حنبل" کی اس بات پر تصریح موجود

ہے کہ اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ مقبول ہو گی۔ گویا وہ پہلی وارننگ کے بعد ہی ارتکاب جرم کر رہا ہے۔

## گستاخ رسول کا قتل عین شرعی تقاضا ہے

مذکورہ بحث سے یہ بات بخوبی عیاں ہوئی کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی و گستاخی اور توہین و تنقیص کا ارتکاب کرنے والے شخص کو قتل تک پہنچانا عین شرعی و فقہی تقاضا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر کسی نے حملہ کیا، پتھر مارے، گالیاں دیں اور طعن و تشنیع کے تیر برسائے لیکن آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے حق میں بذات خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا، تو حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ عمل اہل ایمان کے مابین حسن سیرت کی تعلیم قرار پایا نہ یہ کہ وہ حق رسول ﷺ میں تصرف کرتے ہوئے گستاخ نبی کو معاف و درگزر کرنے کی روش اختیار کریں۔

بایں وجہ کوئی فرد بشر سرور کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرے، اس فعل کا کسی بھی امتی یا اسلامی ریاست کو پتہ چل جائے اور وہ بغیر قیام حد کے اسے معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہرگز نہ ہو گا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہو گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت، عظمت و تقدس اور ادب و احترام کی محافظت و پاسبانی امت مسلمہ کی دینی و ایمانی ذمہ داری میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں حضور نبی کریم ﷺ نے اگر کسی کو بذات خود معاف فرما بھی دیا تو یہ آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اسے معاف کرنے کا آپ ﷺ کو بذات خود تو اختیار حاصل ہے لیکن ایک امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی گستاخ و بے ادب حضور ﷺ کی اہانت و تنقیص کرے تو امتی حضور ﷺ کے حق خاص میں از خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کرتا پھرے اور اس سے درگذر کرے، امت کے لئے یہ کسی بھی صورت میں جائز ہی نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا



ایمان بھی ضائع ہو جائے گا۔

## منافقوں اور گستاخوں کی سزا جہنم ہے

دین اسلام جب ہدایت و روشنی کا آفتاب بن کر چمکا تو کفار و منافقین نے اس روشنی واجالے کو ختم کرنے کے لئے سعی لاحاصل شروع کر دی۔ اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت و طاقت کے خلاف کھلی اور خفیہ سازشوں میں مصروف کار ہو گئے۔ حتیٰ کہ دین اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کا واضح انکار کر دیا تو اللہ رب العزت نے ان کو بطور وعید یہ پیغام سنایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

(توبہ ۹:۶۸)

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے کافی (سزا) اور (مزید برآں) ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے مستقل دائمی عذاب ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ رب العزت نے کافروں و منافقوں اور گستاخانِ رسول کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے "**خلود فی النار**" کی وعید سنائی ہے، اس بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چھ تاکیدات کے ساتھ بیان کیا ہے جنہیں ہم ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔

## پہلی تاکید

"**وعد اللہ**" "اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے۔" وعد کا معنی ہے کہ نفع و نقصان پہنچانے کی خبر قبل از وقوع دینا، عموماً نفع کی خبر کو وعدہ اور نقصان کی خبر کو وعید کہتے ہیں لیکن اہل عرب لفظ وعد کو معنی خیر اور شر دونوں میں استعمال کرتے ہیں جیسے **وعدتہ خیرا او وعدتہ شرا** مگر اس مقام پر وعید کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ رب العزت ایک عام انسان کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ وعدہ کرے اور پھر وفا نہ کرے۔ تو جب عام فرد کا وعدہ سے ہٹ جانا اللہ تبارک وتعالیٰ کو گوارا نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا کہ جس بات کا وہ بذات خود وعدہ کرے پھر (معاذ اللہ) اس سے انحراف کرے۔ اس لئے "**وعد اللہ**" کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار ومنافقین اور گستاخان رسول کے ساتھ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کا جو وعدہ کیا ہے وہ بہر طور پورا ہو گا، کافر اپنے کفر کی وجہ سے منافق وگستاخ، رسول اللہ ﷺ کی اہانت وتنقیص کی وجہ سے اللہ کے وعدے کے مطابق جہنم میں جائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے منافقین کا کفار کے ساتھ باہم متصل ذکر کر کے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ منافقین چھپے ہوئے اور کفار کھلے دشمن ہیں یعنی چھپے ہوئے کافر کھلے کافر کی طرح مذہباً ایک ہی ہیں۔ ان میں سے کوئی مومن نہیں کسی کی بخشش ومغفرت بھی نہ ہو گی اور نہ ہی کوئی ان میں سے جنت میں داخل ہو گا۔

## دوسری تاکید

"**خلدین فیھا**" یہ منافق وگستاخ اور کافر اپنے برے اعمال وافعال کی سزا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہ کر بھگتیں گے۔ یہ انداز اسلوب قرآن مجید میں بہت زیادہ مدت، دوزخ میں رہنے کے لئے بھی استعمال ہوا ہے کہ طویل عرصہ دوزخ میں گزارنے کے بعد بالآخر گناہگاروں کی بخشش ومغفرت ہو جائے گی مگر چونکہ یہاں یہ کفار ومنافقین کے لئے استعمال ہو رہا ہے اس لئے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار ومنافقین ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ہی رہیں گے۔ دوزخ ان ہی کے لئے بنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ان کا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا بہت بڑا عذاب ہے۔

## تیسری تاکید

"**ھی حسبھم**" آتش دوزخ ان کے لئے کافی ہے۔ یہ کلمہ، عذاب عظیم پر دلالت کر رہا ہے۔ وہ عذاب اس قدر ہولناک وخوفناک ہو گا کہ اس سے زیادہ دردناک



وشدید عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ اس پر کسی قسم کی مزید زیادتی بھی نہیں ہو سکتی۔ گویا "**خلود فی النار**" کا عذاب ان کے لئے کافی ووافی ہو گا اس سے ہٹ کر وہ کہیں اور پناہ نہ لے سکیں گے۔

## چوتھی تاکید

"**ولعنھم اللہ**" ان پر اللہ کی لعنت ہے یعنی اللہ رب العزت نے انہیں اپنی رحمت واسعہ سے دور کر دیا ہے۔ ذلت ورسوائی ان کا مقدر بن گئی ہے۔ بنابریں اب انہیں ملعون شیاطین کی رفاقت ومعیت ہی حاصل ہو گی۔

علامہ ابن تیمیہ لعنت کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ **الابعاد عن الرحمۃ** "رحمت سے دور کرنا"۔ جس شخص کو اللہ رب العزت اپنی رحمت اور فضل وکرم سے محروم کر دے وہ کافر ومنافق ہی ہو سکتا ہے جبکہ اہل ایمان ہر وقت اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کے جویاں رہتے ہیں اور رحمت باری کے قرب ووصال کے لئے عبادت وریاضت میں مگن ومحو رہتے ہیں۔ پس یہ بات واضح ہوئی کہ رحمت پروردگار عالم سے محرومی کفار ومشرکین اور گستاخان رسول کا ہی مقدر ہے۔

## پانچویں تاکید

"**ولھم عذاب**" ان کے لئے عذاب ہے۔ حالانکہ عذاب کا بیان تو پہلے ہی **نار جھنم** "آتش دوزخ" اور **خلود فی النار** "ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے" اور اللہ کی رحمت سے محرومی کی صورت میں ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود "**ولھم عذاب**" کا بیان واظہار اس بات پر صریح دال ہے کہ یہ عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے جو کبھی بھی ان سے ٹل نہیں سکتا۔

## چھٹی تاکید

"**ولھم عذاب مقیم**" ان کے لئے مستقل عذاب ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ "**ولھم عذاب مقیم**" یہ "**خالدین فیھا**" کی تاکید واقع ہو رہا ہے اس لئے خلود

اور دوام کا ایک ہی معنی ہے جبکہ اکثر مفسرین نے اس چیز کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد کوئی اور دردناک وکربناک عذاب ہے جس کی شدت ہمارے خیال وگمان سے ماوراء ہے۔ اس مقام پر لفظ عذاب کے ساتھ مقیم کی صفت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ کفار ومنافقین اور گستاخان رسول اس عذاب سے ہمیشہ دوچار رہیں گے اور یہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے کبھی اس کا انقطاع نہ ہوگا۔ دنیوی زندگی میں بھی یہ ایک مسلسل ودائمی عذاب میں گرفتار ہیں جس کی وجہ سے انہیں ہروقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں ان کی منافقت وریاکاری کا پردہ چاک نہ ہو جائے۔ مزید برآں اس خوف وخدشے کا بھی ہر لحہ شکار رہتے ہیں کہ کہیں حضور نبی کریم ﷺ کو ان کے ظاہر کی باطن سے مخالفت اور متضاد ہونے کی اطلاع نہ مل جائے اور پھر اس ظاہری وباطنی، کھلی منافقت کی وجہ سے مستحق سزا وعذاب نہ ٹھہریں۔ علاوہ ازیں انہیں اپنے راز کے منکشف ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے۔ سو یہ ایک ایسے کربناک عذاب کا شکار ہیں جس سے نجات کی کوئی صورت ہی دکھائی نہیں دیتی۔ جبکہ آخرت میں دائمی عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے۔

## اعمال کے ضیاع کا سبب

انسان عمر بھر رب کی رضا کا متلاشی وجویا رہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے عبادت وریاضت اور اعمال صالحہ ادا کرتا ہے مگر یہ اس صورت میں مقبول ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع میں ادا کئے جائیں۔ اگر (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت وعداوت اور اہانت وگستاخی کا طرز عمل بھی جاری رہے اور دیگر اعمال صالحہ کی ادائیگی بھی، تو بایں صورت یہ ہرگز مقبول نہیں ہوتے اور یہی سنت الٰہیہ ہر دور میں چلی آرہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (التوبہ، ۹:۶۹)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا وآخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ خسارے میں ہیں۔



دنیا وآخرت میں تمام اعمال کا اکارت اور ضائع جانا، یہ علامات کفر میں سے ہے۔ منافقین یعنی شاتمان رسول نے بزعم خویش یہ خیال وگمان کیا کہ انہوں نے جو اعمال ادا کئے ہیں وہ اعمال صالحہ ہیں لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان کے اعمال سرے سے اعمال صالحہ ہیں ہی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وساطت اور وسیلے سے انہیں یہ اعمال نصیب ہوئے جبکہ اب یہ اسی رسول ﷺ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی اور بے ادبی وگستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اپنے دامن کو توہین وتنقیص رسول ﷺ سے داغدار وآلودہ کر رہے ہیں۔ بنابریں یہ گستاخیِ رسول کے باعث اصلاً اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اور ان کے سارے اعمال بے فائدہ وبے سود ہو گئے ہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ حبطِ اعمال سے مراد منافقین کے وہ اعمال ہیں جو انہوں نے اطاعت وفرمانبرداری کے لبادے میں بجالائے نہ کہ ان کے وہ اعمال جو گستاخی واہانت رسول اور احکام الٰہی کی کھلی خلاف ورزی سے متعلق ہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی معاصی ہیں۔ ان کے ضیاع وتباہ ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں۔ دنیا میں ان کے اعمال ضائع ہونے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے جتنے بھی اعمال بجالائے ہیں ان پر دنیا میں کسی قسم کی جزا مترتب نہیں ہوگی بلکہ جس عمل کے باعث یہ غنی ومتمول ہونے کی توقع رکھتے ہیں اس سے انہیں فقر ومحتاجی ملے گی، ان کی عزت وعظمت، ذلت ورسوائی میں بدل جائے گی، رعب ودبدبہ اور قوت وطاقت کمزوری وضعف میں ڈھل جائے گی جبکہ آخرت میں انہیں عذاب دوزخ کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ ان کے اعمال انہیں کسی قسم کا فائدہ ونفع نہ دیں گے اور نہ ہی یہ کسی اجر وثواب کے مستحق ٹھہریں گے بلکہ انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ قرآن نے ان ہی لوگوں کے لئے کہا کہ یہ خسارہ ونقصان پانے والے ہیں۔ ان جیسے لوگوں نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرایا ہے بلکہ ان کی توہین وتنقیص کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اپنے اس طرز عمل کے باعث یہ دنیا وآخرت کی ہر نوعیت کی بھلائی وخیر سے محروم کر دیئے

گئے ہیں اور عذابِ دوزخ ان کا حاصل زندگی بن گیا ہے۔

## گستاخانِ رسول سے جہاد کا حکم

کفار دین اسلام کے کھلے اور واضح دشمن ہیں جبکہ منافق چھپے ہوئے عدو ہیں جو اندر ہی اندر دین اسلام کے خلاف سازشی و تخریبی عمل میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے شجر سایہ دار کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت نے ان دونوں دشمنوں سے نبٹنے کے لئے جہاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝
(توبہ، ۹: ۷۳)

اے نبی (کریم ﷺ) آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں ان پر سختی کریں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اس مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ کفار و مشرکین اور منافقوں و گستاخوں سے جہاد اور شدت و سختی کرو۔ اگر کسی کے ذہن میں خیال آئے کہ آخر یہ بھی تو انسان ہیں ان کے ساتھ سختی کیوں کی جائے، تو اسلوب قرآن نے یہ جواب دیا کہ جب اللہ رب العزت جو شانِ رحمانیت کا مالک ہے اور ساری رحمتوں کا منبع و سرچشمہ ہے اس نے ان حرماں نصیبوں کا ٹھکانہ و مسکن دوزخ قرار دیا ہے اور کسی قسم کی نرمی روا نہیں رکھی تو کیا تم اللہ سے بھی زیادہ رحیم و شفیق ہو اور نرمی کا تصور پیش کر رہے ہو جبکہ اللہ رب العزت انہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پھینکنا چاہتا ہے اور وہی برا ٹھکانہ ان کا مقدر بن چکا ہے۔ لہٰذا تم بھی سنت الٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے ان پر سختی و شدت کرو اور انہیں کچل ڈالو۔ ہر وہ شخص جو منافقین جیسا اعتقاد رکھتا ہو اور شر و فساد بپا کرنے اور گستاخی و اہانت رسول کا ارتکاب کرنے والا ہو، اس کی یہی سزا ہے کہ اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اس پر حد شرعی بہر طور نافذ کی جائے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں جن پر حد قائم ہوئی وہ منافق ہی تھے۔

○



باب ۔۔۔ ۱۰

# گستاخئ رسول ﷺ سے ایمان کا ضیاع

## استہزاءِ رسول کفر ہے

منافقین اور شاتمانِ رسول گستاخی و اہانت رسول ﷺ کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے سفر ہو یا حضر، وہ اپنے مکر و فریب اور چال بازی سے نہیں رکتے تھے۔

سورۂ توبہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

(التوبہ، ۹:۶۵، ۶۶)

اور (ان منافقوں کے اس استہزا پر) اگر ان سے آپ سوال کریں تو پھر وہ کہیں گے ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے تو آپ فرما دیجئے کیا اللہ سے اور اس کی آیات سے اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر گمشدہ اونٹنی کی نشاندہی کی تو اس پر منافقین سیخ پا ہوئے اور طعن زنی کرنے لگے کہ یہ نبی کہتا ہے کہ مجھے اونٹنی کا پتہ ہے اور وہ فلاں جگہ پر ہے انہوں نے اس بات کا استہزاء و مذاق اڑایا، یہ تصور کرتے ہوئے کہ ہم ہر وقت اس نبی ﷺ کے ساتھ رہتے ہیں اور دل سے منافق ہیں اس پر ایمان بھی نہیں لاتے اور نہ ہی سچے دل سے مسلمان ہیں اس کے باوجود یہ نبی کہتا ہے مجھے ہر چیز کا علم ہے۔ اسی طرح جب کبھی بھی حضور ﷺ پروردگار عالم کے مطلع فرمانے پر کسی چیز

کا اظہار کرتے تو یہ منافق و گستاخ اپنی مجالس میں در پردہ مذاق اڑاتے اس قسم کی گفتگو انہوں نے مختلف مواقع پر کی۔ (الصارم المسلول، ۳۲، تفسیر طبری، ۱۰، ۱۱۹)

دوسری روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ جب غزوہ تبوک کی طرف جا رہے تھے منافقین بھی آپ کے ساتھ ہمسفر تھے اپنی بدبختی و حرماں نصیبی کی بنا پر حضور ﷺ کا استہزاء و مذاق اڑا رہے تھے اور بطور تحقیر یوں گویا تھے کہ یہ وہ ہستی ہے جو روم و فارس کے محلات اور قلعے فتح کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ اس طرح کا واقعہ رونما ہونا بعید از قیاس ہے اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو منافقین کی اس بے ادبی و گستاخی پر مطلع فرما دیا تو آپ نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا ان منافقین اور گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کو رُوکو اور میرے پاس حاضر کرو چنانچہ وہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر کئے گئے آپ نے پوچھا کیا تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو ندامت و شرمندگی سے کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اے اللہ کے نبی ہم نے آپ کی ذات اقدس اور صحابہ کرام کی شان میں کوئی بے ادبی و گستاخی نہیں کی بلکہ ہم نے تو دل بہلانے اور ہنسی و مزاح کے طور پر چند ایسی باتیں کی ہیں۔

(تفسیر روح البیان، ۳: ۴۵۹)

یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ منافقین نے حضور ﷺ کے ساتھ جو استہزاء و مذاق کیا وہ اس کا انکار نہیں کر رہے بلکہ بصراحت اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہنسی و مذاق کی بات حقیقتاً نہ اللہ رب العزت کی ذات کے ساتھ اور نہ شان توحید اور آیات قرآنی سے متعلق تھی بلکہ فی الواقع صرف اور صرف حضور ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی، طعن و تشنیع اور آپ کی شان تقسیم و عطاء میں الزام تراشی اور علم رسول ﷺ میں عیب جوئی کرنے میں تھی سو ان کی بے ادبی و گستاخی اور استہزاء و مذاق کا محور ذات مصطفےٰ ﷺ تھی۔

قرآن حکیم نے ایسا کرنے والے افراد کو نہ صرف متنبہ کیا بلکہ جھنجھوڑا کہ



تمہارا یہ تصور بالکل غلط ہے کہ تم فقط رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی مذاق و استہزاء کر رہے ہو اور صرف شان رسالتمآب ﷺ میں ہی بے ادبی و گستاخی، تنقیص و اہانت کا ارتکاب کر رہے ہو بلکہ تمہیں آگاہ ہونا چاہئے تمہارے اس عمل کا دائرہ کار محدود نہیں بلکہ وسیع ہے بایں صورت یہ مذاق و استہزاء اور زبان درازی فقط شان رسالتمآب ﷺ میں ہی نہیں بلکہ براہ راست شان الوہیت میں بھی ہے اور آیات قرآنی کے ساتھ بھی ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ اس تصور پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کی شان اقدس میں کوئی شخص خواہ کسی بھی حوالے سے طعن و تشنیع، اہانت و تنقیص اور زبان درازی کا طرز عمل اپنائے تو یہ سراسر ارتکاب کفر ہے اور یہ کفر ذات مصطفوی ﷺ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اللہ کی ذات، اس کی آیات مقدسہ، قرآن حکیم، دین اسلام اور نبوت و رسالت بلکہ پورے دین کو محیط ہے اس لئے نبی کی حیثیت محض شخصی و بشری ہی نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ ہونے کے سبب دین کل کی ہے اسی تصور کو واضح کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا۔

بمصطفےٰ برساں خویش راہ کہ دیں ہمہ اوست
گربا او نرسیدی تمام بولہبی است

"اپنے آپ کو مصطفےٰ ﷺ تک پہنچا کہ دین کامل آپ ہی ہیں اگر تو آپ تک نہ پہنچا تو پکا ابولہب ہے۔"

غرضیکہ مذکورہ آیت کریمہ دیں ہمہ اوست کے تصور کو واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کی ذات رسول اللہ ﷺ ہونے کی حیثیت سے "دیں ہمہ اوست" کا درجہ و مقام رکھتی ہے۔

## شاتمان رسول کے مختلف عذر

حضور نبی کریم ﷺ نے جب منافقین سے اہانت آمیز رویہ کے بارے میں دریافت کیا تو وُہ مختلف عذر اور بہانے پیش کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم نے یہ

باتیں ہنسی و مزاح میں وقت گزارنے اور تھکاوٹ و تکلیف کے احساس کو ختم کرنے کے لئے کی ہیں۔ اس پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ سے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ
(التوبہ ۹:۶۵)

تو آپ فرما دیجئے (اے منافقین) کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے۔

گویا حضور ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا جا رہا ہے' آپ ان کی اس گستاخی و بے ادبی اور ہرزہ سرائی پر گرفت کریں اور ان سے ذرا سختی و شدت سے اس طرح پوچھیں کہ ان کے حیلے و بہانے اور عذر خواہی کو نظر انداز کر دیں کہ ظالمو! تمہیں استہزاء و مذاق اور دل بہلانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آئی۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگرچہ انہوں نے استہزاء و مذاق صرف نبی کریم ﷺ سے کیا تھا مگر یہ درحقیقت اللہ جل شانہ اور اس کی کتاب حکمت سے بھی متعلق ہے۔ بایں وجہ اللہ رب العزت نے یہاں مزاح کی نسبت اپنی ذات کی طرف بھی کی ہے۔ قرآن حکیم کے متعدد مقامات اس چیز کی تائید کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں آیہ کریمہ کے آغاز میں ہمزہ استفہام آیا ہے جو منافقین کے استہزاء و مذاق کے تحقق و ثبوت پر دال ہے کہ اے حرماں نصیبو! کیا تمہیں کائنات زیریں و بالا میں مذاق و استہزاء' بے ادبی و گستاخی 'اہانت و تنقیص کے لئے فقط رسول ﷺ ہی کی ذات ملی ہے اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر تمہیں یہ چیز ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی و اہانت درحقیقت اللہ جل شانہ کی ذات کی اہانت ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اذیت و تکلیف بھی اللہ ہی کی اذیت و تکلیف

## عذر کی عدم قبولیت

بارگاہ مصطفوی ﷺ میں ادنیٰ سی گستاخی و اہانت سرزد ہو جائے تو یہ چیز انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے اس سلسلے میں کسی قسم کا عذر قابل قبول نہیں۔



ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ
(التوبہ ۹:۶۶)

بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

یعنی گستاخی و بے ادبی رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے کے بعد مختلف نوعیت کے حیلے بہانے مت تراشو اور من گھڑت عذر سازی نہ کرو تمہارے اندر کا چھپا ہوا کذب و افتراء اور کفر کھل کر ظاہر ہو گیا ہے لہٰذا اب تمہیں کسی قسم کی عذر خواہی میں مصروف ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

اعتذار کا لغوی معنی گناہ کے اثر کو ختم کرنا اور جو چیز دل میں پیدا ہو جائے اس سے چھٹکارا و خلاصی حاصل کرنا ہے۔ اس اعتبار سے مفہوم آیت یہ ہو گا کہ تم اپنے دامن اور دل اہانت و گستاخی رسول ﷺ سے داغدار و آلودہ کر چکے ہو اس لئے اب مختلف طریقے اور عذر اختیار کر کے تم اس جرم و گناہ سے بچ نہیں سکتے اور نہ ہی اب تمہاری اس سلسلے میں کوئی شنوائی ہو گی۔

## اہانت رسول باعث کفر ہے

شان رسالتمآب ﷺ میں توہین کا ارتکاب کرنے والے منافقین کا عذر اس لئے بھی قابل قبول نہیں کہ وہ اپنے گستاخانہ رویے و طرز عمل کی بنا پر ارتکاب کفر کر چکے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ
(التوبہ ۹:۶۶)

تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

یعنی تمہارا کفر جو نفاق اور منافقت کی وجہ سے خفیہ و پوشیدہ تھا اب وہ تمہارے خبث باطن کی وجہ سے شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی کے باعث ظاہر و عیاں ہو چکا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قد کفرتم ای اظہرتم الکفر بابذاء

تم کافر ہو چکے ہو یعنی تمہارا کفر حضور

الرسول والطعن فیہ۔ ﷺ کو اذیت و تکلیف دینے آپ کی شان اقدس میں طعن و تشنیع کرنے کی وجہ سے ظاہر ہو چکا ہے۔

(تفسیر مظہری، ۴: ۲۶۱)

یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی توہین و تنقیص جو تمہارے قلوب میں جاگزیں تھی وہ تمہاری بد بختی کے باعث تنقیص رسالتمآب ﷺ سے، تمہاری زبانوں کے زہر آلود ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو چکی ہے لہٰذا اب تمہارا کفر ہر کسی پر عیاں ہے۔

اس بنا پر امام اسماعیل حقی ؒ فرماتے ہیں منافقین و مفسدین بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، زبانی کلامی ایماندار ہونے کا دعوی کیا جبکہ اصل حقیقت یہ تھی۔

**فانھم قط لم یکونوا مئومنین و لکن کانوا منافقین** — یہ تو کبھی بھی مومن ہوئے ہی نہ تھے بلکہ یہ ابتداء ہی سے منافق تھے۔

(تفسیر روح البیان، ۳: ۴۵۹)

جو ایمان کی لذت و حلاوت سے سرشار ہو جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کامل وفاداری و اخلاص پر مبنی اپنا تعلق استوار کر لیتے ہیں ان سے توہین آمیز اور کلمات کفریہ سرزد ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ گویا یہ منافق اصلاً و حقیقتاً مومن ہی نہ تھے اور ایمان کی حقیقت اور حلاوت و چاشنی سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔

## ناموزوں کلمات کا صدور کفر ہے

آقائے دوجہاں ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی دولت ایمان کو تباہ کر سکتی ہے ہر لحہ انسان کو محتاط رہنا چاہئے خواہ تقریر ہو یا تحریر، ادب و احترام، توقیر و تعظیم کا خیال ہمہ وقت پیش نظر رہے۔ مذکورہ زیر بحث آیت کی تفسیر میں ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں۔

**قال اھل التفسیر کفرتم بقولکم فی رسول اللہ ﷺ ولا یلیق بجنابہ المکرم** — اہل تفسیر نے کہا تم حضور ﷺ کی شان اقدس میں اپنے اس نامناسب قول کے باعث کافر ہوئے، جو آپ

(شرح الشفاء، ۲: ۴۰۴)



ﷺ کی شان کے لائق نہ تھا۔

گویا ایسا کلمہ جو شان رسالتمآب ﷺ کی عظمت، تقدس، بزرگی و احترام سے فروتر، پست اور لائق خطاب نہ ہو وہ کسی کی زبان سے صادر ہو جائے تو وہ دائرہ کفر میں چلا جاتا ہے لہٰذا ہر لحہ شان رسالتمآب ﷺ کی عظمت و تقدس اور حرمت و عزت کا خیال رکھنا نہ صرف ضروری بلکہ عین تقاضائے ایمان ہے اور اس بارگاہ میں ہر لحظہ آداب کی بجا آوری ہی کمال ایمان ہے اس لئے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

## قبولیت توبہ سے محرومی

شان رسالتمآب ﷺ میں توہین آمیز کلمات کہنے والا قبولیت توبہ سے محروم رہتا ہے کیونکہ ادنی سی گستاخی رسول ﷺ کے باعث بھی ایمان کا شجر بے ثمر ہو جاتا ہے اور یوں دولت اسلام چھن جاتی ہے۔

گستاخی و اہانت رسول ﷺ کے برعکس اگر کوئی بدکاری و بدفعلی کرتا ہے تو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے ایسی صورت میں اگر وہ خلوص نیت سے توبہ کرے تو وہ مقبول ہو گی اور آخرت کے عذاب سے اسے رہائی و خلاصی بھی مل جائے گی۔ اسی طرح کسی اور جرم کا ارتکاب کرے تو اسے از سر نو کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ محض توبہ سے اخروی عذاب سے نجات مل جائے گی لیکن گستاخ رسول دنیا و آخرت میں مستحق سزا ہو گا اس کی توبہ و معافی کی قبولیت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا اسے بغیر موقع و مہلت دیئے قتل کر دیا جائے گا۔

یہاں ذہن میں یہ خیال انگڑائی لے سکتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے کفار و مشرکین سے درگزر فرمایا باوجود اس کے ان میں گستاخان رسول بھی موجود تھے مگر آپ نے سب کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا تو آیا کہ اس بنا پر گستاخ رسول کے لئے معافی کی کوئی صورت ہے۔

اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلامی ریاست مکہ مکرمہ میں ابھی باقاعدہ معرض وجود میں نہیں آئی تھی اور اسلام کا اقتدار سرزمین مکہ پر مکمل طور پر قائم بھی نہ ہوا تھا جبکہ قاعدہ و اصول یہ ہے کہ جہاں اسلام کا اقتدار بطور حکومت و ریاست کے قائم نہ ہو وہاں جرم کے ارتکاب پر باہر کی ریاست حد قائم نہیں کر سکتی جبکہ فتح مکہ کے موقع پر جنہوں نے جرم کا ارتکاب کیا تھا وہ اسلام کے اقتدار کے قائم ہونے سے پہلے کیا تھا اس لئے حضور ﷺ نے قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق

**اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ** جو ہو چکا سو ہو چکا۔

(النساء، ۴: ۲۲)

ایک مرتبہ عام معافی کا اعلان فرما دیا فتح مکہ کے بعد باقاعدہ اقتدار اسلام قائم ہو گیا اور اسلامی ریاست (Islamic State) نہ صرف معرض وجود میں آئی بلکہ احکامات اسلامی کے نفاذ کا عملاً آغاز بھی ہوا سو ریاست اسلامی کے قیام کے بعد کوئی فرد بشر ارتکاب جرم کرتا تو اس سے کبھی بھی معافی و درگزر کی روش اختیار نہ کی جاتی اس پر حد کا اجراء و نفاذ بہر طور ہوتا بایں وجہ وہ شخص اب اسلامی حکومت و ریاست کی ذمہ داری میں آچکا ہے۔

## عفوِ رسول ﷺ میں کارفرما حکمت

ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضور ﷺ کے سامنے منافقین اور توہین و اہانت کا ارتکاب کرنے والوں کا ہر عمل و کردار واضح و عیاں ہو گیا کہ انہوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی شان میں صریح گستاخی و اہانت اور عیب جوئی کا ارتکاب کیا ہے اللہ رب العزت نے ان کی اس گستاخی کو کلمۂ کفر بھی قرار دے دیا ہے تو اب اس سے بڑھ کر بے ادبی و گستاخی کی اور کیا صورت ہو سکتی تھی لیکن اس کے باوجود انہیں قتل نہیں کیا گیا بلکہ ان سے درگزر فرمایا گیا' آخر کیوں؟

امام ابن تیمیہ اس چیز کا جواب دیتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اہانت



و گستاخی کے مرتکب افراد پر اس وقت حد کا اجراء و نفاذ بایں وجہ نہ کیا کہ ابھی تک منافقین کے ساتھ جہاد کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابھی صرف یہی حکم تھا کہ آپ ان کی اہانت و گستاخی اور تنقیص و تحقیر اور اذیت و تکلیف سے درگزر فرمائیں۔

(الصارم المسلول: ۳۳)

ایک وقت مقررہ تک ان کے لئے یہ رعایت و نرمی برقرار رہی یہاں یہ بات ذہن نشین رہے حضور ﷺ کو بذات خود یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ اپنی شان میں اہانت و تنقیص کرنے اور اذیت و تکلیف دینے والوں کو معاف کر دیں جبکہ امت کو یہ حق اور اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ آقائے دوجہاں ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور ہرزہ سرائی کرنے والے کو معاف کرے۔ حق رسول ﷺ میں تصرف کی امت میں سربراہ مملکت سے لے کر عام فرد کو بھی کلیتاً اجازت نہیں ہے۔ خود حضور ﷺ کی حیات مقدسہ میں وہ لمحات بھی آئے جب آپ نے بحکم الٰہی اپنے گستاخوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ نتیجتاً انہیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا گیا۔

## تنقیص رسالت مطلقاً کفر ہے

آقائے دوجہاں ﷺ کی عظمت و رفعت، تعظیم و توقیر سے ہٹ کر اہانت و تنقیص کی زبان دراز کرنا کفر ہے۔ امام ابن تیمیہ نے اس آیت کے حوالے سے بیان کیا کہ آیت کریمہ اس امر پر نص ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا استہزاء و مذاق کفر ہے بس اگر کوئی ظالم اور بدنصیب حضور ﷺ کو گالی دے تو وہ بطریق اولیٰ کفر و ضلالت ہے کیونکہ یہ اس کے پہلے جرم' استہزاء و مذاق سے بھی بڑھ کر شدید درجے کا جرم و گناہ ہے۔

زیر بحث آیہ کریمہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اہانت رسول کا دانستہ یا غیر دانستہ' عمداً یا غیر عمداً' ارادے سے یا بغیر ارادہ کے' نیت سے یا بغیر نیت کے غرضیکہ کسی بھی صورت میں ارتکاب کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔

## جھوٹی قسموں کا سہارا

منافقین کے دل حقیقتاً نور ایمان سے خالی تھے اس لئے ثمرات ایمان سے بے بہرہ تھے، خوف و خشیت الٰہی سے محروم تھے اس وجہ سے ایک طرف گستاخی واہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرتے تو دوسری طرف اپنے اس جرم پر پردہ پوشی کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے، یوں گویا ہوتے ہم نے تو سرے سے شان رسالت مآب ﷺ میں کوئی کلمہ بے ادبی کہا ہی نہیں قرآن نے ان کے اس عمل کو یوں بیان کیا۔

**يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا**
(توبہ، ۹: ۷۴)

منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے یہ لفظ منہ سے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ یقیناً کہا اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (یہ بھی حقیقت ہے کہ) انہوں نے آپ کو گزند پہنچانے کا پکا ارادہ کیا تھا جس میں کامیاب نہ ہوئے۔

مذکورہ آیت کریمہ سے پہلے منافقین کا ایک طرز عمل آیت ۶۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ ان بدبختوں نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کچھ بے ادبی و گستاخی پر مبنی کلمات کہے اس پر آپ ﷺ کو اطلاع ہو گئی اور آپ نے جواب طلبی کی تو کہنے لگے ہم نے یہ کلمات از راہ مذاق کہے ہیں۔

جبکہ اس مقام پر ان کا دوسرا طرز عمل بیان ہو رہا ہے وہ حلفاً یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ہم نے گستاخی و بے ادبی والا کوئی کلمہ سرے سے کہا ہی نہیں۔ گویا اپنی کہی ہوئی بات سے انکاری ہیں اس پر قرآن نے کہا **وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ** یقیناً انہوں نے کلمہ کفر اپنی زبانوں سے کہا ہے۔

پہلے یہاں اس کلام کی ماہیت بیان کی اور بعد میں اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دین اسلام کو اختیار کرنے کا اعلان کیا تھا کلمہ پڑھ کر مسلمان



ہوئے تھے اور خود کو مسلم سوسائٹی میں داخل کر کے بحیثیت مسلم حقوق سے مستفید بھی ہوتے رہے۔ گویا بزعم خویش ایمان بھی لائے لیکن شان رسالتمآب ﷺ میں توہین و گستاخی کا کلمہ کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا اور کافر ہوئے اور یوں دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق مفسرین کرام نے چند روایات بیان کی ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ تبوک میں دو ماہ قیام کیا اسی دوران آقائے دوجہاں ﷺ نے منافقین کے انجام اور ان کے بدترین حالات کا ذکر کیا جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اس پر جلاس بن سوید نے کہا حضور ﷺ نے ہمارے بھائیوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو

**لنحن شر من الحمیر**

ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔

وہاں حضرت عامر بن قیسؓ موجود تھے آپ نے کہا۔

**واللہ انہ لصادق و لانتم شر من الحمیر**
(زاد المسیر لابن جوزی، ۳: ۴۷۰)

خدا کی قسم حضور ﷺ صادق و سچے ہیں اور تم حقیقتاً گدھوں سے بھی بدتر ہو۔

انہوں نے اس سارے واقعہ کی اطلاع حضور ﷺ کو دی آپ نے جلاس بن سوید کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ تم نے کوئی ایسی بات کی ہے وہ مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس کھڑا ہو کر قسم کھا کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں دوسری روایت نقل کی ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا۔

**لئن رجعنا الی المدینہ لیخرجن الاعز منہا الاذل**
(تفسیر قرطبی، ۸: ۲۰۶)

اگر ہم مدینہ پہنچے تو ضرور بڑی عزت والا اس (شہر مدینہ) سے بڑی ذلت والے کو نکال دے گا۔

یہاں عزت والوں سے اس نے اپنا قبیلہ مراد لیا اور ذلت والوں سے مراد (معاذ اللہ) مہاجرین کو لیا اہل ایمان میں سے کسی نے ان گستاخانہ کلمات کو سن لیا' آقائے دوجہاں ﷺ کو اس کی اطلاع دی آپ نے اسے بلا بھیجا اور دریافت کیا تو وہ حلفاً انکار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے ایسی کوئی بات کہی ہی نہیں۔

تیسری روایت کے مطابق منافقین جب اکیلے و تنہا ہوتے تو اپنی مجالس میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سب و شتم کرتے' دین اسلام کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے۔ یہ بات حضرت حذیفہ نے حضور ﷺ تک پہنچا دی تو آپ نے ان سے جواب طلبی کی تو وہ قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے تو کبھی ایسی بات نہیں کہی۔

مذکورہ آیت کریمہ میں "کلمۃ الکفر" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام خازن" فرماتے ہیں۔

**اظھروا کلمۃ الکفر بعد اسلامھم و تلک الکلمۃ ھی سب النبی ﷺ**
(تفسیر خازن' ۲:۲۴۷)

منافقین نے بظاہر اسلام قبول کرنے کے بعد کلمہ کفر ظاہر کر دیا اور وہ کلمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں سب و شتم کرنے کا ہے۔

اسی طرح "کلمۂ کفر" کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن جوزی لکھتے ہیں۔

**فاما کلمۃ الکفر فھی سبھم رسول اللہ ﷺ و طعنھم فی الدین**
(زاد المسیر ابن جوزی' ۳:۴۷۱)

کلمہ کفر سے مراد حضور ﷺ کو گالی دینا اور دین اسلام کے بارے میں ان کا طعن و تشنیع کرنا ہے۔

درحقیقت منافقین اپنے مفادات کے تحفظ اور سازش کے تحت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے' چونکہ حقیقتاً مومن نہ تھے اس لئے تنقیص و تحقیر رسالتمآب ﷺ کے مرتکب ہوئے۔

امام قرطبی آیہ کریمہ کے ان الفاظ "وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" (اسلام میں



بظاہر داخل ہونے کے بعد کافر ہو گئے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ اس بات پر قطعی و حتمی طور پر دلالت کرتی ہے کہ منافقین دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان کے کفر پر یہ آیہ کریمہ بھی دال ہے ارشاد ربانی ہے۔

**ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا**
(المنافقون' ۶۳:۳)

(ان کی) یہ حالت اس لئے ہے کہ (پہلے تو) وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔

## مذموم مقاصد کی عدم تکمیل

منافقین اور گستاخان رسول نے چاہا کہ شمع اسلام فروزاں نہ ہونے پائے اور اسلام کا ابدی پیغام عالم عرب سے عالم عجم اور پوری دنیا تک نہ پہنچنے پائے چنانچہ غزوہ تبوک سے واپسی پر لیلۃ العقبہ کو تقریباً ۱۵ منافقین نے معاذاللہ حضور ﷺ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا اور ارادہ کیا آپ کو اس طرح قتل کر دیں کہ کسی کان کو خبر تک نہ ہو مگر اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو ان کے برے ارادے سے مطلع فرما کر ان کے شر سے محفوظ کر لیا اس طرح وہ اس مذموم مقصد کی تکمیل میں ناکام و نامراد ہوئے۔

اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں فرمایا گیا۔

**هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا**
(التوبہ' ۹:۷۴)

اور (یہ حقیقت ہے کہ) انہوں نے آپ کو گزند پہنچانے کا پکا ارادہ کیا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔

غرضیکہ شب و روز اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے کہ کہیں یہ شمع اسلام تمام عالم کو اپنے نور سے منور نہ کردے اس لئے اسے بجھانے اور اس کی روشنی معدوم کرنے کے درپے رہتے لیکن ہر بار وہ اپنے ارادوں میں ناکام و خاسر رہے۔

باب ---۱۱

# گستاخ رسول

# کی

# علامات

حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی واہانت کا ارتکاب کرنے والے کے لئے قرآن حکیم نے جہاں چند علامات ونشانیاں بیان کیں ہیں وہاں یہ بھی واضح کیا ہے کہ ایسے شخص کا بارگاہ الوہیت میں کیا درجہ وحیثیت ہے۔

ارشاد فرمایا

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝

(القلم ۶۸: ۱۰-۱۴)

اور آپ کسی قسمیں کھانے والے ذلیل (جھوٹے) شخص کی باتیں نہ مانیں جو لوگوں کو طعنہ دیتا اور چغلی کھاتا رہتا ہے۔ جو نیک کام سے لوگوں کو روکتا ہے۔ حد سے بڑھا ہوا' بدکار ہے جو بد زبان ہے' اس پر طرہ یہ کہ (انہیں خصلتوں کے باعث) بدنام (اور عالم میں اپنی حرکتوں کی وجہ سے رسوا ہے۔(یہ زعم اور گھمنڈ کافر کو) اس لئے ہے کہ وہ مال واولاد والا ہے۔

اس مقام پر اللہ رب العزت کا یہ خطاب انتہائی پر جلال اور غیض وغضب کا آئینہ دار ہے۔ ایسا کیسے نہ ہو کیونکہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی واہانت کا ارتکاب کر رہا ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیہ کریمہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جو گستاخ رسول تھا اور وہ درجہ ذیل رذائل کا مرقع تھا۔

### ۱:۔ کل حلاف۔ بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا

وہ حقیقت پر مبنی ٹھوس و جامع عقیدہ و ایمان سے عاری تھا۔ یہی وصف مذموم اس کے جملہ برے اوصاف پر مقدم وحاوی تھا۔ بایں سبب وہ اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر چلنے سے باز رہا۔ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھانا اس کی عادتِ ثانیہ بن گئی تھی

### ۲:۔ مھین۔ کمینہ وذلیل

ایسا کمینہ ہے کہ عقل و فہم سے عاری ہے اور شعور و آگہی کی ہوا تک بھی اسے نہیں چھو سکی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس لفظ کا ایک معنی کذاب ہے یعنی بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا اور ذلیل و رسوا۔ یہ معنی پہلے معنی کے قریب تر ہے اس لئے انسان اپنی جان پر آنے والی ذلت و رسوائی سے خود کو بچانے اور محفوظ کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ اس کا ایک اور معنی خسیس و گھٹیا، ذلیل و رسوا اور بہت زیادہ شر و برائی پھیلانے والا بھی ہے۔

### ۳:۔ ھماز۔ بہت زیادہ طعن و تشنیع اور عیب جوئی کرنے والا

**ھماز** اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کی عدم موجودگی و غیوبت میں اس کے حوالے سے اظہار عیب کرے اور اس کی موجودگی میں زبان طعن و تشنیع دراز کر کے اس کی عزت و عظمت، احترام و وقار کو مجروح کرنے کی ناکام سعی و کاوش کرے۔

### ۴:۔ مشاء بنمیم۔ بہت زیادہ چغلخور

امن و آشتی، اخوت و بھائی چارے کو فروغ دینے کی بجائے، لوگوں کے مابین جھگڑا و فساد، انتشار و افتراق پیدا کرنے اور انہیں باہم دست و گریباں کرانے کی خاطر ایک طبقے کی دوسرے طبقے سے چغلخوری کرے تاکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن و عدو بن کر قتل و غارت کا بازار گرم کریں۔ "**ھمز**" کے معنی مارنے و طعن کرنے کے بھی ہیں



اور یہ بہت زیادہ غیبت کرنے والے کے لئے مستعاراً استعمال ہوتا ہے۔ بایں سبب یہ غیبت کناں شخص بعض لوگوں کی ناپسندیدہ و مکروہ چیزوں کا بعض کے سامنے نہ صرف ذکر کرتا ہے بلکہ ان کے عیوب و نقائص کا بھی برملا اظہار کرتا ہے۔ اور یوں درپردہ اس کی عزت کے ساتھ نہ صرف کھیلتا ہے بلکہ اسے اچھالتا بھی ہے۔ گویا اس طرز عمل کے باعث یہ شخص دوسروں کی اذیت و تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

### ۵:۔ مناع للخیر۔ خیر سے بہت زیادہ منع کرنے والا

اس مقام پر خیر سے مراد ہر قسم کی نیکی و بھلائی ہے خواہ دنیا میں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مال خرچ کرنے کی صورت میں ہو خواہ آخرت سنوارنے کے لئے اعمال صالحہ بجالانے اور نواہی و منکرات سے بچنے کی صورت میں ہی کوئی نیکی کیوں نہ ہو، یہ نیکی اور بھلائی میں سدِّ راہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس مقام پر خیر سے مراد اسلام ہے۔ یہاں آیہ کریمہ کا اطلاق چونکہ ولید بن مغیرہ پر ہو رہا ہے اور وہ اپنی عادت و خصلت شنیع کے باعث اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کے حق میں قبولیت اسلام کی راہ میں حائل تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے دس بیٹوں کو واشگاف الفاظ میں یہ حکم دے رکھا تھا کہ

**لئن دخل احد منکم فی دین محمد لا انفعه بشئی ابدا**

(تفسیر کبیر، ۳۰:۸۴)

اگر تم میں سے کوئی دین محمدی ﷺ میں داخل ہوا تو میں ہمیشہ کے لئے اسے کسی بھی چیز کا نفع نہیں پہنچاؤں گا۔

ولید بڑا خوشحال و مالدار تھا۔ اس کے پاس نو ہزار چاندی کے مثقال تھے۔ علاوہ ازیں طائف میں اس کا ایک باغ بھی تھا۔ اس لئے اس نے اپنی اولاد کو متنبہ کر دیا کہ جس نے بھی دین اسلام اختیار کیا اسے وراثت سے کلیتاً محروم کر دوں گا۔ اپنے تعصب کی وجہ سے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اولاد میں سے کوئی خیر عظیم یعنی دین اسلام کو قبول کرے۔

### ۶:۔ معتد۔ بہت بڑا ظالم اور حد اعتدال سے تجاوز کرنے والا

لوگوں کے ساتھ لین دین اور معاملہ کرتے وقت حد اعتدال سے تجاوز کرنے

اور عدل وانصاف کے جملہ تقاضوں کو پامال کرنے والا ہے۔ ستم رسیدہ لوگوں کو اپنی ظلم وستم کی چکی میں پیسنا اس کی علامت وشناخت ہے۔ دوسروں کے تحفظ حقوق کی ذمہ داری کی بجائے غصب حقوق اس کی عادت ثانی ہے، مزید برآں یہ بڑا ہی شہوت پرست ہے۔ ظلمت وتاریکی کے گڑھوں میں گر کر اپنا سفر زندگی تمام کر رہا ہے۔ بایں حالت جب وہ ہر چیز میں تجاوز کی حدود کو چھو چکا ہے تو اب اس میں صدق واخلاص جیسے اوصاف حمیدہ کیسے پنپ سکتے ہیں۔

## ۷:۔ اثیم۔ بہت زیادہ معصیت وگناہ کا مرتکب

فاسق وفاجر، سرکش وباغی ہے، نیکی وبھلائی کو چھوڑ کر بدی وبرائی اور خبائث کو حرز جاں بناتا ہے، معصیت ونافرمانی کی طرف میلان ورغبت رکھتا ہے، اطاعت وفرمانبرداری کا تارک ہے، گویا یہ شخص رذائل اخلاق اپنا کر خود کو تباہی وبربادی کے گڑھوں میں دھکیل چکا ہے۔

## ۸:۔ عتل۔ سخت جھگڑالو

وہ خسیس وگھٹیا عادات وخصائل کا مالک ہے اور اس میں سفلہ پن اور رذالت انتہا درجے کی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فساد انگیزی اور خون ریزی کی فضا پیدا کر دیتا ہے۔

عتل کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ وہ ضلالت وگمراہی اور کفر میں آخری درجے تک پہنچ چکا ہے۔

## ۹:۔ زنیم۔ ولد الزنا (حرام زادہ)

اس سے مراد وہ شخص ہے جو نسباً کسی قوم کا فرد ہونے کا دعوی کرے لیکن حقیقتاً اس میں سے نہ ہو بلکہ کسی نے اسے متبنیٰ بنایا ہو، وہ اس کا حقیقی بیٹا نہ ہو۔

امام اسماعیل حقی ”تفسیر روح البیان“ میں زنیم کا معنی بیان کرتے ہیں۔

**زنیم ھو ولد الزنا وبالفارسیۃ** — زنیم کا معنی ہے وہ بچہ جو زنا سے پیدا ہو



**حرام زادہ** — اور فارسی زبان میں اسے ”حرام زادہ“ کہتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، ۱۰: ۱۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا یہ معنی مروی ہے۔

**زنیم الذی لا اصل لہ** — زنیم اسے کہتے ہیں جس کی کوئی اصل واساس نہ ہو۔

(تفسیر قرطبی، ۱۸: ۲۳۴)

جمہور علماء کے نزدیک یہ ساری مذکورہ صفات قبیحہ ولید بن مغیرہ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ وہ اس بات کا مدعی تھا کہ نسباً اسکا تعلق قریش سے ہے حالانکہ حقیقتاً قریش سے اس کا نسب ثابت نہ تھا۔ بایں سبب اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے ہی مغیرہ نے اس کے باپ ہونے کا دعوی کر دیا اور اسے متبنی بنا لیا اور یوں اس کے حقیقی باپ کا کچھ معلوم نہ ہونے کی بنا پر اس کا نسب اپنی طرف منسوب کر لیا۔

زنیم کا ایک معنی وہ آدمی ہے جو دوسروں کو تکلیف واذیت پہنچائے اور ظلم وستم کرنے میں بہت زیادہ مشہور ومعروف ہو۔ یہ معنی بھی ولید بن مغیرہ میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔

قرآن حکیم میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد انداز بیان ہے کیونکہ کسی شخص کی بری خصائل وعادات اور کردار وسیرت کو اس اسلوب میں قرآن نے صرف یہاں بیان کیا ہے یا صرف اس مقام پر یہ انداز بیان نظر آتا ہے۔

ارشاد فرمایا

**تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ** — ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود ہلاک ہوا۔

(اللہب، ۱۱۱: ۱)

جوں ہی گستاخی واہانت رسول کے لئے ابو لہب کے ہاتھ اٹھے تو اللہ رب العزت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میرے محبوب ﷺ کی شان میں کسی کو بے ادبی وگستاخی کی جرات بھی ہو اس لئے بڑے غضبناک وپر جلال انداز میں فرمایا، اہانت وتنقیص رسالتمآب کے لئے بڑھنے والے یہ ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بے

ادبی و گستاخی کرنے والے کو صحیح النسب بھی تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسے نطفہ حرام قرار دیتا ہے۔ اس لئے جو نطفۂ حلال ہے اس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت و گستاخی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اگر ایسا کرے تو اس کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے، لہٰذا جو نطفہ حرام اور گستاخ ہے اس کا ایمان، اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، یہ کافر اور واجب القتل ہے۔

## ولید کے ولد الزنا ہونے کی تصدیق

جب آقائے دوجہاں ﷺ نے بذریعہ وحی الٰہی یہ نو صفات بیان کیں تو ولید ننگی تلوار لئے اپنی ماں کے پاس آیا اور کہا بے شک مسلمانوں کے نبی ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا انہوں نے میری نو صفات بیان کی ہیں وہ ساری کی ساری مجھ میں پائی جاتی ہیں، آٹھ کا فیصلہ میں خود کر سکتا ہوں لیکن نویں ولد الزنا اور نطفہ حرام ہونے کا فیصلہ بذات خود نہیں کر سکتا اس کی تصدیق تجھ سے ہی ممکن ہے اس لئے بتا، بات کہاں تک درست ہے یا نہیں ورنہ میں تیری گردن تن سے اڑا دوں گا۔ اس نے کہا کہ تیرا باپ اس قابل نہ تھا کہ اس کے نطفے سے اولاد ہوتی، مجھے اولاد نہ ہونے کے باعث مال و دولت کے ضیاع کا خدشہ تھا، سو میں نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قدرت دی پس تو درحقیقت اسی چرواہے کا بیٹا ہے۔

آیت کریمہ کے نزول کے بعد یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ ولید، ولد الزنا ہے جو اس ملعون پر ایک ایسا داغ ودھبہ ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور کبھی بھی یہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔

امام اسماعیل حقیؒ نے تفسیر روح البیان میں عتبیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے

| | |
|---|---|
| **لا نعلم ان اللہ تعالی وصف احدا** | ہم نہیں جانتے کہ اللہ تبارک وتعالی |
| **ولا ذکر من عیوبہ ما ذکر من** | نے کسی اور شخص کے اتنے برے |
| **عیوب الولید بن مغیرہ فالحق بہ** | اوصاف بیان کئے ہوں جتنے ولید بن |
| **عارا لا یفارقہ فی الدنیا والاخرۃ** | مغیرہ کے ذکر کئے۔ اسے ایک ایسا عیب |

(تفسیر روح البیان، ۱۰:۱۱۲)



لگایا ہے جو دنیا و آخرت میں اس سے
جدا نہیں ہو سکتا۔

ولید میں جملہ رذائل اخلاق کے ثبوت و تحقق کی وجہ، اس کا نطفہ خبیث و حرام ہونا تھا۔ اس نطفے سے جو بھی پیدا ہو کر پروان چڑھے گا وہ ناپاک و پلید اور بدکار و فاسق ہو گا اور یہ نو مذکورہ صفات قبیحہ ایسے بے حیاء و بے غیرت اور کمینے و سفلہ مزاج لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو اہانت و گستاخی رسول کا ارتکاب کرتے ہیں اور راہ حق سے نہ صرف خود منحرف ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور ان کے لئے مشکلات و مصائب کی رکاوٹیں بھی کھڑی کرتے ہیں تاکہ وہ راہ حق سے کوسوں دور رہیں۔ غرضیکہ جو افراد جادۂ حق اور راہ ہدایت سے انحراف و تمرد، سرکشی و بغاوت کرتے ہیں اور گستاخی و اہانت اور بے ادبی رسول کا ارتکاب کرتے ہیں وہی درحقیقت ان اوصاف قبیحہ کا مرقع بنتے ہیں۔

## حصہ دوم

# احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثارِ صحابہ سے دلائل


○ باب-۱ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخانِ رسول کا قتل
○ باب-۲ عہدِ صحابہ میں گستاخِ رسول کا قتل

باب --- ۱

# عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# میں

# گستاخانِ رسول کا قتل

## کعب بن اشرف کا قتل

کعب بن اشرف کا یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق تھا۔ یہ اس قبیلے کا سردار اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے والا تھا اس لئے حضور ﷺ اور اہل ایمان کے بارے میں اہانت آمیز اشعار کہتا اور ہجو و ہرزہ سرائی بھی کرتا تھا، لشکر اسلام کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی مدد کے لئے لوگوں کو نہ صرف آمادہ کرتا بلکہ انہیں اہل ایمان سے لڑنے کے لئے برانگیختہ بھی کرتا تھا۔ جب غزوۂ بدر میں کفار و مشرکین پریشانی و اضطراب، ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے تو اسے بہت تکلیف و اذیت پہنچی۔ اس غزوہ میں مارے جانے والے رؤساء قریش اور صنادید مکہ پر یہ اکثر رویا کرتا تھا، بالآخر اس نے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ میں پناہ حاصل کر لی۔ مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس ٹھہرا، بدستور قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہا اور دین اسلام پر ان کے عقیدے و مذہب کی فضیلت و برتری بھی ثابت کرتا حتیٰ کہ اس نے کفار و مشرکین کو حضور ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل پر جمع کر لیا، پھر آپ ﷺ کی عداوت و دشمنی اور مخالفت کا اعلان کرتے ہوئے زاد راہ ختم ہونے پر مکہ سے مدینہ منورہ پلٹ آیا، یہاں آ کر بھی شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و اہانت، تنقیص و تحقیر اور اشعار کے ذریعے ہجو و ہرزہ سرائی کرتا رہا گویا اس روش پر چل کر اس نے اہل ایمان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ بذات خود توڑ دیا۔ بنابریں اب اسلامی ریاست مدینہ پر اس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری بھی مرتفع ہو گئی تھی بایں سبب اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تھی، سو حضور ﷺ نے بذات خود اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ ارشاد فرمایا

**قال رسول اللہ من لکعب ابن الاشرف فانہ قد اذی اللہ ورسولہ**

حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

عرض کی

**یارسول اللہ اتحب ان اقتلہ قال نعم**

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ فرمایا ہاں۔

پھر عرض کیا آپ مجھے اجازت دیں کچھ کہہ سکوں۔ فرمایا اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ ‘کعب بن اشرف کے پاس آئے ‘کہا یہ شخص ہم سے صدقات مانگتا ہے۔ اس نے ہمیں تکلیف میں ڈال رکھا ہے۔ میں تیرے پاس قرض طلب کرنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا بخدا تم اس سے اور بھی دکھ اٹھاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں‘ یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں‘ دیکھتے ہیں یہ معاہدہ کیا رخ اختیار کرتا ہے‘ ہمارا ارادہ ہے تم ہمیں ایک ‘ دو وسق قرض دو۔ (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع تقریباً ۴ کلو کا‘ لہٰذا ایک وسق تقریباً چھ من کا ہوا۔) کعب بن اشرف نے کہا ہاں قرض لے لو مگر میرے پاس کچھ رہن رکھو۔ انہوں (محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں) نے کہا کس چیز کا ارادہ کرتے ہو۔ کعب نے کہا اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے رہن رکھیں حالانکہ تم سارے عرب میں خوبصورت و حسین ہو۔ اس نے کہا اپنے بیٹے رہن رکھ دو انہوں نے کہا ہم اپنے بیٹے کیسے تمہارے پاس رہن رکھ دیں جو کوئی ان سے لڑے گا تو انہیں گالی دے گا‘ ایک یا دو وسق میں گروی رکھے ہوئے‘ یہ ہمارے لئے بہت شرمندگی وندامت کی بات ہے البتہ ہم تمہارے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں‘ اس سے پھر دوسری مرتبہ آنے کا وعدہ



کیا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رات کے وقت اس کے پاس آئے ان کے ساتھ ابو نائلہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حارث بن اوس ‘ابو عبس بن جبیر اور عباد بن بشیر کو بھی ساتھ لانے کا وعدہ کیا۔ غرضیکہ کعب نے انہیں قلعہ میں بلا لیا ان کی طرف نیچے اُترنے لگا‘ اس کی بیوی بولی اس وقت کہاں جاتے ہو؟ میں اس وقت ایک ایسی آواز سن رہی ہوں گویا اس سے خون ٹپکتا ہے۔ کعب نے کہا وہ محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے (کوئی فکر کی بات نہیں)۔ خاندانی شریف آدمی کو رات کے وقت بھی نیزہ زنی کی طرف بلایا جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے۔ (ادھر) محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب کعب بن اشرف آیا تو میں اس کے سر کے بال پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا ہے تو تم قریب ہو کر اسے قتل کر دینا۔ چنانچہ کعب بن اشرف کپڑا اوڑھے ہوئے ان کے پاس آیا در آں حالیکہ اس سے خوشبو مہک رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں نے آج کے دن کی طرح خوشبو دار ہوا کبھی بھی محسوس نہیں کی۔ کعب بن اشرف نے کہا ہاں مستورات عرب کی سردار‘ زیادہ خوشبو والی میرے پاس ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کیا میں تمہارا سر سونگھ سکتا ہوں؟ کعب نے کہا ہاں سونگھ لو۔ محمد بن مسلمہ نے اسے سونگھا‘ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی دعوت دی‘ ایک بار دوبارہ خواہش کرتے ہوئے کہا‘ کیا ایک بار پھر سونگھ سکتا ہوں؟ کعب نے کہاں ہاں اجازت ہے۔

**فلما استمکن منہ قال دونکم فقتلوہ ثم اتوا النبی فاخبروہ**

جب محمد بن مسلمہ نے اسے پوری طرح قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا قریب آ جاؤ اور اسے قتل کر دو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پورے واقعہ کی اطلاع دی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی‘ ۲:۵۷۶)
(صحیح مسلم ‘کتاب الجھاد والسیر‘ ۲)

حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔

**فانہ قد اذی اللہ و رسولہ**

اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دی ہے۔

یہاں ایذاء سے مراد مطلقاً ایذاء ہے۔ اس میں قلیل و کثیر، خفیف و ہلکی کا ذرا بھی اعتبار نہیں، جونہی کوئی فرد بشر آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں ایذاء و تکلیف، سب و شتم، گستاخی و اہانت کا ارتکاب کرے، مباح الدم ہو جائے گا۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی نص نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے ایذاء کثیر میں موذی وجوب قتل کا مستحق ہے جبکہ ایذاء قلیل میں وہ اس سے بری ہے۔ غرضیکہ قولاً یا فعلاً معمولی سی ایذاء پر بھی موذی رسول واجب القتل ہی ہے۔ حد قتل کا نفاذ اس پر بہر صورت ہو گا۔

## ابو رافع یہودی کا قتل

اس کا پورا نام ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق تھا۔ یہ بڑا مالدار و تونگر تھا۔ مسلمانوں کے خلاف اس نے قبیلہ غطفان کی مالی امداد کی۔ یہ نہ صرف شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و اہانت کا ارتکاب کرتا بلکہ اہل ایمان کو ایذاء و تکلیف بھی پہنچاتا تھا، حضور ﷺ نے اس کی فساد انگیزی میں زیادتی کی بنا پر چند لوگوں کو اس پر مامور کیا جنہوں نے اسے قتل کر دیا، حدیث میں آتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

**بعث رسول اللہ الی ابی رافع الیہودی رجالا من الانصار و امر علیہم عبداللہ بن عتیک و کان ابو رافع یوذی رسول اللہ و یعین علیہ**

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، ۲:۵۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع یہودی کی طرف انصار کے چند آدمی بھیجے، عبد اللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے مقابلے میں کافروں کی مدد



کیا کرتا تھا۔

حجاز کی زمین میں اپنے قلعے میں یہ مقیم تھا۔ جب عبداللہ بن عتیک اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس قلعے کے قریب آئے تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ لوگ اپنے مویشی گھروں میں لے آئے۔ عبد اللہ بن عتیک اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا! تم اپنی جگہ بیٹھے رہو، میں چلتا ہوں، چوکیدار سے کوئی حیلہ بہانہ کرتا ہوں شاید یوں قلعے میں داخل ہو جاؤں۔ وہ آتے ہی قلعے کے دروازے کے قریب ہوا پھر خود کو کپڑوں میں اس طرح چھپایا گویا قضائے حاجت کر رہا ہے، جب لوگ قلعہ میں داخل ہو چکے تو دربان نے اسے آواز دی، بندۂ خدا! اگر قلعہ میں داخل ہونا ہے تو جلدی اندر آجاؤ دروازہ بند ہونے لگا ہے۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں قلعہ میں داخل ہو کر روپوش ہو گیا جب سب لوگ آگئے تو دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں ایک لوہے کی کیل میں لٹکا دیں۔ عبد اللہ بن عتیک نے کہا میں نے چابیوں تک رسائی حاصل کی اور یوں دروازہ کھول دیا، ابو رافع کے پاس رات گئے تک باتیں ہوتی رہتی، وہ اپنے بالا خانے میں محو استراحت ہو کر حکایات سنا کرتا تھا، حسب معمول آج جب قصہ گو چلے گئے تو میں نے اس کے بالا خانے کی طرف قصد کیا، جب بھی کوئی دروازہ کھولتا، اسے اندر سے اس خیال سے بند کر دیتا کہ اگر لوگوں کو میرا پتہ بھی چل جائے تو وہ مجھ تک نہ پہنچ سکیں حتیٰ کہ میں اسے قتل کر دوں، یوں میں ابو رافع کے پاس پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ اپنے اہل و عیال کے درمیان تاریک کمرے میں سو رہا ہے۔ یہ پتہ نہیں چل رہا وہ کس جگہ ہے میں نے ندا دی اے ابو رافع! کہنے لگا یہ کون؟ میں نے اس کی آواز پر آگے بڑھ کر تلوار کی ضرب لگائی در آں حالیکہ میرا دل دھڑک رہا تھا، کچھ نہ کر سکا۔ (وار خالی گیا) اس نے چیخ و پکار کی میں کمرے سے باہر آیا۔ تھوڑے سے توقف کے بعد پھر اندر آگیا آواز بدل کر کہا اے ابو رافع یہ آواز کیسی ہے؟ اس نے کہا تیری ماں تجھے روئے، ابھی کوئی آدمی اندر آیا ہے اس نے مجھے اپنی تلوار کا نشانہ بنایا ہے۔ عبد اللہ بن عتیک نے کہا میں نے پھر اسے زور سے تلوار ماری، شدید زخمی ہو گیا مگر قتل نہ ہو سکا۔

**ثم وضعت خبيب السيف فى بطنه حتى اخذ فى ظهره فعرفت انى قتلته**

پھر میں نے اس کے پیٹ پر تلوار کی دھار رکھی، زور سے اسے دبایا حتیٰ کہ وہ اسے چیرتی ہوئی اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ اب یقین ہو گیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، ۲:۵۷۷)

بعد ازاں ایک ایک دروازہ کھولتے ہوئے سیڑھی تک آیا، نیچے اترنے لگا چاندنی رات میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ زمین تک پہنچ گیا ہوں قدم ہوا میں رکھا سو نیچے گر گیا، پنڈلی ٹوٹ گئی، عمامے سے باندھ کر چلنے لگا، دروازے کے پاس آ کر بیٹھ گیا دل میں کہا جب تک اس کے قتل کا یقین نہ ہو جائے رات بھر باہر نہیں نکلوں گا۔ صبح جب مرغ نے اذان دی تو موت کے منادی نے دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا، اہل حجاز کا تاجر ابو رافع انتقال کر گیا بعد ازاں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا انہیں کہا، جلدی چلو اللہ تعالیٰ نے (رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے والے) ابو رافع کا خاتمہ کر دیا ہے۔ پھر بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر خدمت ہوا، سارے واقعہ کی تفصیلات بیان کیں، میری تکلیف دیکھتے ہوئے آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا، پاؤں پھیلاؤ، میں نے تعمیل حکم میں پاؤں پھیلایا، آپ ﷺ نے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر دست اقدس پھیرا تو وہ ایسی ہو گئی گویا اسے کبھی بھی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ (صحیح بخاری، ۲:۵۷۷)

## ام ولد کو گستاخی رسول پر سزائے موت

ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی اور اہانت و تنقیص کا ارتکاب کرتی، سب وشتم، ہجو و ہرزہ سرائی بھی کیا کرتی تھی۔ نابینا صحابی اس لونڈی کے آقا و مولی ہونے کے ناطے اسے گستاخی و بے ادبی سے منع کرتے، ڈانٹتے، جھڑکتے لیکن وہ اس خباثت سے باز نہ آتی بلکہ ہٹ دھرمی اور ضدی پن کا مظاہرہ کرتی تھی۔ کسی بھی صورت گستاخی کی روش ترک کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ حسب معمول اس نے ایک شب شان رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی و گستاخی، تنقیص



وتوہین کا آغاز کیا اور برا بھلا بھی کہا۔ صحابی رسول ﷺ کی غیرت وحمیت شان رسالتمآب ﷺ میں یہ گستاخی برداشت نہ کر سکی، چھرا اٹھایا اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ یوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا۔ جب صبح ہوئی بارگاہ مصطفوی ﷺ میں اس کے قتل کا ذکر ہوا، آقائے دو جہاں ﷺ نے سب لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا

**انشد الله رجلا فعل ما فعل لى عليه حق الا قام فقام الاعمى يتخطى الناس هو يتزلزل حتى قعد بين يدى النبى فقال يارسول الله انا صاحبها كانت تشتمك و تقع فيك فانهاها فلا تنتهى و ازجرها فلا تنزجر ولى منها ابنان مثل اللؤلؤتين و كانت بى رفيقة فلما كان البارحة جعلت تشتمك و تقع فيك فاخذت المغول فوضعته فى بطنها واتكأت عليها حتى قتلتها فقال النبى الا اشهدوا ان دمها هدر**

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود: ۲۸۱)

جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے، وہ کھڑا ہو جائے (اور اقرار کرے کہ میں نے یہ کام کیا ہے) یہ سن کر وہی نابینا صحابی کھڑا ہوا، لوگوں کو پھاندتا اور لرزتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اس لونڈی کا قاتل ہوں وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی، آپ کی ہجو کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آئی، جھڑکتا تھا پھر بھی نہ مانی، اس کے پیٹ سے موتیوں جیسے دو میرے بیٹے ہیں، وہ میری رفیقۂ حیات تھی گذشتہ رات وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگی اور ہجو کرنے لگی تو میں نے چھرا اس کے پیٹ پر رکھا، زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا

گواہ ہو جاؤ اس کا خون رائیگاں گیا
(یعنی اس کے قاتل سے قصاص و دیت
کچھ بھی نہ لیا جائے گا۔)

## گستاخ یہودی عورت کا قتل

آقائے دوجہاں ﷺ کی بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص کا مرتکب خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ اس بے ادب و گستاخ کے قاتل پر قصاص و دیت اور تعزیر کچھ بھی نہ ہو گا کیونکہ وہ حداً مارا جا رہا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے جو حد الٰہی کے قیام سے مارا گیا اس کے خون پر قصاص و دیت کچھ بھی لازم نہیں، اس کا خون باطل و رائیگاں جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ (۱)

**عن علی ان یھودیۃ کانت تشتم النبی و تقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل رسول اللہ دمھا**
(مشکوٰۃ، ۳۰۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک یہودیہ حضور ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور آپ ﷺ کی شان میں ہجو اور طعن کرتی تھی۔ بنابریں ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

یہ بات واضح ہوئی کہ غیر مسلم افراد کو اسلامی ریاست میں امان اس وقت تک حاصل ہے جبتک وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کے خلاف زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں کیونکہ اس کا تعلق ان کے حقوق میں سے نہیں ہے۔ ان کا حق اپنے مذہب پر آزادانہ قائم رہنا ہے اور اپنے معاملات کو مذہب کے مطابق خاص دائرہ کار میں چلاتے رہنا ہے نہ یہ کہ دین اسلام کے خلاف تبلیغ، دینی شعائر کی بے حرمتی، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرنے کا ہے۔ اس کی قطعاً اجازت ہی نہیں جونہی کوئی فرد بشر اس جرم کا مرتکب ہوا اسی وقت اسلامی ریاست سے اس کا نہ صرف



عہد و پیمان ٹوٹ جائے گا بلکہ اس کے خون کی ذمہ داری بھی اٹھ جائے گی، گستاخی رسول کے باعث مباح الدم ہو جائے گا۔

مذکورہ احادیث کے نفس مضمون اور سیاق و سباق سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ گستاخ رسول کی سزائے قتل کی علت و سبب فقط شان رسالتمآب ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی و بے ادبی ہے جو حد قتل کے نفاذ کا سبب بنتی ہے۔

غرضیکہ پہلے دونوں کیسوں (Cases) میں آقائے دوجہاں ﷺ نے بحیثیت اسلامی ریاست کے حاکم وقت (HEAD OF THE STATE) کے کچھ افراد کو مامور کر کے اپنے گستاخوں کو قتل کروایا جبکہ آخری دو کیسوں میں صحابہ کرام نے گستاخان رسول کو قتل کیا۔ معاملہ ہر کیس میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ ﷺ نے مقتولوں کی گستاخی و اہانت کے سبب ان کے خون، باطل قرار دیئے یعنی ان کے قتل پر کسی قسم کا قصاص و دیت نہ لی جائے گی، ان کا خون رائیگاں و بے سود تصور کیا جائے گا۔

## گستاخ رسول اور گستاخ صحابہ کی سزا میں فرق

بارگاہ نبوت ﷺ میں سب و شتم کرنے والا بدبخت و حرماں نصیب اپنی گستاخی و اہانت کے باعث آخرت میں دوزخ کا ایندھن تو بنے گا ہی مگر اس سے پہلے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا شکار ہو گا، اہل ایمان کو ایسے ناپاک وجود کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ سرکار دوعالم ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں آپ کے دیدار فرحت آثار سے براہ راست ایمان کی آنکھ سے لطف افروز ہونے اور صحبت و قربت مصطفوی ﷺ سے فیضیاب ہونے والے مقدس نفوس کی عظمت شان میں بھی سب و شتم کرنے والا اپنی گستاخی کے باعث اس دنیا میں ہی کوڑوں کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

**من سب نبیا فاقتلوہ و من سب**

جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے قتل

**اصحابی فاجلدوہ** کر دو اور جو میرے کسی صحابی کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔

(الشفاء، ۲: ۹۴۸)

الفاظ حدیث صراحتاً اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اہانت و گستاخی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بھی شان اقدس میں کی گئی تو اس کے مرتکب کو بغیر کوئی موقع دیئے اور توبہ قبول کئے، قتل کر دیا جائے گا، یہ سزائے قتل اس پر بطور حد واجب ہے۔

## کعبہ میں بھی گستاخ رسول کا قتل مباح ہے

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اللہ رب العزت نے حسب وعدہ حضور ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی، تو اب وہ لوگ جنہوں نے ابتداء ہی سے دین اسلام کے خلاف عداوت و دشمنی، بغض و عناد کا نہ صرف طرز عمل اپنایا، بلکہ سرور کائنات ﷺ کو ہر نوعیت کی تکلیف و اذیت، دکھ و رنج بھی پہنچایا، شان اقدس میں نازیبا و ناموزوں کلمات کہے، دین اسلام کے پیغام کی فروغ پذیری روکنے کے لئے معاشی رکاوٹیں بھی پیدا کیں، ہر سعی و کاوش کی مگر بے سود حتیٰ کہ آپ پر قاتلانہ حملے کے لئے گھر کا محاصرہ کیا گیا، حکم خداوندی کے مطابق مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی، وہاں بھی دشمنان اسلام نے اہل ایمان کو سکون و اطمینان سے نہ رہنے دیا، پے در پے کئی غزوات ہوئے، آٹھویں ہجری میں جب فتح مکہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار و مشرکین پر غلبہ عطا کیا اس موقع پر کفار و مشرکین نے خود کو غیر محفوظ پایا تو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ حیات مستعار مثل چراغ سحری ہے۔ چند لمحات کے بعد گردنیں تن سے جدا کر دی جائیں گی مگر رحمت عالم ﷺ نے اس موقع پر تاریخ انسانیت میں عفو و درگزر کی ابد الآباد تک بے نظیر مثال قائم کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا

**لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ** آج تم پر کچھ ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(البدایہ والنہایہ، ۴: ۳۰۱)



اس عام اعلان معافی سے حضور ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا۔ انہوں نے شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و اہانت، اذیت و تکلیف تنقیص و تحقیر کا ارتکاب کیا تھا، دین اسلام کے خلاف زبان طعن و تشنیع بھی دراز کی تھی، ان میں عکرمہ بن ابی جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبد اللہ بن ابی السرح اور اس کی دو لونڈیاں شامل تھیں، آقائے دو جہاں ﷺ نے اہل ایمان کو اپنے گستاخوں کا خون مباح قرار دیتے ہوئے بڑا واضح و صریح حکم ارشاد فرمایا

**اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقين باستار الكعبة** (وہ جہاں کہیں بھی ملیں) انہیں قتل کر دو اگر چہ (وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے) کعبہ شریف کے پردوں سے ہی چمٹے ہوئے پاؤ۔

(سنن نسائی، کتاب المحاربہ، ۲: ۱۶۹)

ان میں سے عبد اللہ بن خطل کے بارے میں حدیث میں یوں ذکر آیا ہے۔

**فاما عبدالله بن خطل فادرك وهو متعلق باستار الكعبة فاستبق اليه سعيد بن حريث وعمار بن ياسر فسبق سعيد عمارا وكان اشب الرجلين فقتله** عبد اللہ بن خطل کعبہ شریف کے پردوں سے چمٹا ہوا پایا گیا، اسے قتل کرنے کے لئے حضرت سعید بن حارث ؓ اور حضرت عمار بن یاسر ؓ دوڑے لیکن حضرت سعید ؓ حضرت عمار ؓ سے زیادہ نوجوان تھے آپ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔

(سنن نسائی، کتاب المحاربہ ۲: ۱۶۹)

گویا عبد اللہ بن خطل نے یہ خیال و گمان کرتے ہوئے بیت اللہ میں پناہ گزینی اختیار کی کہ کعبہ کے سائے میں سزا سے جان بخشی ہو جائے گی۔ مگر چونکہ بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص رسول ﷺ کے جرم عظیم کا مرتکب اور دین اسلام کا باغی تھا سو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات استعمال کرتے ہوئے فرمایا یہ اپنے

اس جرم کی سزا سے بچنے کے لئے بیت اللہ میں ہی کیوں نہ پناہ لے لیں ان کی گردن اڑا دی جائے اور ہمیشہ کے لئے ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا جائے۔

جبکہ مقیس بن صبابہ کے بارے میں روایت میں یوں آیا ہے۔

**اما مقیس بن صبابہ فادرک الناس فی السوق فقتلوہ**

مقیس بن صبابہ کو لوگوں (صحابہ کرام) نے بازار میں پایا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔

(سنن نسائی، کتاب المحاربہ، ۲:۱۶۹)

عکرمہ بن ابی جہل کا حدیث میں اس طرح ذکر آیا ہے کہ جب یہ کشتی میں سوار ہوا تو وہ طوفان میں پھنس گئی، کشتی والوں نے کہا اب خدائے وحدہ لا شریک کو پکارو وہی حقیقی مددگار ہے اصنام وبت تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔ عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم دریا میں مجھے اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی میرا محافظ نہیں۔ اے پروردگار میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس بلا و مصیبت سے، جس میں مبتلا ہوں اگر تو نے مجھے بچا لیا تو حضور سرور کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت اسلام کروں گا، مجھے توقع ہے حضور ﷺ ضرور لطف و کرم، رحمت و شفقت سے نوازیں گے، عکرمہ بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوا اور ہمیشہ کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

## بیعت گستاخ میں تامل اور خواہش قتل

عبد اللہ بن ابی السرح کا شمار کاتبان وحی میں ہوتا تھا۔ شیطان کے پھسلانے کے باعث گمراہی وضلالت کے گڑھوں میں گر گیا تھا، دین اسلام چھوڑ کر کفار و مشرکین کے ساتھ مل گیا تھا، فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے اس کا خون بھی مباح قرار دیتے ہوئے اس کے قتل عام کا حکم صادر فرمایا۔ یہ گستاخ حضور ﷺ کی شان نبوت و رسالت میں نہ صرف زبان طعن دراز کرتا بلکہ آپ کی طرف کذب و افتراء بھی منسوب کرتا تھا، شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی، توہین و تنقیص کا ارتکاب بھی کرتا تھا۔ قرآن حکیم کے متعلق بھی بدگوئی کرتے ہوئے کہتا، وحی الٰہی کی کتابت کے وقت جیسے میں



چاہتا ویسے ہی تصرف کرتا تھا، یہ گمان بھی کرتا کہ میری طرف بھی حضور ﷺ کی طرح وحی آتی ہے، اس کا یہ اقدام حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کے متعلق بہت بڑا افتراء تھا سو یہ کافر و مرتد ہوا۔ اگر اس کا جرم فقط ارتداد ہوتا تو بایں صورت عام مرتد کی طرح تائب ہو کر آنے سے معاف کر دیا جاتا، لیکن اس کے قتل میں سختی و شدت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہ شان رسالتمآب ﷺ میں سب وشتم، ہجو و ہرزہ سرائی کے سبب ہی تھی۔ یہ جرم مجرد کفر وارتداد سے کئی درجے بڑھ کر ہے جیسے امام ابن تیمیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

**ان جرم الطاعن علی الرسول الساب لہ اعظم من جرم المرتد**

رسول اللہ ﷺ کو طعن و تشنیع کرنے، آپ کو گالی دینے والے کا جرم مرتد کے جرم سے بھی کئی درجے بڑا ہے۔

(الصارم المسلول: ۱۱۷)

جب عبد اللہ بن ابی السرح تائب ہو کر بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوا تو کئی بار بیعت کے ارادے سے آگے بڑھا لیکن پذیرائی نہ ہوئی آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے دست اقدس پر بیعت کا موقع نہ دیا، مسلسل اعراض فرمایا چاہا کوئی اس کا قصہ تمام کر دے۔

حدیث شریف میں مفصل سارا واقعہ یوں آیا ہے۔

**واما عبد اللہ بن ابی سرح فانہ اختبی عند عثمان بن عفان فلما دعا رسول الناس الی البیعۃ جاء بہ حتی اوقفہ علی النبی قال یارسول اللہ بایع عبد اللہ قال فرفع رأسہ فنظر الیہ ثلاثا کل ذلک یابی فبایعہ بعد ثلث ثم اقبل علی**

عبد اللہ بن سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا۔ جب حضور سرور کونین ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے یاد کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کر دیا، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عبد اللہ کی بیعت

**اصحابہ فقال اما کان فیکم رجل رشید یقوم الی ھذا حیث رانی کففت یدی عن بیعتہ فیقتلہ فقالوا وما یدرینا یا رسول اللہ ما فی نفسک ھلا او مات الینا بعینک قال انہ لا ینبغی لنبی ان یکون لہ خائنۃ اعین**

(سنن نسائی کتاب المحاربہ، ۲: ۱۶۹)

قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر انور اوپر اٹھایا، تین دفعہ عبد اللہ کی طرف دیکھا، ہر دفعہ بیعت سے انکار کیا، آخر تین دفعہ کے بعد اسے بیعت کیا۔ بعد ازاں آپ ﷺ صحابہ کرام سے مخاطب ہوئے، ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی ایسا معاملہ فہم نہ تھا جو اس کی طرف اٹھ کھڑا ہوتا جب میں نے بیعت سے ہاتھ روک لیا تھا تو اسے قتل کر دیتا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں آپ کے دل کی بات کس طرح معلوم ہوتی؟ آپ نے ہمیں آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا نبی کی یہ شان نہیں وہ ظاہر میں چپ رہے اور آنکھ سے اس کے خلاف اشارہ کرے۔

## شاتمین کا قتل

عہد رسالتمآب ﷺ میں آقائے دوجہاں ﷺ کی ظاہری حیات مقدسہ میں جن لوگوں نے بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب کیا، شان نبوت میں تنقیص وکمی کا رویہ اختیار کیا، اپنی بدبختی وحرماں نصیبی کے سبب ذات رسول ﷺ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جب حسد وکینہ، بغض وعداوت اور دین سے انحراف وبغاوت کی انتہا وغایت کو پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بذات خود صحابہ کرام کو ان کے قتل کا حکم دیا نتیجتاً انہیں



ہمیشہ کے لئے نیست ونابود کر دیا گیا۔

ایسی چند احادیث ہم یہاں بیان کرتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ایک گستاخ کا ذکر یوں آیا ہے۔

**ان رجلا کان یسبہ فقال من یکفینی عدوی فقال خالد انا فبعثہ ﷺ فقتلہ**

(الشفاء، ۲: ۹۵۱)

ایک شخص حضور ﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کام کے لئے تیار ہوں چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں اس کام کے لئے بھیجا، انہوں نے اس گستاخ کو قتل کر دیا۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

**ان النبی سبہ رجل فقال من یکفینی عدوی فقال الزبیر انا فبارزہ فقتلہ الزبیر**

(الشفاء، ۲: ۹۵۱)

ایک آدمی نے حضور ﷺ کو سب وشتم کیا آپ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کیا یا رسول ﷺ میں حاضر ہوں آپ نے اس گستاخ سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

اسی طرح ایک اور عورت کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسی جرم کی پاداش میں قتل کیا۔

**ان امراۃ کانت تسبہ ﷺ فقال**

ایک عورت حضور ﷺ کو گالیاں

**من یکفینی عدونی فخرج الیھا خالد بن ولید فقتلھا**

(الشفاء، ۲:۹۵۱)

(الصارم المسلول: ۱۳۴)

دیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے دشمن سے بدلہ لے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی طرف چل نکلے انہوں نے اس (گستاخ) عورت کو قتل کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

**ھجت امراۃ من خطمۃ النبی فقال من لی بھا؟ فقال رجل من قومھا انا یارسول اللہ فنھض فقتلھا فاخبر النبی قال لا ینتطح فیھا عنزان**

(الشفاء، ۲:۹۵۲)

قبیلہ خطمہ میں سے ایک عورت نے حضور نبی کریم ﷺ کی ہجو کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے حق کو ادا کرتے ہوئے اسے قتل کر دے؟ اس کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں اس مقصد کے لئے تیار ہوں پس وہ اٹھا اور اس گستاخ عورت کو قتل کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس (کے قصاص) میں نیزہ خون آلود نہیں کیا جائیگا۔ (اس کا خون رائیگاں گیا)

## علامات کی نشاندہی اور ارادہ قتل

بے ادبی و گستاخی رسول ایسا مرض ہے جس میں مبتلا ہونے والا اس حد تک بڑھتا چلا جاتا ہے کہ نہ صرف اس سے اس کے ایمان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے بلکہ اس کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ یوں انسان تمام چیزوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ذات



مصطفےٰ ﷺ کی نسبت ناموزوں کلمات کے انتساب کا آغاز کر دیتا ہے اس مقام پر پہنچ کر انسان تباہی وہلاکت کے گڑھوں میں گرتا ہوا اسفل السافلین کی منزل تک بھی جا پہنچتا ہے۔ ایسے گستاخان رسول کا قلع قمع کرنا جہاں اطاعتِ حکم الٰہی ہے وہاں امت مسلمہ کا منصبی فریضہ بھی ہے، یہی سبق صحابہ کرام کی سیرت و کردار سے عیاں ہوتا ہے کوئی فرد بشر بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں ادنیٰ سی بے ادبی و گستاخی کا بھی ارتکاب کرتا تو یہ عشاق آقائے دوجہاں ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے بعد اس کی گردن تن سے اڑا دینے کے لئے آمادہ و تیار ہو جاتے۔

احادیث میں یہ مضمون آیا ہے۔

**عن ابی سعید الخدری قال بینما نحن عند رسول اللہ وھو یقسم قسما اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر یارسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ فقال لہ دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القراٰن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ**

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، ۱:۵۰۹)

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، ۱:۳۴۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم خاندان کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرۃ تھا حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول عدل کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کم بخت اگر میں انصاف نہیں کرتا تو کون کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام و نامراد ہو جاؤں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے، اس کی گردن اڑا دوں، فرمایا رہنے دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ایسے ہیں (یا ہوں گے) کہ ان کی نمازوں اور روزوں

کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانو گے۔ یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا' یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

مزید آگے ارشاد فرمایا "وہ بایں طور پر کہ تیرانداز تیر کے پھل کو دیکھتا ہے' اس میں خون کا اثر نہیں ہوتا پھر پھل کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی خون نظر نہیں آتا' پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے اس میں بھی کچھ نہیں ہوتا حالانکہ تیر شکار کی گوبر اور خون سے نکلتا ہے۔"

گویا کہ ایسے لوگوں کا دین سے تعلق وناطہ یوں کٹ جائے گا گویا دین کے ساتھ کبھی ان کا کوئی واسطہ رہا ہی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ان کی عمر بھر کی کمائی گستاخی رسول کے باعث برباد وضائع ہو جائے گی۔ مذکورہ حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے بے ادبی وگستاخی کرنے والوں کے احوال اور ان کے انجام سے آگاہ کیا ہے جبکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان کی علامات کو بیان کیا بلکہ انکے قتل کے ارادہ کا بھی اظہار کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

**عن ابی سعید خدری فقال رجل من اصحابہ کنا نحن احق بھذا من ھولاء قال فبلغ ذلک النبی ﷺ فقال الا تامنونی وانا امین من فی السماء یاتینی خبر السماء صباحا ومساء قال فقام رجل غائر**

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں موجود ایک شخص کہنے لگا' ہم اس کے (یعنی مال کے) ان لوگوں سے زیادہ مستحق تھے۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا کیا تم



**العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الرأس مشمر الازار فقال یارسول اللہ اتق اللہ فقال ویلک او لست احق اھل الارض ان یتقی اللہ قال ثم ولی الرجل فقال خالد بن الولید یارسول اللہ الا اضرب عنقہ فقال لا لعلہ ان یکون یصلی قال خالد وکم من مصلی یقول بلسانہ ما لیس فی قلبہ فقال رسول اللہ انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونھم قال ثم نظر الیہ وھو مقف فقال انہ یخرج من ضئضئی ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبا لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ قال اظنہ قال لئن انا ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود**

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ' ۳۴۱)

لوگ مجھے امانت دار نہیں سمجھتے حالانکہ میں اس خدا کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔ میرے پاس صبح وشام آسمانوں کی خبریں آتی ہیں۔ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اس کی آنکھیں گڑھوں میں دھنسی (گھسی) ہوئی تھیں' رخساروں کی ہڈیاں نکلی (ابھری) ہوئی تھیں' پیشانی ابھری ہوئی' داڑھی گھنی اور سرمنڈا ہوا تھا' تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا۔ (حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر کہ میرے پاس صبح وشام آسمانوں کی خبریں آتی ہیں یعنی آپ ﷺ کے کثرت علم واطلاع پر اعتراض کرتے ہوئے) کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ خدا سے ڈریے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کم بخت کیا میں تمام روئے زمین پر رہنے والوں سے زیادہ خوف خدا کا اہل نہیں ہوں؟ پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ فرمایا نہیں کیونکہ ممکن ہے یہ

نماز پڑھتا ہو (پھر لوگ باتیں بنائیں گے) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بہت سے نمازی زبان سے تو (نماز) پڑھتے ہیں لیکن ان کے دل میں کچھ نہیں ہوتا فرمایا مجھے یہ حکم نہیں ہوا' لوگوں کے دل چیر کر یا پیٹ پھاڑ کر دیکھوں پھر اس شخص کی پشت کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہونگے جو بہت مزہ لیکر (یعنی سرور کے ساتھ) قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ (یعنی دل میں نہیں اترے گا) یہ لوگ دین سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے پار ہو جاتا ہے (راوی کہتا ہے) میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

ان احادیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صراحت سے اس چیز کو واضح فرمادیا ہے۔ جو شخص گستاخ رسول ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو' روزہ نہ رکھتا ہو' شعائر دین کا اعلانیہ انکار کرتا ہو' احکام شرعیہ پر عامل نہ ہو بلکہ یہ لوگ تو کثرت سے صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں گے' اپنی نمازوں اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے اہل ایمان کی نمازوں اور روزوں کو شمار میں بھی نہیں لائیں گے'



اسی طرح قرآن بھی بڑے سرور اور مزے (تجوید و قرات) سے پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی دل کی وادی میں نہیں اترے گا' ان کے سینے اس کے نور سے منور و تاباں نہیں ہونگے' ان کی ظاہری کثرت عبادت دیکھ کر ہر کوئی مرعوب ہو گا مگر حقیقتاً ان کے سارے کے سارے اعمال بوجھ ہیں جو یہ اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں' سب کچھ کرنے کے باوجود دین کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق و واسطہ نہ ہو گا بلکہ یہ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیر کمان اور شکار سے نکل جاتا ہے وجہ فقط یہ ہے کہ ان کے دلوں میں بے ادبی و گستاخی' توہین و تنقیص رسول' منافقت وحسد اور بغض وعداوت رسول ﷺ کا مرض پل رہا ہے جس نے انہیں ایمان کی چاشنی وحلاوت کی بہار سے محروم کر دیا ہے۔ ایمان تو انہیں بواسطۂ رسالتمآب ﷺ ملا ہے سو جب یہ حضور ﷺ کی ہی بے ادبی و گستاخی کا ارتکاب کرنے لگے ہیں تو اب ایمان کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔

جامع ترمذی میں بھی ان گستاخان رسول کے ظہور اور علامات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ طبعاً بڑے نرم گو ہوں گے' زبانیں ان کی شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہونگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

**قال رسول الله يخرج فى آخر الزمان رجال يختلون الدنيا بالدين يلبسون للناس جلود الضان من اللين السنتهم احلى من السكر وقلوبهم قلوب الذئاب يقول الله ابى تفترون ام علی تجترء ون فبی حلفت لا بعثن علی اولئک منهم فتنة تدع الحليم منهم حيرانا**

(جامع ترمذی' ابواب الزهد' ۲: ۶۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانے کچھ لوگ ہوں گے جو دھوکہ وفریب سے دنیا کمائیں گے' لوگوں کو نرمی دکھانے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے' ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گیں۔ (دوسری روایت کے مطابق شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گیں۔) اور دل بھیڑیوں کی طرح سخت ہوں گے' اللہ تعالی فرماتا ہے کیا تم میرے ساتھ دھوکہ کرتے ہو یا مجھ

پر جرأت کرتے ہو، مجھے اپنی عزت کی قسم، میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ضرور آزمائش وفتنہ بھیجوں گا جو ان میں سے بُرد بار لوگوں کو بھی حیران وپریشان کردے گا۔

توہین وگستاخی رسول جرم عظیم ہے جس کی سزا دنیا میں صرف اور صرف قتل ہی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے بذات خود اپنے گستاخوں کے قتل کا اہل ایمان کو حکم دیا کہ یہ جب اور جہاں تمہیں مل جائیں ان کا قصہ تمام کردو۔ بے ادبی وگستاخی رسول پر انہیں ابدی نیند سلا کر واصل جہنم کردو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

**قال علی اذا حدثتکم عن رسول اللہ فلان اخر من السماء احب الی من ان اقول علیہ مالم یقل واذا حدثتکم فیما بینی وبینکم فان الحرب خدعۃ سمعت رسول اللہ یقول سیخرج فی اٰخر الزمان قوم احداث الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یقرء ون القراٰن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ فاذا لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم عند اللہ یوم القیامۃ** (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، ۱:۳۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں تو اس وقت آسمان سے گرنا میرے لئے زیادہ آسان وبہتر ہے بنسبت اس کے میں حضور ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کروں جو آپ ﷺ نے فرمائی ہی نہیں، جب میرے اور تمہارے درمیان بات ہو، تو جنگ ایک چال ہوتی ہے۔ (اسمیں تعریض جائز ہے) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اخیر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جس میں کم عمر، کم عقل لوگ ہوں گے۔



رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کریں گے۔ قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جب تمہیں یہ مل جائیں تو انہیں قتل کردو، ان کے قتل کرنے میں قیامت کے دن اللہ رب العزت کے ہاں بڑا اجر وثواب ہے۔

احادیث مقدسہ سے یہ امر صراحتاً ثابت ہو گیا ہے کہ معمولی سی بے ادبی وگستاخی، تنقیص واہانت رسول قرآن حکیم کے مطابق **قد کفرتم بعد ایمانکم** "تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو" کی صورت اختیار کرلیتی ہے سو شریعت ایسے گستاخ پر حداً سزائے موت ہی لازم قرار دیتی ہے۔

باب --- ۲

# عہد صحابہ

# میں

# گستاخ رسول کا قتل

## حضرت ابو بکر صدیقؓ اور گستاخ رسول کی سزا

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے' اسی دوران آپ نے ایک شخص پر اس قدر شدید غیض وغضب کا اظہار کیا حتیٰ کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کیا۔

**فقلت تاذن لی یاخلیفۃ رسول اللہ اضرب عنقہ**

اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔

(ابو داؤد کتاب الحدود' ۲:۲۵۲)

آگے مزید بیان کرتے ہیں' جب میں نے اس کے قتل کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اسکے متعلق گفتگو ترک کر دی' دوسری باتیں کرنے لگے۔ نسائی شریف کی روایت کے مطابق ان کلمات کے سننے کے بعد آپ نے اپنے غصے پر ایسے ضبط کیا جیسے آپ پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا گیا ہو۔ ابو برزہ بیان کرتے ہیں جب ہم رخصت ہونے لگے تو آپ نے مجھے بلا بھیجا' فرمایا اے ابو برزہ تم ابھی کیا کہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا مجھے یاد دلائیے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا کیا وہ تمہیں یاد نہیں؟ میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تو نے مجھے ایک شخص پر ناراض ہوتے ہوئے دیکھا تو تم نے کہا' اے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس کی گردن اڑا دوں؟

**قال اکنت فاعلا لو امرتک قلت نعم**

آپ نے فرمایا کیا تو ایسا ہی کرتا اگر میں تجھے اسکے قتل کرنے کا حکم دیتا۔ عرض کیا ہاں ایسے ہی کرتا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الحدود' ۲:۲۵۲)

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

**قال لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد ﷺ**

(سنن ابی داؤد کتاب الحدود، ۲:۲۵۲)

نہیں، حضور سرور کونین ﷺ کے بعد کسی بھی فرد بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس امر کی تصریح کر دی کہ کائنات انسانی میں سے کسی بھی فرد کی گستاخی و اہانت پر قتل کی سزا نافذ نہیں ہو سکتی سوائے ذات مصطفیٰ ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کے، کل کائنات بشریت میں یہ امتیاز و خصوصیت اور مقام و مرتبہ فقط حضور ﷺ کی ذات اقدس کو ہی حاصل ہے کہ آپ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی و بے ادبی کے مرتکب کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ زمین نہ صرف اس کے نجس وجود سے پاک ہو بلکہ یہ مرض اس کی وجہ سے آگے فروغ پذیر بھی نہ ہو۔ غرضیکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ الرسول ﷺ کے منصب پر متمکن ہو کر اور اسلامی ریاست کے حاکم (Head of the Islamic State) کی حیثیت سے اسلامی ریاست و مملکت کے قانون کو بیان کر دیا جس کی رو سے اسلامی ریاست میں بے ادبی و گستاخی، اہانت و استخفاف اور تنقیص و تحقیر رسول ﷺ کے جرم کے مرتکب کی سزا قتل ہی ہے۔

مذکورہ حدیث کی توضیح میں قاضی ابو محمد بن نصر نے کہا

**لم یخالف علیہ احد واستدلال الائمۃ بھذا الحدیث علی قتل من اغضب النبی بکل ما اغضبہ او اذاہ او سبہ**

(الشفاء، ۲:۱۹۶)

جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو (قول و فعل، حرکت و اشارہ، تحریر و تقریر) کسی بھی صورت میں غضبناک کرے یا آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائے یا آپ کو سب و شتم کرے تو اس کی قتل کی سزا پر تمام ائمہ کرام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کسی فرد نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔



## "عبس و تولیٰ" کثرت سے پڑھنے والے امام کا قتل

اس سورت کا شان نزول مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ رؤساء قریش کو دعوت پہنچانے میں مشغول تھے، کاملاً ان ہی کی طرف متوجہ تھے، اچانک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن ام مکتوم بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ یہ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ عموماً حاضر خدمت ہوتے رہتے، تعلیمات دین حاصل کرتے، مسائل دریافت کرتے، حسب معمول آج بھی آتے ہی سوالات کئے، آداب مجلس کا خیال نہ رکھ سکے، آگے بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ وراغب کرنا چاہا، آپ اس وقت چونکہ ایک اہم امر دینی میں مشغول و مصروف تھے سو متوجہ نہ ہوئے، سلسلہ کلام جاری رکھا، دوران گفتگو خلل اندازی پر چہرہ اقدس پر کچھ رنج و ملال کی کیفیت ظاہر ہوئی۔ اس پر باری تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں جن میں آنحضرت ﷺ کو اس امر کی تلقین کی گئی۔ وہ نا سمجھ تھا اس کی دلجوئی بھی تو مقصود تھی، ایسے آثار چہرہ اقدس پر ظاہر نہیں ہونے چاہئیں تاکہ ایسا مخلص و جانثار صحابی آپ کی شفقت و دلجوئی سے محروم نہ ہو۔ اب ظاہراً اس آیہ کریمہ میں "عتاب" تنبیہہ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

اس خصوصیت کی وجہ سے ایک منافق کا یہ معمول تھا۔ وہ ہر نماز میں یہی سورت پڑھتا، دل میں یہ کیفیت مراد لیتا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تنبیہہ فرمائی ہے یہاں تک کہ

**روی ان عمر ابن الخطاب بلغہ ان بعض المنافقین یوم قومہ فلا یقرأ فیھم الا سورۃ عبس فارسل الیہ**

یہ بات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ منافقین میں سے ایک شخص اپنی قوم کی امامت کراتا ہے، وہ ہر

فضرب عنقہ

(تفسیر روح البیان '۱۰: ۳۳۱)

باجماعت نماز میں سورۃ عبس وتولّٰی ہی پڑھتا ہے آپ نے اسے بلا بھیجا' (بغیر مزید تحقیق کے) اس کا سر قلم کروادیا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ پر اس شخص کے عمل سے یہ بات از خود متحقق ہو گئی اور آپ کو یقین کامل حاصل ہو گیا کہ اسی سورت کو مداومت وہمیشگی سے پڑھنے کا سبب وعلت در پردہ بے ادبی وگستاخی رسول ﷺ ہے۔ علاوہ ازیں کچھ اور علامات بھی گستاخان رسول کی آپ کی پیش نظر تھیں۔ اس کے ساتھ ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس کے بغض وعناد' حسد وکینہ کی کیفیات بھی اس کے گستاخ رسول ہونے پر واضح دلالت کر رہیں تھیں۔ یہ بات لائق توجہ ہے کہ اس شخص نے زبان سے قولاً یا فعلاً' اشارۃً یا کنایۃً کسی بھی صورت میں شان رسالتمآب ﷺ میں تنقیص وتحقیر پر مشتمل کوئی کلمہ زبان سے آپ کے سامنے نہیں کہا بلکہ محض اس کے عمل اور مستقل معمول سے امر واقعہ آپ پر متحقق ہوا کہ اس کے دل میں گستاخی رسول پنہاں ہے یا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا اشارہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ سو کسی مزید تحقیق وتفتیش اور صفائی کا موقع دیئے بغیر کہ کس نیت سے تم پڑھتے ہو' کس سے نہیں' نیت کے اعتبارات کو ترک کرتے ہوئے' تفصیلات میں جائے بغیر بے ادبی وگستاخی رسول کے جرم پر اس کا سر قلم کر دیا۔

## گستاخ رسول کا فیصلہ تلوار فاروقی سے

قرآن حکیم نے طاغوتی والحادی قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہونے اور ان سے بغاوت وروگردانی کا سبق دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

کیا آپ نے ان (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (اپنے منہ سے تو) دعویٰ کرتے



قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ

(النساء '۴: ۶۰)

ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ ﷺ پر اتارا گیا۔ (یعنی قرآن پر اور ان کتب سماوی پر) جو آپ سے پہلے اتاری گئیں (لیکن) چاہتے ہیں اپنا قضیہ شیطان کی طرف (ایک شریر آدمی کعب بن اشرف کی طرف) لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے اس کی بات نہ مانیں۔

اکثر مفسرین نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں ایک یہودی اور ایک بشیر نامی منافق کے درمیان جھگڑے کو بیان کیا ہے۔ یہودی نے کہا ہم اپنے اس معاملے کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے چلتے ہیں۔ منافق نے اس سے انکار کیا' کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لئے کہا' بایں سبب حضور نبی کریم ﷺ حق پر مبنی فیصلہ کرتے کوئی دنیوی غرض ولالچ پیش نظر نہ رکھتے' جبکہ کعب بن اشرف بہت بڑا راشی تھا اس معاملے میں منافق جھوٹا جبکہ یہودی حق پر تھا سو اس نے تحاکم الی الرسول ﷺ پر اصرار کیا تو منافق مجبوراً بادل نخواستہ یہودی کے ساتھ چل پڑا' دونوں بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ دونوں کے بیانات سن کر حضور سرور کائنات ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا' باہر نکلتے ہی منافق نے یہودی سے کہا اس فیصلے سے میں راضی نہیں ہوں' چلو حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے فیصلہ کروائیں' دونوں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پاس آئے آپ نے آقائے دوجہاں ﷺ کے فیصلے کو ہی برقرار رکھتے ہوئے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ منافق پھر بھی نہ مانا' کہنے لگا چلو حضرت عمر فاروق ؓ سے فیصلہ کروائیں دونوں حضرت عمر فاروق ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے' یہودی نے حضرت عمر فاروق ؓ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں

مگر یہ فیصلے پر راضی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (Question of Fact) حقیقت حال جاننے کے لئے تصدیق کے لئے منافق سے پوچھا' "اهکذا" کیا واقعی حضور ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں؟ اس نے کہا نعم تسلیم کیا ہاں ایسا ہو چکا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا

**روید کما حتی اخرج الیکما فدخل عمر البیت واخذ السیف واشتمل علیه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتی برد**
(تفسیر المظہری' ۲: ۱۵۴)
(تفسیر کشاف' ۱: ۵۲۵)

یہیں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ میں تمہاری طرف نکل آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے' تلوار اٹھائی' چادر اوڑھی پھر باہر نکلے' اس منافق کی گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا

**هکذا اقضی بین من لم یرض بقضاء الله وقضاء رسوله**
(تفسیر مظہری' ۲: ۱۵۴)

میں اس طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو۔

یہ خبر پھیل گئی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی' کہا گیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہے' اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

**ما کنت اظن عمر یجترئ علی قتل مومن**
(تفسیر الکشاف' ۱: ۵۲۵)

میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور قتل مسلم سے آپ کو بری قرار دیتے ہوئے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی

**فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی**

پس (اے حبیب ﷺ) آپ کے



**یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا**
(النساء' ۴: ۶۵)

پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے ہر اختلاف میں آپ کو (دل وجان سے) حکم نہ بنائیں پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے کسی بھی طرح دل گیر نہ ہوں' اسے دل سے بخوشی قبول کریں۔

گویا جو حضور نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو آخری قطعی و حتمی نہیں سمجھتا' اسے بدل وجان تسلیم نہیں کرتا' وہ سرے سے ایمان دار ہی نہیں ہے اور اسے آپ ﷺ کی بے ادبی و گستاخی' توہین و تنقیص اور حکم نہ ماننے کی صورت میں قتل کرنا' ایک مومن کو قتل کرنا نہیں بلکہ ایک گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بشیر منافق کے قرابت دار اور ورثاء بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے' خون بہا کا مطالبہ کرتے ہوئے حلفاً کہنے لگے' ہم تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھلائی واحسان کے ارادے سے گئے تھے کہ وہ دونوں کے مابین صلح کرا دیں جبکہ شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی بایں صورت کہ آپ کے فیصلے سے انحراف وتمرد اور عدم تسلیم وانکار کا تو سرے سے ہمارا ارادہ اور نیت ہی نہ تھی سو ہمیں ہمارے مقتول کا خون بہا دیا جائے۔

باری تعالیٰ نے ان لوگوں کی نفسیات وصفات سے آگاہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا

**اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ**
(النساء' ۴: ۶۳)

یہ وہ (منافق وفاسد) لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے پس آپ ان سے اپنا رخ پھیر لیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ "تفسیر مظہری" میں مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیریں بیان

کرتے ہیں۔

**فاعرض عنهم ای عن قبول اعتذارهم او عن اجابتهم فی مطالبة دم المقتول فان دمه هدر**
(تفسیر مظہری، ۲:۱۵۶)

آپ ان کے عذر کو قبول کرنے یا مقتول کے خون کے مطالبے کا جواب دینے سے انکار کر دیں۔ اس لئے کہ اس کا خون رائیگاں وضائع گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام قتل کو درست قرار دیتے ہوئے اور اس پر شہادت وگواہی کے لئے جرائیل امین بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوئے، عرض کیا

**ان عمر فرق بين الحق والباطل**
(تفسیر مظہری، ۲:۱۵۴)

یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق وباطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

اس پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ تاریخی وبے مثال لقب عطا کیا جو آپ کی وجہ پہچان بن گیا۔

**فقال النبی لعمر انت الفاروق**
(تفسیر کبیر، ۱۰)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر آج سے تم فاروق (حق وباطل میں بڑا فرق کرنے والا) ہو گئے۔

یہاں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ ایک حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے کسی کافر وغیر مسلم کا انکار واختلاف بایں صورت کہ وہ آپ کی نبوت ورسالت پر سرے سے ایمان رکھتا ہے اور نہ آپ کے عطا کردہ احکام وسنن کو واجب التعمیل جانتا ہے۔ اپنے جملہ معاملات میں حکم وفیصل بھی تسلیم نہیں کرتا، اب اگر ان عقائد کی بنا پر آپ کی بارگاہ واقدس میں حاضر نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل گستاخی وبے ادبی شمار نہ ہوگا بایں وجہ وہ شروع ہی سے گمراہی وضلالت اور کفر پر قائم ہے۔ اس کا یہ اقدام اختلاف وانکار تو ہو سکتا ہے، گستاخی نہیں۔

اس کے برعکس دوسری صورت، کوئی اپنے جملہ معاملات ونزاعات میں



حضور سرور کائنات ﷺ کو حکم وفیصل تسلیم کرے، آپ کے فیصلے کو قطعی وحتمی جانے، حتیٰ کہ اس کا کوئی معاملہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں پیش ہو، وہ حاضر خدمت ہو، بارگاہ نبوت ﷺ سے صادر شدہ فیصلے کو اپنے مفادات کے خلاف پائے، فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو اس شخص کا یہ عمل اختلاف ہی نہیں بلکہ گستاخی وبے ادبی اور عدم ایمان کا آئینہ دار ہے۔ اس طرز عمل سے جہاں وہ فیصلہ رسول ﷺ کی عظمت وصحت کا انکار کر رہا ہے وہاں شان رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی واہانت کا مرتکب بھی ہو رہا ہے اور تحاکم الی الرسول کی بجائے تحاکم الی الطاغوت کی طرف پناہ لے رہا ہے جو صراحتاً گمراہی وضلالت اور بے ادبی وگستاخی ہے، از روئے شرع اس کے جرم کے مرتکب کا خون رائیگاں جائے گا۔ قصاص ودیت کی صورت میں خون بہا بھی نہیں دیا جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو توبہ کا موقع دیئے اور نیت پوچھے بغیر بلا تاخیر قتل کر دیا، سرے سے توبہ کا موقع ہی نہیں دیا، قرآن حکیم نے آپ کے اس اقدام کے صائب ہونے کی تائید کر دی، حضور نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نافذ کردہ بغیر توبہ کی وجوبی سزائے موت کو نہ صرف بحال رکھا بلکہ مقتول کے خون کو بھی باطل قرار دے دیا، مذکورہ قانون کی بناء جس گستاخی وبے ادبی پر استوار ہے۔ اس کی نوعیت کو علامہ ابن تیمیہ یوں واضح کرتے ہیں۔

**وهو من ادنى انواع الاستخفاف به فكيف باعلاها**
(الصارم المسلول، ۳۴۰)

یہ عمل اہانت وگستاخی رسول ﷺ کی ادنیٰ وکم ترین انواع واقسام میں سے ہے، پس اعلیٰ درجے کی گستاخی واہانت پر کیسی سزا نافذ ہوگی؟

گویا حضور سرور کائنات ﷺ کے فیصلے پر راضی ہونا اور نہ اسے دل وجان سے تسلیم کرنا، یہ ایک بظاہر خفیف سی گستاخی وبے ادبی ہے مگر اس گستاخی پر بھی توبہ کا موقع دیئے بغیر سزائے قتل کو واجب قرار دیا جا رہا ہے۔ تو اس سے بھی بڑھ کر جب

صریحی قول و فعل' اشارۃً و کنایۃً' تحریر و تقریر سے گستاخی و بے ادبی رسول کا کوئی پہلو نکلے تو ایسی صورت میں توبہ کا' نیت دریافت کرنے اور سزائے موت موخر کرنے کا موقع کیسے دیا جا سکتا ہے؟

یہ بات قابل غور ہے یہاں اس گستاخ نے زبان سے بے ادبی و گستاخی کے الفاظ نہیں کہے بلکہ گستاخی فقط اتنی تھی اس نے حضور اکرم ﷺ کو فیصل و حکم مان کر آپ کا فیصلہ سننے کے بعد اسے ماننے سے انکار کیا' یہ گستاخی و اہانت صریح گستاخی کے ان معاملات سے بہت ہلکی ہے جن میں زبان کے ساتھ بارگاہ نبوت ﷺ میں نازیبا کلمات کہے جائیں یا تحریراً گستاخی کا کوئی پہلو عیاں ہو' سو یہ معمولی درجے کی ہلکی و خفیف نوعیت کی گستاخی تھی مگر باوجود اس کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اس جرم کی سزا بھی قتل تجویز فرمائی بلکہ اس کے فوری نفاذ کے سلسلے میں حق توبہ سے بھی مجرم کو کلیتاً محروم کر دیا۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اور گستاخ کے قتل کا ارادہ

قبیلہ بنی تمیم سے کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے **الذاریات والمرسلات والنازعات** کے متعلق یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق پوچھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی نگاہ بصیرت سے اندازہ کر لیا یہ شخص اپنے اندر بغض و عداوت' گستاخی و بے ادبی رسول کا مرض رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے فرمایا

**ضع عن رأسک فاذا له وفرة فقال عمر اما والله لو رایتک محلوقا لضربت الذی فیه عیناک**

(الصارم المسلول' ۱۸۸)

اپنے سر سے کپڑا ہٹا جب اس نے کپڑا ہٹایا تو اس کے سر پر بال موجود تھے۔ تو آپ نے اسے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں تیرے سر کو مونڈا ہوا پاتا تو میں تیرے سر کو قلم کر دیتا جس میں تیری دونوں آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ



علامات و نشانیاں محفوظ تھیں۔ ان ہی علامات میں سے ایک سر کا منڈا ہوا ہونا بھی تھی' سو آپ نے قرینے کے ذریعے یقین تک پہنچنے کے لئے سوال کیا کہ سر سے کپڑا ہٹا مگر جونہی آپ نے اس کے سر پر بال دیکھے تو جان گئے کہ اس کا تعلق اس قبیل سے نہیں اس لئے اسے چھوڑ دیا اور ساتھ ہی اسے اپنے ارادے سے بھی آگاہ کر دیا کہ اگر میں تجھے محلوق الرأس (سر منڈا) پاتا تو تمہاری گردن اڑا دیتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تحقیق و تفتیش اور کسی خارجی قرینہ کے بعد اگر یہ امر متحقق ہو جائے کہ کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق بے ادبی و گستاخی' تنقیص و تحقیر اور توہین و استخفاف کا نہ صرف عقیدہ رکھتا ہے بلکہ گاہے بگاہے اس کا ارتکاب بھی کرتا ہے تو ایسے شخص کو بغیر توبہ کا موقع دیئے' اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار سے اس بات پر حلف لیا کہ جس شخص میں حضور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ علامات پاؤ اور تم پر یہ چیز علی وجہ الیقین متحقق بھی ہو جائے کہ یہ شخص اہانت رسول کا مرتکب ہوا ہے تو ایسے گستاخ کو توبہ کا موقع دیئے بغیر اس کی گردن تن سے اڑا دو۔

# حصہ سوم

## ائمہ و فقہاء کے فتاویٰ و اقوال سے دلائل

- باب-۱ ائمہ و فقہاء کی طرف سے کلماتِ گستاخی کی تصریح اور گستاخِ رسول کے کفر اور قتل کے فیصلے
- باب-۲ کیا گستاخِ رسول کی توبہ قبول ہے؟
- باب-۳ پہلے موقف پر دلائل
- باب-۴ دوسرے موقف پر دلائل
- باب-۵ تیسرے موقف پر دلائل

باب ۔۔۔ ۱

# ائمہ و فقہا کی طرف سے کلمات گستاخی
# کی تصریح اور
# گستاخ رسول کے کفر اور قتل کے فیصلے

اب ہم ائمہ وفقہاء اسلام کے ان عظیم اور تاریخی فیصلوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے اپنے اپنے ادوار میں ناموس رسالتمآب ﷺ کا محافظ بن کر اور اپنا دینی وملی فریضہ سمجھ کر صادر فرمائے تاکہ امت مسلمہ لاشعوری٬ غیر ارادی اور نادانستہ طور پر بھی حضور ﷺ کے حقوق٬ جو امت پر واجب ہیں٬ کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی سے محفوظ رہے٬ فقہاء کرام نے ان چھوٹی چھوٹی جزئیات کو بھی بیان کیا ہے جن کے بارے میں انسان کے حاشیہ خیال میں ان کے مبنی بر بے ادبی وگستاخی ہونے کا تصور بھی نہیں آ سکتا حتیٰ کہ معمولی سی چیز جسے انسان زیادہ اہمیت کے قابل بھی نہیں سمجھتا وہ بھی بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں بہت بڑی بے ادبی ہے٬ اس لئے قرآن نے سورۃ الحجرات میں بیان کیا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

(الحجرات٬ ۴۹:۲)

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو (نہ آواز میں تیزی ہو نہ بلندی ہو) اور ان سے اس طرح زور سے نہ بولو جیسے آپس میں زور سے بولتے ہو (یہ بات ادب کے خلاف ہے دیکھو) تمہارے اعمال (تمہاری نادانی سے) ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

فقہاء کرام نے اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ایسی جملہ چھوٹی سے لیکر بڑی چیزوں کو بیان کیا ہے جو کہ بے ادبی وگستاخی اور شان رسالتمآب ﷺ کی عزت

وحرمت، عظمت و تکریم کے خلاف صادق آتی ہیں۔ غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا حضور ﷺ کے ساتھ ربط و تعلق ہے اس کے متعلق ادنیٰ سی گستاخی بھی خرمن ایمان کو خاکستر کر سکتی ہے اس لئے کمال تقویٰ وادب یہی ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ ایسے قول وفعل سے بچا جائے جو بارگاہ نبوت کے ادب اور تقدس کے خلاف ہو اس لئے کہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ان ہی وجوہ کی بنا پر امت مسلمہ کے ایمان کی بقاء وسلامتی کی خاطر فقہاء کرام نے ایسی تمام چیزوں کی نشاندہی کر دی ہے جو بے ادبی وگستاخی کی راہ پر گامزن کرتی ہیں۔

## عیب و نقص کا انتساب کفر اور سزائے قتل کا باعث ہے

ہر وہ شخص جو حضور ﷺ کی ذات اقدس میں عیب و نقص کا متلاشی ہو آپ کے اخلاق و کردار، عظمت و سیرت، خصائل و اوصاف حمیدہ، نسب پاک کی طہارت و پاکیزگی اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی عظمت و حرمت کی طرف کمی و خامی اور عیب منسوب کرنے کے لئے نہ صرف سرگرداں ہو بلکہ عملاً ایسا کر بھی رہا ہو حتیٰ کہ آپ کے ذکر مبارک کا چرچا عام کرنے کی بجائے اسے کم کرنے اور گھٹانے کی فکر اور مرض میں مبتلا ہو تو ایسا شخص واجب القتل ہے۔

اس چیز کو قاضی عیاض ؒ تفصیلاً بیان کرتے ہیں کہ

"ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی ذات اقدس کے متعلق اور نسب و حسب اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام یا آپ کی عادات کریمہ میں سے کسی عادت کریمہ کی طرف کوئی نقص و کمی منسوب کی یا اشارۃً و کنایۃً آپ کی شان اقدس میں نامناسب و ناموزوں بات کہی یا آپ کو کسی شئے سے گالی دینے کے طریق پر تشبیہ دی یا آپ کی شان کی عظمت و تقدس اور رفعت کی تنقیص و کمی چاہی' یا آپ کے مقام و مرتبے کی کمی کا خواہش مند ہوا یا عیب جوئی کی تو فرماتے ہیں۔



فھو ساب و الحکم فیہ حکم الساب یقتل

(الشفاء ۲: ۹۳۲)

یہ شخص سب و شتم کرنے والا ہے اس میں گالی دینے والے کا حکم ہی جاری ہو گا اور وہ یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ گستاخی صراحتاً کرے یا اشارۃً کرے اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں اسی طرح وہ شخص جو (معاذ اللہ) آپ پر لعنت بھیجے یا آپ کے حق میں بددعا کرے یا آپ کے نقصان کا خواہش مند ہو یا آپکی طرف بطریق مذمت ایسی چیز منسوب کرے جو آپ کے شایان شان نہ ہو یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق جہالت و حماقت سے فحش و قبیح قسم کا کلام کرے یا حدیث کا انکار کرنے والا ہو یا آپ کی طرف جھوٹی بات کا انتساب کرے' یا آپ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ کو تکلیف و آزمائش میں ڈالنے والی ہو یا آپ کے عوارض بشریہ کے بارے میں زبان طعن دراز کرے جو فطرتاً اور عادتاً آپ اور سب انبیاءؑ کے مابین پائے جاتے ہیں' اس پر آخر میں فرماتے ہیں۔

وھذا کلہ اجماع من العلما و ائمۃ الفتوی من لدن الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین الی ھلم جرا

(الشفاء ۲: ۹۳۳)

صحابہ کرام کے دور سے لیکر آج تک علماء اور ائمہ فتاوی کے مابین اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول مستحق قتل ہے۔

ائمہ وفقہانے یہ بھی فرمایا جو مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی واہانت کا ارتکاب کرے اسکے اس طرز عمل کی بنا پر اس کی بیوی اس کے عقد سے آزاد ہو جائے گی۔

امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں۔

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر

کوئی بھی مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تکذیب

کرے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان میں کمی کرے اس نے یقیناً اللہ کا انکار کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی (جدا ہو گئی)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں

**کل من شتم النبی او تنقصه مسلما کان او کافرا فعلیه القتل**

ہر وہ شخص جو حضور اکرم ﷺ کو سب وشتم کرے یا آپ کی تنقیص وتحقیر کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر سزائے قتل لازم ہے۔

(الصارم المسلول: ۵۲۵)

امام مالکؒ فرماتے ہیں

**من سب رسول الله ﷺ او شتمه او عابه او تنقصه قتل مسلما کان او کافرا ولا یستتاب**

جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی شان اقدس میں تنقیص وتحقیر کا ارتکاب کیا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

(الصارم المسلول: ۵۲۶)

علامہ ابن تیمیہؒ مختلف ائمہ کرام کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

**قد اتفقت نصوص العلماء من جمیع الطوائف علی ان التنقص له کفر مبیح للدم ولا فرق فی ذلک بین ان لا یقصد عیبه بل المقصود شئی آخر حصل السب تبعا له او لا یقصد شیئا من ذلک بل یهزل**

تمام مکاتب فکر کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف عیب ونقص منسوب کرنے والا کافر اور مباح الدم ہے۔ اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے عیب کا ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ مقصد



**ویمزح او یفعل غیر ذلک**

(الصارم المسلول: ۵۶۷)

کوئی اور بات تھی اور گستاخی تبعاً ہو گی یا اس نے عیب جوئی کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ طنز ومزاح وغیرہ کیا ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں لطائف رشیدیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "لفظ بت یا صنم یا آشوب ترک یافتہ عرب" حضور ﷺ کی نسبت یہ الفاظِ قبیحہ بولنے والا اگرچہ حقیقی معنی مراد نہ بھی لے اور نہ ہی مجازی معنی کا قصد کرے تاہم پھر بھی یہ طریقہ ایہام گستاخی واہانت اور اذیت حق تعالی اور جناب رسول ﷺ سے خالی نہیں۔

جن الفاظ میں ایہام گستاخی وبے ادبی کا پہلو نکلتا تھا ان کو بھی باعث ایذاء جناب رسالتمآب ﷺ ذکر کیا اور آخر میں فرمایا پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو جہاں تک ہو سکے شدت سے منع کرنا چاہیے اگر باز نہ آئے تو قتل کر دینا چاہئے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول امین ﷺ کا گستاخ وموذی ہے۔

(الشہاب الثاقب: ۵۰، ۵۷)

مزید اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے صفحہ ۵۷ پر فرماتے ہیں۔ جو الفاظ موہم تحقیر بحضور سرور کائنات ﷺ ہوں اگرچہ ان کے کہنے والے نے نیتِ حقارت بھی نہ کی ہو مگر پھر بھی ان کے کہنے سے کافر ہو جائے گا۔

(الشہاب الثاقب: ۵۰، ۵۷)

## اشارۃً وکنایۃً بھی زبان طعن دراز کرنا کفر ہے

بارگاہ نبوت ﷺ میں معمولی وادنیٰ سی بے ادبی وگستاخی بھی دولت ایمان کو جلا کر ہمیشہ کے لئے خاکستر کر دیتی ہے۔ پھر ضلالت وگمراہی، تاریکی وظلمت کی وادی میں بھٹکنا انسان کا مقدر بن جاتا ہے اسی لئے علماء ومفکرین ہر دور میں امت مسلمہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ادب وتعظیم کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کی متضاد صفت بے ادبی وگستاخی کے دروازوں کی قفل بندی کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے

مسدود بھی کرتے رہے ہیں اور گستاخانہ طرز عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نتائج و عواقب سے آگاہ بھی کرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

من اذی رسول اللہ بطعن فی شخصہ او دینہ او نسبہ او صفۃ من صفاتہ او بوجہ من الوجوہ الشین فیہ صراحۃ او کنایۃ او تعریفاً او اشارۃ کفر ولعنہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہ عذاب جہنم

جس شخص نے حضور ﷺ کو اشارہ وکنایہ، صریح وغیر صریح طریق سے، عیب کی جملہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے یا آپ کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں، آپ کے نسب میں آپ کے دین میں یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق کسی قسم کی زبان طعن دراز کی تو وہ کافر ہوا اللہ نے دنیا و آخرت میں اس پر لعنت کی اور اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(تفسیر مظہری، ۷:۳۸۱)

## شعر (بال مبارک) کی تصغیر کرکے شُعَیرۃٌ (چھوٹے بالوں والا) کہنا

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کو حقارت وتضحیک، استخفاف واہانت کے انداز میں بطور تصغیر شُعَیرۃٌ (معمولی چھوٹے بال والا) کہہ دیا تو اس گستاخی کے سبب وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (الشفاء، ۲:۳۸۶)

## حضور ﷺ سے زیادہ کسی کے لئے علم کا اثبات

علامہ شہاب الدین خفاجیؒ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے حضور ﷺ پر کسی کی علمی فضیلت وبرتری ثابت کرتے ہوئے یوں کہا "**فلان اعلم منہ**" کہ فلاں شخص حضور ﷺ سے بھی زیادہ صاحب علم ہے۔ اس طرح کہنے سے حضور ﷺ کی طرف عیب ونقص منسوب کرنے کا مرتکب ٹھہرے گا۔ یہ طرز عمل گستاخی بارگاہ



رسالتمآب ﷺ کا آئینہ دار ہے اس لئے وہ کافر ہو جائے گا۔ (نسیم الریاض، ۴:۳۲۶)

## بوجہ اہانت، فقیر ومسکین کہنا

باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور ﷺ کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى (الضحیٰ، ۹۳:۸)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاجت مند پایا، پھر سب سے بے پرواہ کر دیا۔

امام زرکشیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی دونوں حالتوں کا ذکر موجود ہے مگر باوجود اس کے، حضور ﷺ کو فقیر یا مسکین کہنا جائز نہیں بایں وجہ کہ آپ ہی بعد از خدا سب سے بڑے غنی ہیں۔ (نسیم الریاض، ۴:۳۳۶)

## وجود مصطفیٰ ﷺ کو نعمت عظمیٰ تسلیم کرنے سے انکار

امت مسلمہ کو دوسری امم پر جس قدر فضیلت وبرتری اور فوقیت حاصل ہے یہ سب کچھ حضور ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین کی خلعت پہنا کر اس امت میں مبعوث فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ (آل عمران، ۳:۱۶۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا (ہی) احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

پروردگار عالم نے امت مسلمہ کو ان گنت ولاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے لیکن کسی بھی نعمت پر احسان نہیں جتلایا جس طرح حضور ﷺ کی ذات اقدس کی صورت میں انہیں سب سے بڑی نعمت عطا کر کے جتلایا ہے اب اگر کوئی فرد حضور ﷺ کو اللہ کی نعمت عظمیٰ تسلیم نہیں کرتا تو وہ درحقیقت آیات قرآنی کا انکار کر کے کفر وضلالت کی راہ اختیار کر رہا ہے۔

علامہ زین العابدین ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں۔

**یکفر بقوله لا ادری ان النبی ﷺ فی القبر مؤمن او کافر**

(بحر الرائق، ۵: ۱۲۱)

یہ قول کرنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ قبر انور میں حالت ایمان میں ہیں یا (نعوذ باللہ) حالت کفر میں ہیں۔

مزید بر آں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرد انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی، تنقیص و اہانت کا ارتکاب کرے اور ان کی طرف برائی، عیب کو منسوب کرے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

## کملیٔ مصطفےٰ ﷺ کی طرف عیب کا انتساب مستحق قتل بناتا ہے

امام مالک حضور نبی اکرم ﷺ کی کملی مبارک کی حرمت و تقدس کو قائم رکھنے اور اس کی تکریم و تعظیم کرنے کے لئے فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

**روی ابن وھب عن مالک من قال ان رداء النبی ﷺ ویروی زر النبی ﷺ وسخ اراد عیبه قتل**

(الشفاء، ۲: ۹۳۷)

امام ابن وھبؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کی چادر میلی ہے یا قمیص مبارک کا آستین میلا ہے اور اس سے حضور ﷺ کے عیب کا ارادہ کیا تو ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔

## یتیم ابی طالب اور حمّال کہنا

امام ابو الحسن قابسی جو بڑے زاہد و متقی، اجل و کبار ائمہ میں سے ہو گزرے ہیں۔ آپ نے شانِ رسالتمآب ﷺ میں ارتکاب گستاخی کرنے، آپ کو یتیم و بے سہارا اور مشقت و بوجھ اٹھانے والا کہہ کر پکارنے والے کے متعلق ان الفاظ میں فتویٰ دیا ہے۔

**افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال**

ابو الحسن قابسیؒ نے اس شخص کے قتل



**یکفر بقوله ما کان علینا نعمته من النبی ﷺ لان البعثة من اعظم النعم**

(بحر الرائق، ۵: ۱۲۱)

جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کا وجود اقدس ہم پر نعمت کی حیثیت نہیں رکھتا (تو ایسا کہنے سے) اسے کافر قرار دیا جائے گا اس لئے کہ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے۔

حضور ﷺ کے وجود مسعود کو نعمت عظمیٰ تسلیم کرنے سے انکار در حقیقت نبوت و رسالت محمدی ﷺ کا انکار ہے جو صریح کفر ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل توحید کے ساتھ ساتھ دہلیز نبوت پر جھکے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔

## ناموزوں کلمات کا انتساب

حضور نبی اکرم ﷺ اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے دنیا میں اپنی حیات ظاہری کا مخصوص و مقرر عرصہ پورا کرنے کے بعد اس جہان فانی سے ظاہراً پردہ فرما لیا اب وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو نظر نہیں آتے مگر بہت سی آنکھوں کو اپنی دید سے نوازتے بھی ہیں اس لئے کہ وہ حقیقتاً حیات ہیں۔

حضور ﷺ نے خود اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ارشاد فرمایا

**ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق**

(ابن ماجہ، ۱: ۵۲۴)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ جسموں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔

باوجود اس کے اگر کوئی سرور کائنات ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کا انکار کرتے ہوئے آپ کے ایمان کے متعلق تشکیک میں مبتلا ہو جائے تو امام زین العابدین ابن نجیم حنفیؒ ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں۔

**فی النبی ﷺ الحمال یتیم ابی طالب بالقتل**

**(الشفاء' ۲:۹۳۸)**

کا فتویٰ دیا جس نے حضور ﷺ کو (ارادہ اہانت سے) بوجھ اٹھانے والا (پانڈی' مزدور وغیرہ) اور ابو طالب کا یتیم کہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر کام اپنے دست مبارک سے کیا۔ تکلیف ومشقت برداشت کی' اپنا اور دوسروں کا بوجھ اٹھایا' جب کبھی بازار سے کوئی چیز خریدتے تو اسے بذات خود اٹھاتے' راستے میں اگر کوئی صحابی مل جاتا اور حضور ﷺ کو اس عالم میں دیکھ کر وفور محبت واحترام سے آگے بڑھ کر سامان اٹھانے کی کوشش کرتا تو آپ فرماتے "سامان کے مالک کے لئے اپنا بوجھ خود اٹھانا زیادہ بہتر ہے۔" آپ نے معاشرے کے غریب ونادار' بے سہارا افراد کا ہر طرح کا بوجھ اٹھایا' ان کی معاشی کفالت کی اور بنیادی ضروریات زندگی فراہم کیں حتی کہ ان کے گھریلو کام کاج میں بھی مدد ومعاونت کی۔

جہاں تک حقیقت یتیمی کا تعلق ہے تو آپ کے والد ماجد آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے' آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی' یہ سب مبنی بر حقیقت ہے اس سے انکار نہیں مگر اس کے باوجود اگر کسی فرد نے اہانت وتنقیص' تحقیر واستخفاف کی نیت سے آقائے دوجہاں ﷺ کو بوجھ اٹھانے والا اور یتیم ابی طالب کہا تو اسے اس گستاخانہ طرز عمل کے باعث قتل کر دیا جائے گا۔

## حضور ﷺ کے سراپا انور کے متعلق کلمہ قبیح کا صدور

حسن وجمال مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں کوئی شخص عیب جوئی کرے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے متعلق بدگوئی ولغو کہے تو فقہاء امت ایسے شخص کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔

**افتی ابو محمد بن زید بقتل رجل**

امام محمد بن ابی زیدؒ نے اس شخص کے



**سمع قوما یتذاکرون صفتہ النبی ﷺ اذ مر بھم رجل قبیح الوجہ واللحیۃ فقال لھم تریدون تعرفون صفۃ ھی فی صفتہ ھذا المار فی خلقہ ولحیتہ قال ولا تقبل توبتہ وقد کذب لعنہ اللہ ولیس یخرج من قلب سلیم الایمان**

(الشفاء' ۲:۹۳۹)

قتل کا فتویٰ دیا ہے جو اس قوم کی باتیں سننے لگا جو حضور ﷺ کی مدح اور صفاتِ جمیلہ کا تذکرہ کر رہی تھی اچانک ایک قبیح چہرے' داڑھی والا شخص وہاں سے گزرا تو وہ شخص ان سے کہنے لگا کیا تم حضور ﷺ کی صفت جاننا چاہتے ہو؟ تو حضور ﷺ کی صفت' خلقت اور داڑھی مبارک (معاذ اللہ) اس گزرنے والے کی صفت (کی طرح) ہے۔ امام محمد بن ابی زید نے یہ بھی فرمایا اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اس لعنتی نے حضور ﷺ کے حسن سراپا کو گزرنے والے قبیح الوجہ سے تشبیہ دے کر جھوٹ بولا اللہ اس پر لعنت کرے اور اس طرح کی بات کسی ایسے شخص کے دل سے نہیں نکل سکتی' جس کا ایمان سلامت ومحفوظ ہو۔

## پیکرِ حسن وجمال پر اَسْوَدْ کا اتہام (یعنی سانولے رنگ والا کہنا)

وہ حسن وجمال کا درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء پاشیوں اور نورانیت کی قسمیں خود باری تعالیٰ نے کھائیں۔ جس کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ صحابہ کرام نے کیا۔ جب وہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ چہرہ مصطفےٰ ﷺ کی نورانیت کا موازنہ کرتے تو چاند کی روشنی ونورانیت کو حسن مصطفےٰ ﷺ کے سامنے ماند پاتے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا (اور ادھر حضور نبی اکرم ﷺ بھی تشریف فرما تھے) میں کبھی چاند کو اور کبھی سرخ دھاری دار چادر میں لپٹے ہوئے مدینے کے چاند کو دیکھتا، حضور ﷺ مجھے چاند سے بھی کہیں زیادہ حسین معلوم ہوئے۔ (ترمذی، دارمی)

اسی طرح ابو عبیدہؒ کہتے ہیں۔ میں نے ربیع بنت معوذؓ سے کہا ہمارے سامنے رسول اللہ کا تذکرہ فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹے تم اگر حضور ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے جیسے سورج طلوع ہو گیا ہے۔ (دارمی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

غرضیکہ وہ وجود اقدس جو انوارِ الٰہیہ کا مظہر اتم ہے اس کے بارے میں کوئی شخص عداوت ودشمنی، حسد وبغض اور کینے کی وجہ سے آپ کی نسبت کوئی گری ہوئی صفت منسوب کرے تو اس پر بھی ائمہ کرام نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔

امام احمد بن سلیمانؒ نے فرمایا

**من قال ان النبی کان اسود یقتل**
**(الشفاء، ۲: ۹۳۹)**

جس شخص نے کہا کہ حضور ﷺ کا رنگ سیاہ ہے تو وہ قتل کیا جائے گا۔

## نسبت جہالت کا انتساب

کوئی ناداں وکم فہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو برابری ومساوات کی سطح ودرجے پر لاتے ہوئے اور اپنی ذات پر قیاس کرتے ہوئے آپ کی طرف لاعلمی وجہالت کی بات منسوب کرے تو یہ نہ صرف کھلی گمراہی وضلالت ہے بلکہ اس روش وطرز کی وجہ سے انسان وجوب قتل کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ فقہاء اسلام نے ایسے شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

**افتی ابو عبداللہ بن عتاب فی عشار**
**قال لرجل ادو اشک الی النبی وقال ان سالت اوجهلت فقد جهل وسال النبی بالقتل**
**(الشفاء، ۲: ۱۹۱)**

ایک ظالم عشر وصول کرنے والے نے ایک شخص کو ستایا اور ٹیکس دینے کا مطالبہ کیا (مزید برآں) کہنے لگا بے شک میرے اس ظلم کی شکایت حضور ﷺ سے کر دینا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میں نے اگر (کسی معاملے میں) سوال کیا یا جاہل رہا تو (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی (بعض امور سے بے خبر) جاہل رہے اور انہوں نے بھی سوال کیا، اس پر امام عبداللہ بن عتاب نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔



## زہد اختیاری کی بجائے اضطراری پر اصرار

فقہا اندلس نے ابن حاتم طلیطلی کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی، تحقیر وتنقیص اور استخفاف کا مرتکب ہونے کی معتبر شہادتیں موصول ہوئیں تھیں۔ اس نے ایک مناظرے کے دوران گستاخانہ لہجے میں حضور نبی اکرم ﷺ کو یتیم اور حیدر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا سسر کہا اور یہ گمان بھی کیا کہ

**ان زهده لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلها**
**(الشفاء، ۲: ۹۴۰)**

حضور نبی اکرم ﷺ کا زہد اختیاری نہیں (بلکہ اضطراری ہے) اور اگر آپ اچھے کھانے، کھانے پر قدرت رکھتے تو ضرور انہیں کھاتے۔

اس سے اس کا مدعا سرور کائنات ﷺ کے زہد اختیاری پر زبان طعن دراز کرنا تھا، وہ اس بات کو فروغ دینا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ کا زہد وفقر اختیاری نہیں بلکہ اضطراری تھا۔ یہ انداز بیان صریح گستاخی وبے ادبی ہے جبکہ حقیقت میں حضور اکرم

ﷺ تو مقام رضا پر فائز ہیں۔ اگر آپ کسی چیز کی خواہش کرتے تو وہ طلب سے پہلے ہی مل جاتی۔ آپ ہی دنیا میں باری تعالی کی عطا کردہ جملہ نعمتوں کے بانٹنے و تقسیم کرنے والے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

**انما انا قاسم واللہ یعطی** — میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

(صحیح بخاری '۱: کتاب العلم)

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے یہ قوت عطا کی تھی کہ اگر آپ چاہتے تو مکہ مکرمہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر آپ ہر حال میں صبر و قناعت کرتے رہے اور یہی امت کو درس دیا یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی ان اوصاف کی باوصف ذات اقدس کے بارے میں کوئی فرد بشر انگشت اعتراض بلند کرے تو وہ کیسے ملعون و مردود نہ ہو گا۔ بایں وجہ ائمہ کرام نے فقر اضطراری پر اصرار کرنے والے فرد کے قتل کرنے کا فتوٰی دیا ہے۔

## حضرت آدمؑ پر طعن درازی

فتاوی بزازیہ میں ہے کسی شخص نے یوں کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اگر ممنوعہ دانہ یا پھل نہ کھاتے تو ہم شقی وبد بخت اور محروم نہ ہوتے تو اتنا کہنے سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی شخص کے سامنے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے تو سننے والے نے کہا پھر تو ہم جولاہے کی اولاد ہوئے۔ یہ کلمہ کہنے سے بھی وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (فتاوٰی بزازیہ برحاشیہ عالمگیری '۶: ۳۶۷)

## سنت رسول ﷺ کا استہزا کفر ہے

ایمان بالرسالت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی نسبت کسی بھی حوالے سے حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی جائے ' اس در پر اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے تمام وضع کردہ پیمانے اور معیارات ختم کر دیئے جائیں۔ یہاں تو فقط ایک ہی پیمانہ و معیار یعنی اطاعت واتباع مصطفٰے ﷺ ہی باقی رہ جاتا ہے جو اس کو اپنا



لیتا ہے وہی دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتا ہے۔ اسی منزل کی طرف گامزن کرنے کے لئے فقہا کرام نے نہ صرف راستے کی رکاوٹوں سے آگاہ کیا بلکہ اس میں پھنس جانے کی صورت میں جن خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جن نتائج سے واسطہ پڑتا ہے ان سے بھی خبردار کیا ہے۔

امام ابن بزار حنفیؒ فرماتے ہیں

(۱) کسی نے یوں بیان کیا کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا۔ جب بھی کھانا کھا لیتے تو بعد ازاں آپ اپنی انگلیاں صاف کر لیتے ' سننے والے نے بوجہ اہانت وحقارت کے کہا "ایں بے ادبیست کفر" یہ آداب کے منافی ہے۔ اس طرح کہنے سے بھی وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (فتاوٰی بزازیہ '۶: ۳۲۸)

(۲) اسی طرح اگر کسی شخص نے بیان کیا ' ناخن ترشوانا سنت رسول ﷺ ہے۔ سننے والے نے گستاخی واہانت کے ارادے سے کہا ٹھیک ہے اگرچہ سنت ہے مگر اس کے باوجود میں ناخن نہیں ترشواتا ہوں سو اس اسلوب کلام سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ (خلاصہ الفتاوی '۴: ۳۸۶)

(۳) جس شخص نے حضور ﷺ کی کوئی حدیث مبارک سنی پھر بعد ازاں حقارت واستخفاف اور تنقیص وتنقید کے انداز میں یوں کہے کہ اس طرح کی بہت سی احادیث میں نے سنی ہوئی ہیں۔ اس طرز گفتگو سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ کسی بھی فرد نے سنت رسول ﷺ کا استہزاء واستخفاف چاہا تو وہ بایں وجہ اسلام سے خارج ہو کر دائرہ کفر میں داخل ہو جائے گا۔ (فتاوی بزازیہ '۴: ۸۶)

(۴) امام ابو یوسفؒ کے متعلق مروی ہے۔ آپ ہارون الرشید کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران بیان کیا گیا کہ حضور ﷺ **"یحب القرع"** "کدو" پسند فرماتے تھے ' یہ بات سننے کے بعد دربانوں میں سے کسی نے کہا "میں کدو پسند نہیں کرتا" امام ابو یوسفؒ نے ہارون الرشید سے کہا اس شخص نے ارتکاب کفر کیا پس یہ اگر توبہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھ لے تو بہتر ' وگرنہ **"فاضرب عنقہ"** "میں اس کے گردن اڑا دوں"

گا" اس آدمی نے فوراً توبہ کی اور اپنے گناہ کی معافی چاہی تو آپ نے اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ (روح البیان، ۳: ۳۹۴)

## حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے

امام شہاب الدین خفاجیؒ شان رسالتمآب ﷺ میں ادنیٰ سے گستاخی پر حکم کفر کے اطلاق کی بنیادی علت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ**

توہین رسالتمآب ﷺ پر حکم کفر کا مدار ظاہری الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے ارادہ و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء، ۴: ۴۲۶)

وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طریق کار اختیار کیا جائے تو پھر توہین رسالتمآب ﷺ کا دروازہ کبھی بھی بند نہیں ہو سکتا۔ یہ رعایت مل جانے پر ہر گستاخ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے گا کہ میں نے گستاخی واہانت رسول ﷺ کا کوئی ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی میری ایسی نیت تھی۔ غرضیکہ گستاخی رسول ﷺ کے انسداد کے لئے اور اسے کلیتاً ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی بھی گستاخ رسول ﷺ کی نیت اور ارادے وقصد کا اعتبار نہ کیا جائے اور ایسا کلام جو مفہوم توہین میں صریح و واضح ہو اس میں کسی مخفی غرض کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے تاویل وتوجیہہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بایں وجہ کہ لفظ صریح میں تاویل قبول ہوتی ہی نہیں۔ اس نکتے کو امام حبیب بن ربیعؒ نے یوں واضح کیا ہے۔

**لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل**

لفظ صریح میں تاویل کا دعوی قبول نہیں کیا جائے گا۔

(الشفاء، ۲: ۲۱۷)

کسی بھی کلام کا توہین صریح پر دال ہونا عرف و محاورے پر منحصر ہے، عرف عام میں کوئی لفظ برے معنی میں استعمال ہوتا ہو تو اب اس کی لغوی تحقیق کر کے اسے



اچھے معنی میں ثابت کرنے کی کوئی تاویل وتوجیہہ، لغو و بے فائدہ ہوگی۔ اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ ہر وہ کلام جس سے عرف و محاورے میں توہین کے معانی سمجھے جاتے ہیں وہ توہین ہی قرار پائے گی خواہ اس میں ہزارہا تاویلات ہی کیوں نہ کی جائیں سب بے سود ہوں گی کیونکہ عرف اور محاورے کی صریح زبان کو تاویل وتوجیہہ کے قالب میں ڈھالنا سرے سے معتبر ہی نہیں۔

## فقہاء قیروان کا فتویٰ

فقہاء قیروان نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتویٰ دیا۔ یہ بہت بڑا شاعر اور بہت سے علوم کا ماہر تھا۔ قاضی ابو العباس بن طالب کے ہاں یہ بھی مناظرے کی مجالس میں شرکت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دوران مناظرہ اس نے اللہ رب العزت کی شان اقدس، انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی اور استہزاء و تمسخر کا ارتکاب کیا۔ اس بنا پر فقہاء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا نتیجتاً اسے سولی پر لٹکایا گیا اور اس کے پیٹ کو چھری سے چاک کیا گیا بعد ازاں اسے جلا دیا گیا۔

مورخین نے بیان کیا جس لکڑی پر اسے سولی دی گئی وہ گھومی، اس کا رخ سمت قبلہ سے پھر گیا۔ یہ سب کے لئے ایک عبرتناک نشانی تھی۔ وہاں موجود سب لوگوں نے باآواز بلند "اللہ اکبر" کہا پھر ایک کتا آیا اور اس کا خون چاٹنے لگا تو یہ منظر دیکھ کر یحییٰ بن عمر کہنے لگے کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا، پھر فرمان رسول ﷺ سنایا کہ کتا کسی مسلمان کا خون نہیں چاٹتا۔ (الشفاء، ۲: ۹۳۱)

## گستاخ رسول کی سزا حداً قتل ہے

قرآن حکیم کے حکم صریح کے مطابق ہر وہ شخص جو بارگاہ نبوت کی بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب کرے وہ "قتلوا تقتیلا" کے حکم کے مطابق حداً قتل کیا جائے گا۔ فقہاء امت نے ہر دور میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے ایسے ہی فتاویٰ صادر کئے۔ جونہی کسی نے اہانت و تنقیص رسالتمآب ﷺ کی جسارت کی تو ایسے شخص کی

سزا حداً قتل تجویز فرمائی تاکہ بے ادبی و گستاخی کا یہ مرض فوراً اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

"تنویر الابصار" اور "در مختار" فقہ حنفی کے بڑی معتبر و مستند کتابیں ہیں ان میں یہ عبارت درج ہے۔

**كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الكافر بسب نبي من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا**

(ردالمحتار، ۴:۲۳۱)

جو مسلمان مرتد ہو اس کی توبہ قبول کی جائے گی سوائے اس کافر و مرتد کے جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو گالی دے تو اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

مذکورہ عبارت دو چیزوں توبہ اور گستاخ رسول کو حداً قتل کئے جانے کے مسئلے کو واضح کر رہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے بہکانے سے مرتد ہو جائے اور تعلیمات اسلام کو ترک کر دے تو ایسے آدمی کی سزا قتل ہے لیکن اگر وہ صدق دل سے رجوع کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ یہ تو عام مرتدین کے لئے حکم ہے مگر وہ مرتد جو حضور نبی اکرم ﷺ کو ایذاء و تکلیف دے کر مرتد ہو وہ اس حکم عام سے مستثنیٰ ہے۔ اسے بہرصورت حداً قتل کیا جائے گا۔ اس کے لئے معافی و توبہ کی قطعاً کوئی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔ کسی بھی صورت میں ہرگز اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(۲) امام ابوبکر الفارسی شافعی نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والے کو حداً قتل کرنے پر اجماع امت کا قول کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول میں اسے بیان کرتے ہیں۔

**قد حكى ابوبكر الفارسي من اصحاب الشافعي اجماع المسلمين على ان حد من سب النبي القتل كما ان حد من سب غيره الجلد وهذا الاجماع الذي حكاه**

امام ابوبکر فارسیؒ جو اصحاب شافعی میں سے ہیں انہوں نے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع بیان کیا ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی اس کی سزا حداً قتل ہے جیسے صحابہ



**محمول على الصدر الاول من الصحابة والتابعين او انه اراد اجماعهم على ان ساب النبي يجب قتله اذا كان مسلما**

(الصارم المسلول: ۳)

کرام کو کسی نے گالی دی تو اس کی سزا حداً کوڑے لگانا ہے۔ یہ اجماع قرون اولیٰ کے صحابہ و تابعین کے اجماع پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلمان ہے تو اس کے وجوب قتل پر اجماع ہے۔

## گستاخ رسول کے قتل پر امت مسلمہ کا اجماع

امت مسلمہ کے تمام ادوار میں عہد نبوی ﷺ سے لیکر عہد صحابہ تک اور پھر تابعین، تبع تابعین اور بعد کے سارے ادوار میں امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع رہا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص اور سب و شتم کا مرتکب نہ صرف اپنے عمل سے کافر ہو جائے گا بلکہ اسے قتل کرنا امت مسلمہ پر واجب ہے، ہم اس مسئلے کو قرآن و سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں۔ اب یہاں پر ائمہ و فقہاء کی آراء، مذکورہ مسئلے پر پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر بن المنذر النیشاپوری اس بارے میں فرماتے ہیں

**اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي يقتل وممن قال ذلك مالك بن انس والليث واحمد واسحاق، وهو مذهب الشافعي وهو مقتضى قول ابي بكر**

(الصارم المسلول، ردالمحتار، ۴:۲۳۲)

سب اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا وہ قتل کیا جائے گا۔ جن ائمہ کرام نے یہ فتویٰ دیا ان میں امام مالکؒ، امام لیثؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ شامل ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیق کے قول کا مدعا ہے۔

۲۔ امام ابن سحنون مالکیؒ نے فرمایا

**اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر**

(ردالمحتار، ۴: ۲۳۲)

مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

۳۔ امام ابن عتاب مالکیؒ نے حضور ﷺ کی بے ادبی وگستاخی کرنے والے کی سزائے موت کا فتوی دیا ہے۔ فرماتے ہیں

**الکتاب والسنۃ موجبان ان من قصد النبی باذی او نقص معرضا او مصرحا وان قل فقتلہ واجب فھذا الباب کلہ مما عدہ العلماء سبا او تنقصا یجب قتل قائلہ لم یختلف فی ذلک متقدمھم ولا متاخرھم**

قرآن وحدیث اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی ایذاء کا ارادہ کرے یا صریح وغیر صریح طور پر یعنی اشارہ وکنایہ کے انداز میں آپ کی تنقیص کرے اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے۔ اس باب میں جن جن چیزوں کو ائمہ وعلماء کرام نے سب وتنقیص میں شمار کیا۔ ائمہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اس کے قائل کا قتل واجب ہے۔

۴۔ امام اسحاق بن راہویہؒ جو اجل ائمہ میں سے ہیں فرماتے ہیں

**اجمع المسلمون علی ان من سب اللہ وسب رسولہ او دفع شیئا مما انزل اللہ عزوجل او قتل نبیا من انبیاء انہ کافر بذلک وان کان مقرا بکل ما انزل اللہ**

(الصارم المسلول: ۴۰۳)

اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دی، یا اللہ تبارک وتعالی کی نازل کردہ کسی چیز کا انکار کیا، یا انبیاء علیھم السلام میں سے کسی نبی کو قتل کیا تو وہ ایسا کرنے کی وجہ سے کافر ہوا اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ سب سماوی کتب کا اقراری ہی کیوں نہ ہو۔



۵۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

**ان الساب ان کان مسلما فانہ یکفر ویقتل بغیر خلاف وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ وغیرھم**

(الصارم المسلول: ۴)

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرنے والا مسلمان ہی کہلاتا ہو وہ اس گستاخی کی بنا پر کافر ہو جائے گا اور ائمہ اربعہ (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلااختلاف اسے قتل کیا جائے گا

۶۔ امام حصکفیؒ فرماتے ہیں

**من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ او بفعلہ بان بغضہ بقلبہ قتل حدا**

(ردالمحتار، ۴: ۲۳۲)

جس شخص نے مقام رسالتمآب ﷺ کی تنقیص وتحقیر اپنے قول کے ذریعے بایں صورت کی کہ حضور ﷺ کو گالی دی یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل سے حضور ﷺ سے بغض رکھا، تو وہ شخص بطور حد قتل کیا جائے گا۔

۷۔ امام محقق ابن الھمام حنفیؒ نے فرمایا

**والذی عندی ان سبہ او نسبہ مالا ینبغی الی اللہ تعالی ان کان مما**

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذمی نے اگر حضور ﷺ کو گالی دی یا غیر

لا يعتقدونه كنسبة الولد الى الله تعالى و تقدس عن ذلك اذا اظهره يقتل به و ينتقض عهده

(فتح القدیر، ۵: ۳۰۳)

مناسب چیز اللہ تبارک وتعالی کی طرف منسوب کی جو کہ ان کے عقائد سے خارج ہے جیسے اللہ تبارک وتعالی کی طرف بیٹے کی نسبت، حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ جب وہ ایسی چیزوں کا اظہار کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ علامہ اسماعیل حقی "روح البیان" میں بیان فرماتے ہیں

واعلم ان قد اجتمعت الامة على ان الاستخفاف بنبينا وباى نبى كان من الانبياء كفر سواء فعله فاعل ذلك استحلالا ام فعله معتقدا بحرمته ليس بين العلماء خلاف فى ذلك والقصد للسب وعدم القصد سواء اذ لا يعذر احد فى الكفر بالجهالة ولا بدعوى زلل اللسان اذا كان عقله فى فطرته سليما

(روح البیان، ۳: ۳۹۴)

(اے مخاطب) تو اس بات کو بخوبی جان لے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی بھی گستاخی کفر ہے۔ اس میں برابر ہے خواہ اس گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اسے جائز سمجھ کر کرے یا اس کو حرام جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے اور حضور ﷺ کو ارادی طور پر یا غیر ارادی طور پر گالی دینا دونوں صورتیں برابر ہے کیونکہ کفر کے مسئلہ میں کسی کو جہالت کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھا جائیگا اور نہ یہ دعوی مانا جائیگا کہ زبان پھسل گئی جبکہ اس کی فطرت میں عقل سلامت تھی۔

۹۔ امام ابن عابدینؒ نے ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا



والحاصل انه لا شك ولا شبهة فى كفر شاتم النبى وفى استباحته قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة.

(رد المحتار، ۴: ۲۳۸)

خلاصہ کلام یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) سے یہی منقول ہے۔

۱۰۔ امام ابو سلیمان الخطابی، گستاخ رسول کی سزائے قتل پر اجماع امت کا قول کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما

(الشفاء، ۲: ۹۳۵)

میں مسلمانوں میں سے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا جس نے گستاخ رسول کی سزائے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو جبکہ وہ مسلمان بھی ہو۔

۱۱۔ امام ابو بکر جصاصؒ حضور ﷺ کی شان اقدس میں استخفاف و تحقیر اور توہین کا ارادہ کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں۔

و لا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبى بذلك فهو ممن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل

(احکام القرآن للجصاص، ۳: ۱۰۶)

مسلمانوں کے مابین اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی اہانت وایذاء رسانی کا قصد کیا حالانکہ وہ خود کو مسلمان بھی کہلواتا ہے۔ تو ایسا شخص مرتد اور مستحق قتل ہے۔

۱۲۔ علامہ ابن تیمیہؒ مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

واما اجماع الصحابة فلان ذلك نقل عنهم فى قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض، ولم ينكرها احد

مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا ثبوت یہ ہے کہ یہی بات (گستاخ رسول واجب القتل ہے) ان کے بہت سے فیصلوں

منهم، فصارت اجماعاً
(الصارم المسلول، ۲۰۰)

سے ثابت ہے۔ مزید برآں ایسی چیزیں مشہور ہو جاتی تھیں لیکن اس کے باوجود کسی صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو ان کے اجماع پر بیّن دلیل ہے۔

## امت مسلمہ کی بقاء گستاخ رسول کے قتل میں ہے

امت مسلمہ کا تشخص و انفرادیت اور خصائص و امتیازات یہ ساری نسبتیں نسبت مصطفوی ﷺ کے توسل سے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے ہی امت قیامت تک کے لئے بہترین امت ٹھہری ہے اور آپ ہی کے وجودِ مسعود کی برکت سے وہ عذاب جو امم سابقہ کو معصیت الٰہی کی وجہ سے ہوتا تھا، ٹل گیا ہے۔ سابقہ امم جب بھی گناہ و معصیت کا ارتکاب کرتیں، اسی وقت بصورت عذاب دنیا ہی میں اس کا خمیازہ بھگت لیتیں، امت مصطفوی ﷺ حضور ﷺ کی نسبت و تصدق ہی سے نہ صرف قرب الٰہی کی لذتوں سے سرخرو ہوئی ہے بلکہ تھوڑے و قلیل اعمال پر بھی بے پناہ اجر وجزاء کی مستحق ٹھہری ہے، درحقیقت حضور نبی اکرم ﷺ کا اس امت میں مبعوث ہونا رب کائنات کا اس امت پر احسان عظیم ہے۔ قرآن اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
(آل عمران، ۳:۱۶۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا (ہی) احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول ﷺ بھیجا۔

باری تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر حال میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں، اس کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ پر شکر گزار رہیں، تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں کیونکہ اس فریضے کی عدم ادائیگی اور سستی و غفلت سے نہ



صرف امت مسلمہ کی بقاء و سلامتی کی ضمانت معدوم ہو جائے گی بلکہ اپنے انفرادی تشخص کے ساتھ ساتھ اجتماعی وجود کو بھی برقرار رکھنا اس کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اس مسلّمہ حقیقت سے امام مالک نے بھی امت کو آگاہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی اور طعن و تشنیع کرنے والے شخص کی سزا کے متعلق آپ کی رائے اور فتویٰ چاہا، مزید برآں بتایا کہ فقہاء عراق ایسے شخص کو کوڑے مارنے کا فتوی دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کے چہرے پر غیض و غضب کے آثار نمایاں ہو گئے اور بڑے غضبناک ہو کر فرمانے لگے۔

يا امير المومنين مابقاء الامة بعد شتم نبيها من شتم الانبياء قتل ومن شتم اصحاب النبى جلد
(الشفاء، ۲:۱۹۶)

اے امیر المومنین امت مسلمہ کی بقاء وسلامتی اور زندہ رہنے کا کیا جواز حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے کے بعد باقی رہ جاتا ہے؟ پس جس نے انبیاء علیہم السلام کو گالی دی اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے اصحاب رسول ﷺ کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

شان رسالتمآب ﷺ میں بے ادبی و گستاخی کے بعد امت مسلمہ کے زندہ رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ امت کی غیرت و حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ جوں ہی گستاخی و بے ادبی رسول ﷺ کا فتنہ سر اٹھائے توں ہی اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس طرح ختم کر دے کہ آئندہ اس کی پرورش و فروغ پانے کے جملہ امکانات اور صورتیں کلیتاً معدوم ہو جائیں۔

باب --- ۲

# کیا گستاخ رسول

# کی

# توبہ قبول ہے؟

گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کے متعلق چند سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ حقیقت بلاریب اور مسلمہ ہے جو شخص گستاخی رسول کا ارتکاب کرے وہ کافر و مرتد ہے اور حدًا وجوب قتل کا مستحق ہے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کفروارتداد اور گستاخی کے بعد اگر کوئی شخص توبہ کی طرف مائل ہو تو کیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں۔

۲۔ اس ضمن میں دوسرا سوال یہ ہے کہ توبہ معتبر کس وقت ہے؟ کیا گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہی یعنی "**قبل الاخذ**" گرفتار ہونے یا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے کی توبہ قبول ہوگی یا "**بعد الاخذ**" گرفتار ہونے اور مقدمہ دائر ہو جانے کے بعد کی مقبول ہوگی۔

۳۔ اسی حوالے سے تیسرا سوال حاشیۂ ذہن میں یہ ابھرتا ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ کی قبولیت کا معنی کیا ہے، کیا یہ توبہ عنداللہ مقبول تصور کی جائے گی یا عندالناس اور آیا کہ عندالقانون بھی مقبول ہوگی اور کیا یہ توبہ صرف گناہ معاف کرنے کے لئے ہی کافی ہوگی یا اسقاط قتل کے لئے بھی یعنی اس توبہ سے سزائے موت بھی معاف ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟

ہم نے مذکورہ بالا سوالات کی روشنی میں جملہ مذاہب کے ائمہ وفقہاء، جنہوں نے مذکورہ موضوع پر لکھا ہے، ان کی کتب و تصانیف کا مطالعہ اپنی بساط کے مطابق کیا ہے اس مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ تمام فقہی مذاہب کی آراء، فقہاء کی تصریحات اور اہل علم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ اس مسئلے

پر کل تین آراء ہیں اور فی الواقع وہ تین بھی نہیں بلکہ دو ہی بن جاتی ہیں جن کا بالتفصیل تذکرہ کچھ یوں ہے۔

## پہلا موقف: توبہ مطلقاً قبول نہیں

مؤقف اول یہ ہے کہ اہانت رسالتمآب کا مرتکب بہر صورت واجب القتل ہے اور اس کی توبہ مطلقاً کسی بھی صورت میں قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ "قبل الاخذ" یعنی مقدمے کے اندراج یا گرفتاری سے پہلے توبہ کرے یا "**بعد الاخذ**" مقدمے کے اندراج یا گرفتاری کے بعد تائب ہو' ہر صورت برابر ہے۔ کسی صورت میں بھی قطعاً قبولیت توبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اس موقف کو امت کے جمہور ائمہ وفقہاء عظام نے اختیار کیا ہے۔ مذہب مالکی کے سارے ائمہ کا بالاتفاق یہی موقف ہے۔ کم از کم میری نظر سے فقہ مالکی کے ائمہ میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف مذکورہ مسئلے کے متعلق نہیں گزرا۔ بالفرض اگر کسی کا اختلاف ہے بھی تو بھاری اکثریت کے مذہب کو اختیار کیا جائے گا۔ اس طرح سارے حنابلہ اس امر پر متفق ہیں کہ مطلقاً توبہ قبول نہیں کی جائے گی جبکہ احناف میں سے اکثر ائمہ کا مذکورہ مسئلے کے حق میں اتفاق ہے۔ شوافع میں سے بعض اس سے اتفاق کرتے ہیں جن میں امام ابوبکر فارسی پیش پیش ہیں۔ یہ مذہب شافعی کے کبار ائمہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اس موقف سے نہ صرف اتفاق کیا ہے بلکہ اس پر دعوی اجماع امت کا قول بھی کیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اس مسئلے پر مذاہب اربعہ کے ائمہ وفقہاء کی تقسیم کچھ یوں ہے کہ مذہب مالکی سارا' مذہب حنبلی سارا' پہلے موقف کی حمایت کرتا ہے جبکہ احناف میں کچھ کو چھوڑ کر اکثر اور اس طرح شوافع میں سے اکثر کی بجائے بعض پہلے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ بنابریں **من حیث المجموع** امت کے جملہ ائمہ وفقہاء کے چار حصوں میں سے ایک حصہ بمشکل دوسرے موقف کی حمایت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا مذاہب اربعہ کے ائمہ وفقہاء عظام کے تین حصے اس امر پر متفق ہیں کہ گستاخ رسول واجب



القتل اور اس کی توبہ کسی بھی صورت میں قبول نہیں۔ اس موقف پر یہ آیہ کریمہ بنیادی دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ** (التوبہ، ۹: ۶۶)

(گستاخی رسول کے بعد) بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

## دوسرا موقف: توبہ "قبل الاخذ" قبول ہے

دوسرا موقف یہ ہے کہ گستاخ رسول کی سزا حداً قتل ہی ہے لیکن قبولیت توبہ کے امکان کے ساتھ بایں طور پر اگر وہ "قبل الاخذ" گرفتاری یا مقدمے کے اندراج سے پہلے تائب ہو تو یہ توبہ **لاسقاط الحد** ہو گی۔ اس توبہ سے قتل کی سزا اٹھ جائے گی۔ اکثر شوافع اور بعض احناف نے اس موقف کو اختیار کیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اب ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ

۱۔ امت مسلمہ میں گستاخ رسول کے حداً واجب القتل ہونے پر سرے سے کوئی اختلاف ہی نہیں۔

۲۔ اس بات پر بھی امت مسلمہ کا اجماع ہے "بعد الاخذ" مقدمے کے اندراج وگرفتاری کے بعد گستاخ رسول کی توبہ قطعاً قبول نہیں ہو گی وہ بہر صورت واجب القتل ہی رہے گا۔

اب اختلاف کا دائرہ سکڑ کر انتہائی محدود رہ گیا ہے۔ اس طرح کہ "بعد الاخذ" مقدمے کے اندراج کے بعد کوئی تائب ہوا تو اس کی توبہ بالاتفاق مذاہب اربعہ کے مطابق سرے سے معتبر ہی نہ ہو گی۔

دوسرے موقف کے مطابق اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ اگر "قبل الاخذ" مقدمے کے اندراج سے پہلے توبہ کی تو وہ معتبر ہو گی مگر اس کے درجہ قبولیت تک پہنچنے کی چند شرائط حسب ذیل ہیں۔

## ا۔ صحت توبہ

مقدمہ دائر ہونے سے پہلے یہ بات قرائن و شواہد سے واضح ہو جانی چاہئے کہ وہ سزائے موت سے ڈر کر گھبراہٹ کے عالم میں توبہ نہیں کر رہا ہے بلکہ صدق دل سے اپنے کفر سے تائب ہو رہا ہے اور گستاخی و اہانت رسول کی راہ کو کلیتاً ترک کر کے اپنے سابقہ اعمال پر شرمندہ و نادم بھی ہو رہا ہے۔ ایسی کیفیات اگر پائی جائیں تو اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

عدالت وقت پر لازم ہے کہ وہ اس امر کی خوب تحقیق و تفتیش کرے کیا توبہ کرنے کا وقت درست ہے اور کیا واقعتاً اس نے "قبل الاخذ" ہی توبہ کی تھی اور مقدمے کے اندراج سے پہلے سچے دل سے تائب ہوا تھا ایسا کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ صحت توبہ کے تمام تقاضے بطریق احسن پورے ہوں۔

ضمناً یہ بات پیش نظر رہے کہ گستاخ رسول کی توبہ اس شخص کی طرح نہیں جو بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے پھر اپنے جرم کی سزا پانے کے بعد توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کروالیتا ہے بلکہ اہانت رسول کا ارتکاب کرنے والا اپنے فعل مذموم کے ساتھ ہی کافر و مرتد ہو جائے گا۔ اس کی توبہ موقف ثانی کے مطابق قبل الاخذ قبول ہو گی مگر تجدید ایمان کے ساتھ' اسے از سر نو کلمہ شہادت پڑھ کر دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہو گا' اس کا مسلمان ہونا' اس دن سے پھر شروع ہو گا۔

تجدید ایمان کا اطلاق ہر شخص کی اپنی حیثیت و مرتبے کے مطابق ہو گا۔ بالفرض اگر کوئی گمنام شخص ہے اور وہ قیادت و رہبری کا فریضہ سرانجام نہیں دیتا ایسا شخص کافر و مرتد ہو جائے اور پھر تجدید ایمان کر کے مسلمان ہو جائے تو اس سے ضرر بھی اس کی ذات کو پہنچا اور فائدہ بھی اس کی ذات کو ہی ملا۔ لیکن اگر کوئی شخص سیاسی' سماجی' مذہبی اور روحانی اعتبار سے اس مقام و مرتبے status کا حامل ہے کہ ضرر و نقصان اور فائدہ و نفع اس کی وجہ سے پورے معاشرے کو پہنچتا ہے وہ منصب امامت پر فائز ہے۔ رہبری و قیادت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ لوگ اس کی پیروی و اتباع کرتے ہیں'



اس کی بات سنتے و مانتے ہیں' ایسا شخص اگر کافر و مرتد ہو جائے تو اسے تجدید ایمان کی صورت میں اعلان عام کرنا ہو گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کفر و ضلالت کی راہ کو چھوڑ کر پھر صدق دل سے مسلمان ہو گیا ہے اور اس کی وجہ سے جو گمراہ ہو گئے ہیں' ان پر بھی حقیقت واضح ہو جائے' انہیں بھی توبہ نصیب ہو اور جہنم سے بچ سکیں۔

## ۲۔ حسن اسلام

قبولیت توبہ کی دوسری شرط اس آدمی کا حسن اسلام ہے بعد از توبہ وہ فی الواقع سچا و پکا مسلمان ہو کر احکام اسلام پر عمل پیرا ہو جائے۔ تذبذب و تشکیک کی ہر گرد سے پاک ہو جائے' یہی اسکا حسن اسلام ہے۔

## ۳۔ اصلاح احوال

قبولیت توبہ کی تیسری شرط اصلاح احوال ہے۔ اس میں اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ کہیں پھر تو یہ شخص گستاخی و اہانت کی راہ پر نہیں چلے گا اور کیا یہ ہر نوع کی تشکیک سے خلاصی پا کر احکام اسلام پر کاربند ہو چکا ہے یا نہیں؟ اور اس کے احوال حیات اب بدلنے لگے ہیں یا نہیں؟ غرضیکہ اگر اس کے اعمال و افعال اصلاح پذیر ہو رہے ہوں تو ایسی صورت میں اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

## تیسرا موقف: بصورت توبہ' حداً قتل کے بعد احکام اسلامی کا اجراء

تیسرا موقف پہلے موقف کی ہی تائید ہے۔ سزائے قتل حداً واجب ہے۔ توبہ بھی قبول نہیں' فرق صرف اتنا ہے کہ موقف ثانی کے مطابق "قبل الاخذ" قبولیت توبہ کا مفہوم ان کے ہاں عند اللہ مقبولیت کا ہے' عند الناس قبولیت مراد نہیں۔ اس کی توبہ سے آخرت کی سزا و عقوبت تو مرتفع ہو جائے گی مگر توبہ سے حدِ قتل قطعاً ساقط نہیں ہوگی

یہ بات ذہن نشین رہے کہ موقف ثالث کے مطابق "قبل الاخذ" عند اللہ قبولیت توبہ سے اس شخص کو یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ سزائے موت کے بعد اس پر احکام

اسلام کا اجراء ہو گا، نماز جنازہ ادا کی جائے گی، تکفین و تدفین میں بھی اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جائے گا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ در حقیقت تیسرا موقف بھی پہلا موقف ہی بن جاتا ہے بایں وجہ اس میں بھی قبولیت توبہ کو اسقاط قتل کے ساتھ متعلق نہیں کیا گیا بلکہ قبولیت توبہ کا تعلق عند اللہ مقبولیت کے ساتھ خاص ہے اور اس کے وقت موت، مسلم یا غیر مسلم ہونے کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اسی بناء پر ہی تو فیصلہ کیا جائے گا کیا اس کا نماز جنازہ پڑھایا جائے اور اس کی تکفین و تدفین کی جائے یا نہ کی جائے۔ پہلے اور تیسرے موقف میں یہی بات قدرے مشترک ہے کہ سزائے موت کسی بھی صورت میں مرتفع نہ ہو گی۔ بہر صورت اس کا نفاذ ہو گا سو اس اعتبار سے تیسرا موقف بھی حقیقتاً پہلا موقف ہی قرار پاتا ہے۔



## باب---٣

# پہلے موقف پر دلائل

# قرآن سے دلائل

## پہلی دلیل

پہلے موقف پر یہ آیہ کریمہ دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

**اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا**

(الاحزاب، ۳۳:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے (اس نے) ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے علامہ ابن تیمیہؒ استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**ان المسلم یقتل من غیر استتابہ وان اظہر التوبۃ بعد اخذہ کما ھو مذہب الجمہور**

(الصارم المسلول: ۳۳۷)

کوئی بھی مسلمان (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی کرے گا) اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے اگرچہ وہ بعد الاخذ توبہ کرے یہی مذہب جمہور ہے۔

علامہ ابن تیمیہ "بعد الاخذ" یعنی مقدمے کے اندراج کے بعد قبولیت توبہ کے تصور کے قریب بھی نہیں جاتے بلکہ ایسے فرد کو توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کرنا لازم قرار

دیتے ہیں۔ مزید برآں فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ اس امر کی بھی مقتضی ہے کہ گستاخ رسول کو بہر صورت قتل کر دیا جائے اگرچہ وہ "بعد الاخذ" توبہ کرتا پھرے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت و تکلیف پہنچائی ہے جبکہ اہل ایمان میں سے کسی کو ایذاء پہنچائے تو پھر بھی اس کی سزا "بعد الاخذ" توبہ کر لینے کے باوجود ساقط نہیں ہوتی تو اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء و تکلیف پہنچانے کی صورت میں بطریق اولیٰ سزا ساقط نہ ہو گی۔

## دوسری دلیل

اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات کی عصمت و عفت، پاکیزگی و طہارت کی گواہی دیتے ہوئے اور ان پر اتہام باندھنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (النور ۲۴: ۲۳) | (اور یاد رکھو) جو لوگ پاک دامن، بے خبر اور ایمان والی عورتوں پر اتہام لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ |

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیہ کریمہ ازواج مطہرات اور بالخصوص حضرت عائشہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس میں **لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** اور **وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ** (دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔) کے الفاظ اس طرف مشعر ہیں کہ اس جرم و گناہ کے مرتکب کے لئے "**لیس فیھا توبۃ**" کسی بھی صورت میں توبہ و معافی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ ایک اور آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النور، ۲۴: ۴، ۵) | جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو (ان کی سزا یہ ہے کہ) ان کو اسی (۸۰) دُرّے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔ (کہ دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں البتہ جن لوگوں نے اس کے بعد اللہ کے حضور میں) توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |



یہاں عام قذف کی صورت میں "بعد ذلک" یعنی "بعد الاخذ" اگر کسی نے اپنے جرم سے توبہ کر لی اور اپنے احوال کی اصلاح کر لی تو اس کی توبہ معتبر اور قابل قبول ہو گی سو واضح ہوا کہ عام قذف کی صورت میں تو توبہ کا موقع ہے مگر امہات المومنین کو تکلیف و اذیت پہچانے کی صورت میں توبہ کا کوئی موقع بھی نہیں ہے۔ باری تعالیٰ نے ایسے موذی کو دنیا و آخرت میں لعنتی قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| **ان من لعن ھذہ اللعنۃ لا توبۃ لہ** (الصارم المسلول: ۳۳۸) | جس شخص پر ایسی (دنیا و آخرت کی) لعنت کر دی گئی ہو اس کے لئے کسی قسم کی توبہ نہیں۔ |

علامہ ابن تیمیہ مزید برآں فرماتے ہیں کہ یہ تو امہات المومنین پر اتہام تراشی کرنے والے کی لعنت کی نوعیت ہے کہ ایسے آدمی کے لئے توبہ کا کوئی موقع ہی نہیں مگر وہ لعنت جو حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے کی صورت میں کسی پر کی جائے اس کی شدت کا عالم کیا ہو گا، یہ تو اس سے کئی درجے بڑھ کر شدید ہو گی اور اس صورت میں قبولیت توبہ کا سرے سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں ایک اور ایمان افروز نکتہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات کو عزت و حرمت حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت و توسل سے ملی ہے۔ سو جب انہیں اذیت دینے والے کی توبہ سرے سے معتبر ہی نہیں تو اب حضور نبی اکرم ﷺ کو

اذیت دینے والے کی توبہ کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟ اس کی قبولیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ

**ان موذیہ لا توبۃ لہ**

حضور ﷺ کو ایذاء دینے والے کی توبہ قبول ہی نہیں۔

(الصارم المسلول: ۳۳۸)

## تیسری دلیل

**فساد فی الارض** کے مرتکب افراد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ**

(المائدہ، ۵: ۳۳)

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پیر ایک ادھر سے (دوسرا) ادھر سے کاٹ دیئے جائیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں امت مسلمہ میں انتشار و افتراق اور فساد و فتنہ بپا کرنے والا، اپنے اس عمل سے حضور نبی اکرم ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچاتا ہے، سو اپنے اس طرز عمل کے باعث بالواسطہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محارب ہے جبکہ حضور سرور کائنات ﷺ کے ساتھ براہ راست دشمنی و عداوت، بغض و عناد رکھنے والا اور محاربت کرنے والا، زمین میں فساد و فتنہ بپا کرنے والوں میں سب سے بڑا مفسد ہے۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے ایسے شخص کو "عدوی" اپنا دشمن قرار دیا ہے۔ قرآن نے زمین میں فتنہ و فساد بپا کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں جو بالواسطہ محاربت باللہ والرسول کے مرتکب ہیں ان کی توبہ "**قبل الاخذ**" قبول کی جائے گی مگر "**بعد الاخذ**" ان کی توبہ قبول نہ ہو گی اور اس کے برعکس جو شخص براہ راست حضور ﷺ سے محاربت و مخاصمت کرتا ہے



اس کی بھی اگر "**قبل الاخذ**" توبہ قبول ہو تو ان دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سو ان میں فرق یوں ہو گا کہ براہ راست حضور ﷺ سے مخاصمت و مخالفت کرنے والے کی توبہ "**قبل الاخذ**" بھی قبول نہ ہو گی۔

**(الصارم المسلول: ۳۳۹)**

## احادیث سے دلائل

## پہلی دلیل

علامہ ابن تیمیہؒ بیان کرتے ہیں، نسبت رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہے، شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے کی سزا، توبہ کا موقع دیئے بغیر اسے قتل کرنا ہے۔ حدیث رسول ﷺ سے یہی بات سامنے آتی ہے۔

**فانہ امر بقتل الذی کذب علیہ من غیر استتابۃ**

(الصارم المسلول: ۳۴۰)

حضور ﷺ نے اس شخص کے بارے میں بغیر توبہ کا موقع دیئے قتل کا حکم صادر فرمایا جس نے آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔

اسی طرح حدیث شعبی میں ہے، جس شخص نے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حضور ﷺ پر زبان طعن دراز کی تو آپ نے اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (الصارم المسلول: ۳۴۰)

## دوسری دلیل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طرز فکر اور عمل سے بھی یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ "**لما استاذنہ ابو برزۃ ان یقتل الرجل الذی شتمہ من غیر استتابۃ**" (الصارم المسلول: ۳۴۰) (جب ابو برزہ نے آپ کی (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) بحیثیت امیر المومنین شان میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے کو توبہ کا

موقع دیئے بغیر قتل کرنے کی اجازت طلب کی) تو اس پر شمع مصطفوی ﷺ کے پروانے خلیفۃ الرسول ﷺ یوں گویا ہوئے، نہیں، یہ حضور ﷺ کی ہی خصوصیت و امتیاز ہے کہ آپ کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب کو قتل کر دیا جائے، آپ کے بعد کسی فرد بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

## تیسری دلیل

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گستاخ رسول کو خود قتل کیا۔ روایت میں یوں آتا ہے **قتل الذی لم یرض بحکمہ من غیر استتابۃ اصلا** (الصارم المسلول، ٣٤٠) (آپ نے اس شخص کو جو حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا، توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا) باری تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کی تصویب و تصدیق آیات قرآنی کے نزول کے ذریعے اسی وقت کر دی لہذا یہ نکتہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ حضور ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار، یہ چیز بے ادبی و استخفاف کی ادنی ترین انواع و اقسام میں سے ہے مگر اس پر بھی سزائے قتل دی جا رہی ہے اور پھر قرآن بھی اس اقدام کو درست و صائب قرار دے رہا ہے۔ اب ذرا اندازہ کیجئے اس کے برعکس اس گستاخی و بے ادبی کا جو اپنی سنگینی و شدت کے اعتبار سے اس سے بھی کئی درجے بڑھ کر ہے، اس کی سزا کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

## چوتھی دلیل

عبد اللہ بن سعد ابی سرح نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر زبان طعن دراز کی، آپ کی شان میں افتراء پردازی کی اور عیوب و نقائص کا بھی انتساب کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے **"اهدر دمه"** (الصارم المسلول: ٣٤٠) اس کے خون کو باطل قرار دے دیا۔ بعد ازاں یہ فتح مکہ کے موقع پر تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کے ارادے سے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں حاضر ہوا، ساری صورت حال سے آپ کو آگہی ہو گئی لیکن باوجود اس کے آپ نے اپنا دست اقدس بیعت کے



لئے نہ بڑھایا بلکہ توقف کیا اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی صحابی اٹھے اور اس دریدہ دہن اور گستاخ کی گردن تن سے جدا کر دے۔

غرضیکہ گستاخ رسول اگر تائب بھی ہو جائے پھر بھی اس سے سرزد ہونے والی گستاخی پر حد قتل قائم رہے گی اور ہر حال میں اسے کیفر کردار تک پہنچانا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

## ائمہ وفقہاء کے اقوال

اب ہم ان ائمہ و فقہاء کے اقوال بیان کرتے ہیں جو اہانت بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے مرتکب شخص کی مطلقاً قبولیت توبہ کے قائل ہی نہیں ہیں۔

### ١۔ امام مالکؒ

فتنہ اہانت رسول میں مسلم و غیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ دونوں پر حد کا اجراء ہو گا، کوئی بھی اس سے مستثنیٰ و مبرا نہ ہو گا۔ امام مالک نے اسی چیز کو واضح کرتے ہوئے فرمایا

**من سب رسول الله او شتمه اوعابه او تنقصه قتل مسلما كان او كافر ولا يستتاب**

(الشفا، ۲: ۹۳۷)

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

### ٢۔ امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا تنقیص و اہانت کا مرتکب ہوا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اس جسارت پر سزائے قتل اس پر لازم ہو جائے گی۔ مزید برآں فرماتے ہیں۔

**اری ان یقتل ولا یستتاب**

(الصارم المسلول: ٣٠٠)

کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں' ایک روز میں نے والد گرامی سے پوچھا جو شخص حضور ﷺ کی بے ادبی وگستاخی کرے' آپ کی شان اقدس میں دشنام طرازی کا ارتکاب کرے تو کیا ایسے شخص کی توبہ قبول کی جائے گی؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا

**قد وجب علیہ القتل ولا یستتاب**

سزائے قتل اس پر واجب ہو چکی ہے اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔

(الصارم المسلول:٣٠٠)

پھر آپ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا' انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں اہانت وگستاخی کا ارتکاب کرنے والے شخص کو قتل کر کے جہنم رسید کیا اور اسے توبہ کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔

## ٣۔ قاضی ابو یعلیؒ

قاضی ابو یعلیؒ سرور کائنات ﷺ کی شان میں دشنام طرازی کرنے والے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

**اذا سب النبی ﷺ قتل ولم تقبل توبتہ مسلما کان او کافرا**

(الصارم المسلول:٣٠١)

جس شخص نے حضور ﷺ کو گالی دی اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

کافر وذمی کو اس لئے قتل کیا جائے گا کہ وہ اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کر کے اپنے امان (Security) کا عہد توڑ چکا ہے۔ اب اسلامی ریاست پر اس کی ذات کے حوالے سے حفاظت دم کی ذمہ داری نہ رہے گی۔ وہ علت (Cause) جس کی وجہ سے اسے دارالاسلام میں امان ملا تھا وہ اسی امان کی عہد شکنی کا مرتکب ہو گیا ہے اس لئے اسلامی سلطنت اب اسے امان دینے کی مجاز ہی نہیں رہی۔



## ٤۔ امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ گستاخ رسول کی مطلقاً توبہ کے قبول نہ ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**لان حق النبی یتعلق بہ حقان' حق اللہ وحق لادمی' والعقوبۃ اذا تعلق بہا حق اللہ وحق لادمی لم تسقط بالتوبۃ کالحد فی المحاربۃ فانہ لو تاب قبل القدرۃ لم یسقط حق الادمی من القصاص وسقط حق اللہ**

(الصارم المسلول:٣٠٢)

اس لئے کہ حضور ﷺ کے حق سے دو حقوق کا تعلق ہے۔ ایک اللہ کا حق دوسرا بندے کا حق ہے اور عقوبت (سزا) سے جب اللہ اور بندے دونوں کا حق متعلق ہو جائے' تو وہ توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتی جیسے جنگ میں حد' کہ مسلمانوں کی گرفت میں آنے سے پہلے اگر توبہ کر لے تو پھر بھی اس سے بندے کا حق ساقط نہ ہو گا جیسے قصاص کہ باقی رہے گا' ہاں اللہ کا حق ساقط ہو جائے گا۔ (جیسے باقی گناہ کہ اسلام لانے سے معاف ہو جاتے ہیں۔)

یعنی ایسی صورت جب حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جائیں۔ پھر ان کی بے حرمتی وپامالی پر جس حد کا اجراء ہو گا وہ توبہ سے ہرگز ساقط نہ ہو گی بلکہ بہر صورت نافذ ہو کر رہے گی۔

## ٥۔ امام ابو المواہب العکبریؒ

امام ابو المواہب العکبری فرماتے ہیں۔

**یجب لقذف النبی ﷺ الحد المغلظ وھو القتل تاب او لم یتب ذمیا کان او مسلما**

(الصارم المسلول:٣٠٢)

حضور نبی اکرم ﷺ پر تہمت لگانے والا خواہ ذمی ہو یا مسلمان خواہ توبہ کرے یا نہ کرے اس پر حد شدید یعنی

حد قتل لازم ہو جاتی ہے۔

یعنی تنقیص و تحقیر شان رسالتمآب ﷺ کے سنگین جرم کے بعد کوئی اپنے اس مذموم فعل سے تائب ہو یا نہ ہو اس کی توبہ ارتکاب گستاخی کے بعد قطعاً مفید و نفع بخش نہیں۔ ایک مرتبہ ہی سہی جیسے ہی گستاخی کا عمل سرزد ہوا اسی وقت حد قتل واجب ہو جائے گی جس کے انقطاع و اسقاط کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

## ۶۔ قاضی الشریف ابو علی بن ابی موسیٰؒ

علامہ ابن تیمیہؒ "الارشاد" کے حوالے سے قاضی الشریف ابو علی بن ابی موسیٰؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

جس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں دشنام طرازی کی اسے قتل کر دیا جائے گا۔ "**ولم یستتب**" اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

اہل ذمہ میں سے اگر کسی شخص نے شان رسالتمآب ﷺ میں ہرزہ سرائی کی اور بعد ازاں اسلام لے آیا تو پھر بھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(الصارم المسلول، ۳۰۳)

## ۷۔ امام ابو علی بن البناءؒ

امام ابو علی بن البناء فرماتے ہیں جس شخص نے شان رسالتمآب ﷺ میں سب و شتم کیا اس جرم کی بنا پر اسے قتل کی سزا دی جائے گی۔

"**لا تقبل توبتہ**" اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ مزید برآں فرماتے ہیں صحیح مذہب یہی ہے، "گستاخ رسول کو قتل کر دیا جائے" "**ولا یستتاب**" اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔

(الصارم المسلول: ۳۰۳)

## ۸۔ امام ابو بکر بن المنذرؒ

تمام اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی



دے اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ قول جن ائمہ نے کیا ہے ان میں امام مالکؒ، امام ابو اللیثؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ شامل ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور سیدنا صدیق اکبر ؓ کے قول کا مقتضیٰ و مقصود بھی یہی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

**ولا تقبل توبتہ عند ھولاء**

(فتاویٰ شامی، ۳:۳۱۸)

اس (گستاخ رسول) کی توبہ ان تمام ائمہ کے نزدیک قبول نہیں ہو گی۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے، امام اعظم ابو حنیفہ کے زیر بحث موضوع کے حوالے سے دو قول ہیں ایک قول پہلے موقف کے حق میں ہے جس کے مطابق مطلقاً توبہ قبول ہی نہیں جبکہ ایک دوسرے موقف کے حق میں ہے کہ توبہ فقط "**قبل الاخذ**" صورت میں ہی قبول کی جائے گی۔ اسی طرح امام شافعی کا ایک قول بھی پہلے موقف کی تائید میں ہے۔

## ۹۔ امام ابن الھمام حنفیؒ

امام ابن الھمام اس سوال کا جواب دیتے ہیں، جو شخص حضور ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کا مرتکب ہو تو "**ھل یقبل توبتہ**" کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی، آپ نے فرمایا: ایسا شخص جو حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قلبی طور پر بغض وعداوت رکھتا ہے وہ مرتد ہے جبکہ کھلم کھلا آپ کو گالی دینے والا بالطریق اولیٰ کافر و مرتد ہے۔

**یقتل عندنا حدا فلا تقبل توبتہ فی اسقاط القتل**

(تفسیر مظہری، ۷:۳۸۱، ۳۸۲)

ہمارے نزدیک (یعنی مذہب احناف کے مطابق) اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور حد قتل کو ساقط کرنے کے حوالے سے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

گویا امام ابن ہمام حنفیؒ نے قبول توبہ اور عدم قبول توبہ کی صورت کو واضح کر دیا ہے کہ بعض احناف کے نزدیک "**قبل الاخذ**" قبول توبہ کی جو رعایت ہے اس سے مراد فقط یہ ہے وہ توبہ عند اللہ مقبول ہو گی۔ اسی بناء پر اس کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا،

اس کی تکفین وتدفین مسلمانوں کی طرح ہی کی جائے گی جبکہ یہ توبہ اسقاط قتل کے باب میں قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ ساری صورت "**قبل الاخذ**" توبہ کی ہے جبکہ "**بعد الاخذ**" تو کوئی بھی قبولیت توبہ کا قائل ہی نہیں۔

## ۱۰۔ امام برہان الدین محمودؒ

امام برہان الدینؒ اپنی کتاب "المحیط" میں فرماتے ہیں جس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دی یا توہین و بے ادبی کی یا آپ کے امور دینیہ میں عیب زنی کی یا آپ کی شخصیت مطہرہ یا آپ کے ذاتی اوصاف میں سے کسی وصف میں عیب جوئی کی خواہ وہ گالی دینے والا گستاخ و دریدہ دہن آپ کی امت اجابت سے ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ اہل کتاب (یہود و نصاری) سے ہو یا ذمی (یعنی اسلامی حکومت میں پناہ گزیں کافر ہو) یا حربی یعنی کفار کی حکومت کے زیر سایہ رہنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی برابر ہے یہ جرم، گالی، توہین اور عیب اس سے جان بوجھ کر ظاہر ہو یا بطور نسیان و سہو یا بطور غفلت و سستی یا سنجیدگی و متانت سے یا استہزاء و مذاق کی صورت میں صادر ہو وہ بالتحقیق ابدی، دائمی کافر ہو جائے گا۔

**وان تاب لم یقبل توبته ابدا لا عند الله ولا عند الناس**

(خلاصۃ الفتاوی، ۴: ۳۸۶)

اور اگر وہ توبہ کرے بھی تو کبھی بھی اس کی توبہ نہ اللہ کے ہاں قبول ہے نہ لوگوں کے ہاں۔

آخر پر فرماتے ہیں شریعت اسلامی میں متاخرین ائمہ و مجتہدین کے نزدیک اجماعاً اور اکثر متقدمین ائمہ کے نزدیک اس کا حکم یقیناً اسے قتل کرنا ہی ہے۔ حاکم وقت اور اس کے کسی بھی نائب کو اس گستاخ کے حکم قتل میں دخل اندازی اور معاف کرنے کا اختیار حاصل ہی نہیں۔

## ۱۱۔ امام ابن عابدین حنفیؒ

شان رسالتمآب ﷺ میں اہانت و گستاخی کے مرتکب کی سزا کے متعلق رد المختار میں رقمطراز ہیں۔



**فانه یقتل حدا ولا تقبل توبته لان الحد لا یسقط بالتوبة وافاد انه حکم الدنیا واما عند الله تعالی فهی مقبولة**

(رد المحتار، ۴: ۲۳۲)

اسے حدًا قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ حد توبہ سے ساقط و معاف نہیں ہوتی، یہ حکم اس دنیا سے متعلق ہے جبکہ آخرت میں اللہ رب العزت کے ہاں اس کی توبہ مقبول ہو گی۔

گویا جس شخص نے اہانت رسول کے جرم کا ارتکاب کیا اس پر حدًا سزائے موت بہر صورت نافذ کی جائے گی۔ اس سزا میں معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس نے "**قبل الاخذ**" جو توبہ کی ہے اس سے سزائے قتل تو ہرگز معاف نہ ہو گی لیکن اتنا فائدہ ضرور ہو گا کہ حد کے اجراء کے بعد اس کا نماز جنازہ پڑھایا جائے گا۔ اس کی تدفین و تکفین کی جائے گی اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جائے گا۔

امام ابن عابدینؒ نے فتاوٰی حامدیہ میں گستاخ رسول کے حدًا قتل اور اس کی عدم قبولیت توبہ پر عوام اور خواص کے اجماع کا ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں امت مسلمہ کے خواص یعنی ائمہ و فقہاء اور عامۃ المسلمین سے یہ بات تواتر کے ساتھ حتمی و قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی گستاخی و بے ادبی کی قباحتیں جب گمراہ لوگوں میں جمع ہو جائیں اور کوئی فرد ان سے متصف ہو جائے تو

**فهو کافر یجب قتله باتفاق الامة ولا تقبل توبته واسلامه فی اسقاط القتل سواء تاب بعد القدرة علیه والشهادة علی قوله او جاء تائبا من قبل نفسه لانه حد واجب ولا تسقطه التوبة کسائر الحدود ولیس سبه ﷺ کالارتداد**

وہ کفر کرنے والا ہو جاتا ہے اور بالاتفاق اسے قتل کرنا واجب ہے۔ اس کی توبہ اور دوبارہ اس کا اسلام سزائے قتل کو معاف و ساقط کرنے کے سلسلہ میں قبول نہ ہو گا خواہ "بعد الاخذ" اس کے تائب ہونے پر شہادت بھی مل جائے یا وہ بذات خود

**المقبول فيه التوبة**

(تنقیح الفتاوی الحامدیہ '۱: ۱۰۲)

توبہ کرتا ہوا آ جائے کیونکہ یہ حد واجب ہے جسے باقی تمام حدود کی طرح توبہ ساقط نہیں کر سکتی اور حضور ﷺ کی گستاخی و بے ادبی اس ارتداد کی طرح نہیں جس میں توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

اس کی وجہ آگے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ارتداد میں مرتد اکیلا و تنہا ہوتا ہے اس میں کسی دوسرے آدمی کا حق متعلق نہیں ہوتا۔ زیادہ ضرر و نقصان اسی کی ذات کو پہنچتا ہے اس لئے مائل بہ توبہ ہونے پر اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس

**ومن سب النبى ﷺ تعلق به حق الادمى ولا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الادميين**

(تنقیح الفتاوی الحامدیہ '۱: ۱۰۲)

جس نے حضور ﷺ کو گالی دی تو اس سے حق عبد متعلق ہو گیا اور اب اس کی سزا سارے حقوق العباد کی طرح توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتی۔

آخر پر خلاصہ کلام بیان کرتے ہیں کہ جب کسی نے حضور ﷺ کی گستاخی کی یا جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی بے ادبی و گستاخی کی تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔ ائمہ احناف کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اسے حداً قتل کر دیا جائے۔

حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر حد قتل معاف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس میں حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہیں۔ حق اللہ جو خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہے یہ توبہ سے معاف ہو سکتا ہے جبکہ حق العبد توبہ سے معاف نہیں ہو سکتا اس لئے حد قتل کا نفاذ بہر صورت ہو گا۔

امام ابن عابدینؒ فتاویٰ حامدیہ میں ہی کبائر ائمہ کا گستاخان رسول کے متعلق



موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**واما عند مالك والشافعى واحمد بن حنبل وليث بن سعد وسائر العلماء العظام فلا تقبل توبتهم ولا يعتبر اسلامهم ويقتلون حدًا**

(تنقیح الفتاوی الحامدیہ '۱: ۱۰۳)

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام لیث بن سعدؒ اور باقی تمام اکابر علماء کے نزدیک ان گستاخ و مرتدین کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کے اسلام کا اعتبار کیا جائے گا بلکہ ان کو بطور حد قتل کر دیا جائے گا۔

## ۱۲۔ امام خیر الدین رملی حنفیؒ

امام خیر الدین رملیؒ فرماتے ہیں عام مرتد کو توبہ اور رجوع کا موقع دیا جائے گا۔ اس کی توبہ کے نتیجے میں اس کا کفر و ارتداد اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی لیکن کسی شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کی تو

**فانه يقتل حدا ولا توبة له اصلا**

اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور سرے سے اس کی توبہ قبول ہی نہ ہو گی۔

آگے مزید فرماتے ہیں

**وهذا مذهب ابى بكر صديق والامام الاعظم والبدرى واهل الكوفة والمشهور من مذهب مالك**

(فتاویٰ خیریہ '۱: ۱۷۰)

یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ، البدری، اہل کوفہ کا مذہب ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب مشہور ہے۔

## ۱۳۔ قاضی عیاضؒ

قاضی عیاضؒ نے بیان کیا بعض علماء نے فرمایا ہے، تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے، جس شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی ہلاکت یا ان کے حق میں کسی مکروہ چیز کی بد دعا کی تو "**انه يقتل بلا استتابة**" اسے بغیر توبہ کا موقع دیئے

قتل کر دیا جائے گا۔

## ۱۴۔ امام ابن نجیم حنفیؒ

بحرالرائق میں ہے جس شخص نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی یا ان کی شان اقدس میں زبان طعن دراز کی تو وہ اپنے جرم کے باعث کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کرنا واجب ہے۔ اس سوال کا بھی جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ و رجوع کر کے تجدید ایمان کرے تو

**هل تقبل توبته ام لا**

کیا اس کی توبہ قبول ہو گئی یا نہیں؟

(بحرالرائق، ۵:۱۲۶)

امام صدر الشہید حنفیؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔

**لا تقبل توبته واسلامه ونقتله**

اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی نہ ہی اس کا اسلام (کہ حد قتل کو ساقط کر سکے) ہم اسے بہر صورت قتل کریں گے۔

(بحرالرائق، ۵:۱۲۶)

مزید برآں فرماتے ہیں کہ یہی مشہور فقیہ ابو اللیث السمرقندیؒ اور امام الاصول ابو نصر الدبوسیؒ کا مذہب ہے اور مختار مذہب بھی یہی ہے۔

## ۱۵۔ امام ابن بزاز حنفیؒ

امام ابن بزاز حنفی نے ناموس رسالتمآب ﷺ پر حملہ کرنے والے گستاخ کے متعلق فتویٰ صادر کرتے ہوئے فرمایا

**اذا سب الرسول ﷺ او واحد من الانبياء فانه يقتل حدا ولا توبة له اصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة او جاء تائبا من قبل نفسه كالزنديق لانه حد وجب فلا يسقط بالتوبة ولا يتصور فيه خلاف لا حد لانه حق تعلق به حق العبد فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الادميين و كحد القذف لا يزول بالتوبة**

جب کوئی شخص حضور ﷺ کی گستاخی کرے یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی گستاخی کرے تو اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ سرے سے قبول ہی نہ ہو گی خواہ وہ



"بعد الاخذ" تائب ہو اس پر گواہی و شہادت بھی مل جائے یا وہ خود بخود توبہ کرتا ہوا آئے وہ زندیق کی طرح ہے کیونکہ (اس کا قتل) حد واجب ہے جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اس میں کسی فرد کا کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ یہ ایسا حق ہے جس کے ساتھ حق عبد متعلق ہے جو بقیہ تمام حقوق کی طرح توبہ سے ساقط نہیں ہوتا جیسے حد قذف توبہ سے زائل نہیں ہوتی۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین، ۱:۳۲۷)

(فتاویٰ بزازیہ برحاشیہ، ۶: ۳۲۱)

## ۱۶۔ امام حصکفیؒ

عظمت و ناموس رسالتمآب ﷺ کا تحفظ کرتے ہوئے امام حصکفی فرماتے ہیں۔

**الكافر بسب نبى من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق عبد لا يزول بالتوبة ومن شك فى عذابه وكفره كفر**

(رد المحتار، ۴:۲۳۲)

انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی توہین کر کے جو شخص کافر ہوا اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ کسی صورت میں قبول نہیں ہو گی۔ اگر اس نے شان الوہیت میں گستاخی کی (پھر توبہ کی) تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے (جو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔) جبکہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی یہ حق عبد ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور جو شخص اس کے عذاب اور

کفر میں شک کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے

## ۱۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

**والفتاوی من مذہب ابی حنیفۃ ان من سب النبی یقتل ولا یقبل توبتہ سواء کان مومنا او کافرا**

(تفسیر مظہری، ۴:۱۹۱)

مذہب احناف کے فتاوی میں ہے جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

آگے فرماتے ہیں اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کے باعث ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی تائید امام ابو یوسفؒ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، حضرت حفصؓ بن عبد اللہ بن عمر سے ایک شخص نے کہا میں نے ایک راہب سے سنا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالی دیتا تھا۔

اس پر حضرت عبد اللہ نے فرمایا

**لو سمعتہ لقتلتہ انا لم نعطھم العھود علی ھذا**

(تفسیر مظہری، ۴:۱۹۱)

اگر میں اس سے آقائے دوجہاں ﷺ کے حق میں گالی سنتا تو اسے قتل کر دیتا کیونکہ ہم نے ذمیوں کو اس بات پر عہد واماں نہیں دیا وہ حضور سرور کائنات ﷺ کی گستاخی و بے ادبی کرتے پھریں۔

## ۱۸۔ امام عثمان بن کنانہ مالکیؒ

اجل مالکی ائمہ سے ہیں، امام مالک سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔

اپنی کتاب "المبسوط" میں فرماتے ہیں۔

**من شتم النبی من المسلمین قتل او**

مسلمانوں میں سے جس کسی نے حضور



**صلب حیا ولم یستتب والامام مخیر فی صلبہ حیا او قتلہ**

(الشفاء، ۲:۹۳۶)

نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی اسے قتل کر دیا جائے گا یا اسے زندہ سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی اور امام کو اسے زندہ سولی دینے اور قتل کرنے میں اختیار ہے جو چاہے کرے۔

## ۱۹۔ امام اصبغ مالکیؒ

امام اصبغ مالکی نے شاتم رسول کے متعلق فرمایا:

**یقتل علی کل حال اسر ذلک او اظھرہ ولا یستتاب لان توبتہ لا تعرف**

(الشفاء، ۲:۹۳۷)

گستاخ رسول کو بہر حال قتل کیا جائے گا خواہ وہ گستاخی کو چھپائے یا ظاہر کرے اس کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی کیونکہ اس کی توبہ قبول کرنے کی کوئی مثال پائی ہی نہیں جاتی۔

## ۲۰۔ شیخ ابو بکر فارسی شافعیؒ

شیخ ابو بکر فارسی شافعی نے عظمت و رفعت، حرمت و ناموس رسالتمآب ﷺ کی پاسبانی کرتے ہوئے شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے کو حداً قتل کرنے اور اسکی توبہ قبول نہ ہونے کا قول کرتے ہوئے اس پر اجماع امت کا دعوی کیا ہے۔

فرماتے ہیں۔

**ولو قذف نبیا من الانبیاء ولو تعریضا یقتل حدا لان القتل حد قذف النبی وحد القذف لا یسقط بالتوبۃ وادعی فیہ الاجماع**

(شروح روض الطالب من اسنی المطالب، ۴:۱۲۲)

اگر کسی شخص نے جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر گو اشارۃً وکنایۃً ہی سہی، تہمت لگائی تو اسے حداً قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضور نبی

باب ---۴

# دوسرے موقف پر دلائل



اکرم ﷺ پر تہمت لگانے کی حد' قتل کرنا ہے اور یہ حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ شیخ ابوبکر فارسی شافعی نے اس مسئلے میں اجماع امت کا دعوی کیا ہے۔

## ۲۱۔ امام عبداللہ بن الحکم فقیہ مصری

امام عبداللہ بن الحکم فقیہ مصری فرماتے ہیں۔

**من سب النبی من مسلم او کافر قتل ولم یستتب**

(الشفاء' ۲:۷۴۳)

جس شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

دوسرے موقف کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رہے کہ اس بحث کے دوران جب قبول توبہ کا لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس سے مراد "**قبل الاخذ**" توبہ ہی ہوگی۔ اس طرح اگر کوئی عالم دین قبول توبہ کی روایات، اقوال اور فتاویٰ پیش کرتا ہے تو ایسی صورت حال میں محض قبول توبہ کی روایات پیش کرنے سے مدعا و مقصود پورا نہ ہوگا بلکہ اس امر کی وضاحت بھی طلب کرنا ہوگی کہ قبول توبہ سے مراد "**قبل الاخذ**" یعنی سزا سن لینے سے پہلے توبہ قبول ہونا ہے یا "**بعد الاخذ**" سزا سن لینے کے بعد؟ اگر "**قبل الاخذ**" یعنی سزا سن لینے سے پہلے مراد ہے تو پھر یہ جاننا ضروری ہوگا کہ کیا اللہ کے ہاں مراد ہے یا لوگوں کے ہاں؟ اور کیا یہ سزائے قتل کو ختم کرنے کے لئے ہے یا اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے؟ یہ ساری وضاحت طلب کرنا اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کا مجمل بیان مسئلے کو واضح نہیں کرتا ہے۔

## ۱۔ امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسف نے فرمایا "کوئی بھی شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تکذیب اور عیب جوئی کی یا آپ کی شان اقدس میں تنقیص واہانت کا مرتکب ہوا تو وہ کافر ہو جائے گا اور بیوی سے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائیگا۔"

**فان تاب والا قتل** — اگر وہ توبہ کرے تو درست وگرنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(ردالمختار، ۴: ۲۳۴)

## ۲۔ امام شمس الدین محمد خراسانیؒ

امام شمس الدین محمد خراسانی، مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں اگر مرتد توبہ

کرے تو درست وگرنہ اسے اسلام ترک کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ مزید برآں فرماتے ہیں۔

**لو عاب نبیا من الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام قبل توبتہ کما فی شرح الطحاوی**

(جامع الرموز، ۴: ۵۸۲)

اگر کسی شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر عیب لگایا اور پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی جیسے شرح طحاوی میں بیان ہوا ہے۔

## ۳۔ امام ابن عابدینؒ

امام ابن عابدین صاحب فتاوی شامی نے امام اعظم ابو حنیفہ کا دوسرا قول اس طرح بیان کیا ہے کہ:

**ان کان مسلما یستتاب فان تاب والا قتل کالمرتد**

(رد المحتار، ۴: ۲۳۳)

اگر کوئی مسلمان (شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی کرے) تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پھر اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ مرتد کی طرح قتل کر دیا جائے گا۔

تنقیح حامدیہ میں الحاوی کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

**من سب النبی ﷺ یکفر ولا توبۃ لہ سوی تجدید الایمان**

(تنقیح حامدیہ، ۱: ۱۰٦)

"جس شخص نے حضور ﷺ کی گالی دی وہ کافر ہو جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ ایمان لائے۔"

## ۴۔ امام طحاویؒ

امام الطحاوی حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور بغض وعداوت کو ارتداد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔



**من سب النبی ﷺ او بغضہ کان ذلک منہ ردۃ وحکمہ حکم المرتدین**

(حاشیہ بحر الرائق، ۵: ۱۲۵)

جس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی اور آپ کے ساتھ دشمنی وعداوت اختیار کی تو اس کا یہ عمل ارتداد ہے۔ اس شخص کا حکم عام مرتدین کی طرح ہے۔

امام طحاوی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی واہانت کا ارتکاب کرنے والے کو عام مرتدین کی صف میں شامل کرتے ہوئے اس پر مرتدین کے احکام جاری کئے ہیں۔ عام مرتد کے لئے شریعت میں یہ حکم ہے کہ اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے اور دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

## ۵۔ امام ابن نجیم حنفیؒ

احناف میں سے بعض ائمہ نے "قبل الاخذ" توبہ کی جو صورت بیان کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے گستاخ رسول کو بھی عام مرتدین کی صف میں شامل کرتے ہوئے اس پر بھی ارتداد کے احکام جاری کئے ہیں۔ چونکہ احناف کے نزدیک مرتد کو توبہ کا موقع دیا جاتا ہے اتمام حجت کے لئے اس پر توبہ پیش بھی کی جاتی ہے مگر اس کے باوجود اسے تعزیراً قید بھی کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ بعض ائمہ احناف نے حد ساقط کرنے کے لئے قبول توبہ کا جو قول کیا ہے اس میں سبب اختلاف یہ ٹھہرا کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کی بے ادبی وگستاخی اور اہانت وتنقیص ایسا کفر ہے جو باعث ارتداد ہے۔ اس لئے انہوں نے ارتداد کی صورت میں قبولیت توبہ کے احکام کا گستاخ رسول پر بھی اطلاق کر دیا ہے۔ بنابریں ان کے نزدیک اس کے لئے توبہ کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے جبکہ بعض ائمہ نے تطبیق پیدا کرتے ہوئے فرمایا کہ امر واقعہ یہ ہے جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی واہانت کے سبب کافر و مرتد ہوا ہے وہ عام مرتدین سے مستثنیٰ ہے۔ عام مرتدین کے لئے اتمام

جحت کے طور پر قبولیت توبہ کے معاملات ہونگے جبکہ شاتم رسول کے لئے قبولیت توبہ کی کوئی صورت ہی نہیں۔

اسی چیز کو امام الشیخ زین الدین ابن نجیم حنفی "بحرالرائق" میں "یعرض الاسلام علی المرتد" مرتد کو اسلام پیش کیا جائے) کے تحت عام مرتدین کے احکام بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کی اہانت کی بنا پر جو مرتد ہوا اسے اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ ساتھ ہی کچھ اور مستثنیات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

**ویستثنی منه المسائل، الاولی الردة بسبب النبی ﷺ والثانیة الردة بسبب الشیخین ابی بکر وعمر والثالثة لا تقبل توبة الزندیق فی ظاہر المذہب والحق ان الذی یقتل ولا تقبل توبة هو المنافق والرابعة توبة الساحر**

(البحرالرائق، ۵:۱۳۵، ۱۳۶)

ارتداد کے احکام میں سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں، اس میں پہلا مسئلہ حضور نبی اکرم ﷺ کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے مرتد ہونا ہے۔ دوسرا شیخین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو گالی دے کر مرتد ہونا ہے، تیسرا زندیق کی ظاہر مذہب میں توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہی حق و درست ہے کہ جسے قتل کیا جائے گا اور جس کی توبہ قبول نہ ہوگی وہ منافق ہے۔ چوتھا جادوگر کہ اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

امام ابن نجیم حنفی **"الاشباہ والنظائر"** میں رقمطراز ہیں کہ کافر و مرتد کی توبہ قبول ہے مگر ناموس رسالتمآب ﷺ پر حملہ کرنے والے کی توبہ کسی صورت میں بھی قبول نہیں۔

فرماتے ہیں

**کل کافر تاب فتوبته مقبولة فی**

ہر کافر و مرتد جس نے ارتداد کے بعد



**الدنیا والاخرة الا جماعة الکافرین بسب النبی وسائر الانبیاء وبسب الشیخین او احدهما وبالسحر ولو امراة وبالزندقة اذا اخذ قبل توبته**

(الاشباہ والنظائر، ۲: ۱۹۱ مع شرح غمز عیون البصائر)

توبہ کی اس کی توبہ دنیا و آخرت میں مقبول ہوگی سوائے اس کافر جماعت کے جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دی یا شیخین، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی یا ان میں سے کسی ایک کی گستاخی کی یا جادوگر ہو خواہ عورت ہی ہو یا زندیق ہو یہ اگرچہ توبہ کرنے سے پہلے ہی پکڑے جائیں۔

## ۶۔ امام حصکفیؒ

امام حصکفی بھی عام مرتدین کے احکام سے گستاخ رسول کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقا**

(در مختار، ۴: ۲۳۱)

ہر مسلمان جو مرتد ہوا اس کی توبہ قبول ہو گی سوائے اس کافر کے جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی گستاخی کے باعث کافر ہوا اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور مطلقاً (قبل الاخذ اور بعد الاخذ) اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

## ۱۔ پہلے اور دوسرے موقف میں مفتی ابو السعود حنفیؒ کی تطبیق

بعض علماء احناف نے مذکورہ دونوں موقف میں تطبیق بیان کی ہے، مفتی ابو السعود حنفی تطبیق کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**فبعد اخذه لا تقبل توبته اتفاقا فيقتل**

(گستاخ رسول) کی توبہ "بعد الاخذ" (مقدمہ دائر ہونے یا گرفتاری کے بعد) بالاتفاق وبالاجماع قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(رد المحتار، ۴:۲۳۶)

گویا اہانت و تنقیص رسالتمآب کا مرتکب شخص کافر اور واجب القتل ہے۔ مقدمہ درج ہونے کے بعد یا گرفتاری کے بعد امت مسلمہ کے ہاں اس کی توبہ کی قبولیت کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اس پر ساری امت متفق ہے۔ مزید برآں فرماتے ہیں۔

**قبل اخذه اختلف فی قبول توبته**

قبل الأخذ (مقدمہ دائر ہونے یا گرفتاری سے پہلے) اس کی توبہ کے قبول ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

(رد المحتار، ۴:۲۳۶)

یعنی توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کے اختلاف کا دائرہ کار فقط "قبل الأخذ" تک ہی محدود ہے۔ اسی بناء پر امام اعظم ابو حنیفہ کے ایک قول "قبل الاخذ" توبہ کی قبولیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

**فعند ابی حنيفة تقبل فلا يقتل**

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(رد المحتار، ۴:۲۳۶)

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

**وعند بقيه الائمه لا تقبل ويقتل حداً**

باقی ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بطور حد قتل کر دیا جائے گا۔

(رد المحتار، ۴:۲۳۶)

گویا باقی تمام ائمہ کسی بھی صورت میں گستاخ رسول کی قبولیت توبہ کے قائل نہیں، ان کے نزدیک دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ **"قبل الاخذ"** گرفتاری سے پہلے



توبہ کرے یا **"بعد الاخذ"** گرفتاری کے بعد چونکہ توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی اس لئے حد قتل کا نفاذ بہر صورت ہوگا۔

بعد ازاں فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ۹۴۴ھ میں سلطان سلیمان خان بن سلیم خان نے اپنی سلطنت کے قاضیوں کو یہ حکم جاری کیا کہ وہ دونوں آراء کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کریں۔ اگر اہانت رسول کا مرتکب آدمی اپنے احوال سنوار لے اور پختہ توبہ کر کے سچا وپکا مسلمان ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے **تعزیراً** سزا دی جائے اور قید بھی کیا جائے۔

گویا امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک **"قبل الاخذ"** گرفتاری سے پہلے توبہ اپنی شرائط کے ساتھ قبول ہونے کی صورت میں بھی گستاخ رسول کو بالکل معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے **تعزیراً** سزا پھر بھی دی جائے گی۔

بقیہ ائمہ کی آراء کے حوالے سے سلطان نے یہ حکم جاری کیا، اگر اس کے احوال نہ سنوریں، سچا وپکا مسلمان نہ ہو اور مکمل طور پر اپنے گستاخانہ طور طریقوں، گناہوں اور برے افعال سے تائب نہ ہو اور اس میں اس نوعیت کی خیر وبھلائی نہ آئے تو اسے بقیہ تمام ائمہ کے قول کے مطابق حداً قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ بھی مطلقاً قبول نہ کی جائے۔ (رد المحتار، ۴:۲۳۶)

باب --- ۵

# تیسرے موقف پر دلائل

## ا۔ امام ابن عابدینؒ

امام ابن عابدین تیسرے موقف کے حوالے سے گستاخ رسول کی مطلقاً عدم قبولیت توبہ اور اس پر بہر صورت حد قتل کے اجراء ونفاذ اور بعد از توبہ اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

فیجب قتل هولاء الاشرار الکفار تابو او لم یتوبوا لانهم ان تابوا واسلموا قتلوا حدا علی المشهور واجری علیهم بعد القتل احکام المسلمین وان بقوا علی کفرهم وعنادهم قتلوا کفراً واجری علیهم بعد القتل احکام المشرکین

(فتاوی حامدیہ' ا: ۱۰۳)

(شان رسالتمآب ﷺ میں گستاخی وبے ادبی کرنے والے) ایسے شریر وگستاخ کفار کو قتل کرنا واجب ہے خواہ یہ توبہ کریں یا نہ کریں اس لئے کہ اگر یہ (گستاخی واہانت کے بعد) توبہ کرلیں اور دوبارہ مسلمان ہو بھی جائیں تو انہیں مذہب مشہور کے مطابق حداً قتل کردیا جائے گا۔ (توبہ اور دوبارہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے) قتل کے بعد ان پر مسلمانوں کے احکام (تدفین وتکفین) جاری کئے جائیں گے اور اگر یہ اپنے کفر اور عداوت ودشمنی پر قائم رہیں تو انہیں کفر وارتداد کی وجہ سے قتل کردیا جائے گا اور قتل کے بعد ان پر مشرکین کے احکام جاری کئے جائیں گے۔

## ۲۔ امام اسماعیل حقیؒ

امام اسماعیل حقی نے بھی شاتم رسول پر حد قتل کے اجراء کے بعد توبہ کی صورت میں احکام اسلام جاری کرنے کے بارے میں فرمایا۔

**فالمختار ان من صدر منه ما يدل على تخفيفه عليه السلام بعمد وقصد من عامة المسلمين يجب قتله ولا تقبل توبته بمعنى الخلاص من القتل وان اتى بكلمتي الشهادة والرجوع والتوبة لكن لو مات بعد التوبة او قتل حدا مات ميتة الاسلام في غسله وصلاته ودفنه ولو اصر على السب وتمادى عليه وابى التوبة منه فقتل على ذلك وكان كافرا وميراثه للمسلمين ولا يغسل ولا يصلى عليه ولا يكفن وبل تستر عورته ويوارى كما يفعل بالكفار**

(روح البیان، ۳:۳۹۴)

مذہب مختار یہی ہے مسلمانوں میں سے جس شخص سے حضور ﷺ کی شان اقدس میں جان بوجھ کر عمداً کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جائے جو اہانت واستخفاف اور تحقیر پر دلالت کرتا ہو تو ایسے شخص کو اس گستاخی کے ارتکاب پر قتل کرنا (امت مسلمہ پر) واجب ہے۔ اور اس کی توبہ بایں معنی قبول نہ ہو گی کہ اسے سزائے قتل سے چھٹکارا مل جائے اگرچہ وہ توبہ ورجوع کرے اور توحید و رسالت کی گواہی دیتا پھرے۔ ہاں اگر وہ توبہ کرنے کے بعد مرگیا یا بعد ازاں توبہ اس پر حد قتل کا نفاذ ہو گیا تو پھر اس کی موت (بعض احکام میں) مسلمانوں کی سی سمجھی جائے گی غسل دینے، نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے میں، اس کے برعکس اگر وہ گستاخی پر مصر رہے اور اس پر مسلسل کاربند رہے اور توبہ سے انکار کردے پس اسے اس بنا پر قتل کر دیا جائے گا۔



وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی میراث مسلمانوں کے لئے ہو گی۔ اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی اور نہ اسے کفن دیا جائے گا۔ ہاں اس کا ستر ڈھانپ دیا جائے گا اور اسے پیوند خاک کر دیا جائے گا جیسے کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

گویا کہ شان رسالتمآب ﷺ میں کوئی فرد جس لمحے ادنی سی گستاخی و بے ادبی، اہانت واستخفاف اور تحقیر و تنقیص کا مرتکب ہو اس پر اسی وقت حد قتل لازم ہو جائے گی۔ یہ کسی بھی صورت میں ٹل نہیں سکتی۔ ناموس رسالتمآب ﷺ پر حملہ کرنے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہو گی۔ ہاں صرف اس حد تک اسے فائدہ پہنچے گا کہ اگر حد قتل کے اجراء سے قبل اس نے صدق دل سے توبہ کر لی تو اسے توبہ کے نتیجے میں بعد از اجراء حد اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ اس کی تدفین و تکفین اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

اس کے برعکس اگر وہ گستاخی رسول پر حد قتل کے اجراء تک قائم رہے یوں ہمیشہ کے لئے اپنی تباہی و بربادی کا سامان بھی کرتا رہے اور اہانت رسالتمآب پر بھی مصر رہے تو ایسے گستاخ کے ساتھ کفار و مشرکین جیسا ہی سلوک کیا جائے گا اور اسے قتل کرنے کے بعد مٹی کا گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے گا۔

## ○ عدالتوں کے فیصلے شان رسالتمآب ﷺ کی عظمت ورفعت کے آئینہ دار ہوں

حضور ﷺ کی ذات اقدس کے جملہ محاسن واوصاف کا لحاظ کرتے ہوئے

اور آپ کی شان کی رفعت وبلندی کا خیال کرتے ہوئے اور آپ کے جملہ فضائل وشمائل اور کمالات وصفات کا ادراک کرتے ہوئے آپ کی عزت وناموس کی حفاظت اور تقدس کی خاطر بعض ائمہ نے تینوں مواقف کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔

جب بھی شان رسالتمآب ﷺ کی عزت وحرمت کا معاملہ پیش آجائے تو ایسے موقع پر قانون کی نرمی اور لوگوں کی خواہشات، تمناؤں اور آرزوؤں کو نہ دیکھا جائے بلکہ حضور ﷺ کی شان کی عظمت وتقدس کا خیال کیا جائے اور ایسا قانون بنایا جائے جس میں آقائے دوجہاں ﷺ کی شان اقدس کی عظمت ورفعت کا تحفظ ہو سکے اور جس میں اہانت واستخفاف تنقیص وتحقیر، بے ادبی وگستاخی رسول کے تمام دروازے، سارے راستے اور جملہ ذرائع کلیتاً مسدود ہو جائیں حتی کہ اہانت وتنقیص کی جملہ صورتیں بالواسطہ وبلاواسطہ، اشارۃً وکنایۃً، صریحی وغیر صریحی بند ہو جائیں تاکہ امت نہ صرف غیرت وحمیت کے ساتھ زندہ رہ سکے بلکہ اس کے زندہ رہنے کا جواز بھی باقی رہ سکے۔

اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے شیخ محمد بن عبد اللہ التمرتاشی حنفی فرماتے ہیں۔

**اقول یقوی القول بعدم قبول توبۃ ساب الرسول ﷺ وھو الذی ینبغی التعویل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ لجانب حضرۃ المصطفی ﷺ**
(رد المختار، ۴: ۲۳۴)

میں کہتا ہوں شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کا قول میرے نزدیک زیادہ قوی وراجح ہے اور اسی بات پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے میں اعتماد ہونا چاہیے تاکہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ کی رعایت ہو۔

سو مفتیان کرام فتویٰ صادر کرتے ہوئے اور قضاۃ وعدالتیں فیصلہ سناتے ہوئے شریعت اسلامیہ کی رو سے اس امر کی پابند ہیں کہ وہ ایسا فیصلہ سنائیں جو شان رسالتمآب ﷺ کی عظمت ورفعت، حرمت وتقدس کا آئینہ دار ہو، جس میں ان امور کا نہ صرف لحاظ واعتبار کیا جائے بلکہ ایسے ہی فیصلے پر اعتماد وبھروسہ کیا جائے کیونکہ اس



میں نہ صرف انفرادی سطح پر تحفظ وتکمیل ایمان کا ساماں مضمر ہے بلکہ اجتماعی ومعاشرتی سطح پر بھی، امت کی غیرت وحمیت اور اس کی بقائے حیات کا جواز بھی اس میں ہی مخفی ہے۔

## خلاصۂ کلام

ہمارے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کی ادنی سی گستاخی وبے ادبی، توہین وتنقیص، تحقیر واستخفاف خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، بالفاظ صریح ہو یا بانداز اشارہ وکنایہ، ارادی ہو یا بغیر ارادی، بنیت تحقیر ہو یا بغیر نیت تحقیر، گستاخی کی نیت سے ہو یا بغیر گستاخی، کے حتی کہ وہ محض گستاخی پر دلالت کرے یا وہم گستاخی کا شائبہ ہی یوں پیدا کرے کہ جس سے اہانت وگستاخی رسالتمآب کا دروازہ کھلتا ہو تو ان سب صورتوں میں گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والا کافر ومرتد اور واجب القتل ہے۔

ہمارے نزدیک "**قبل الاخذ**" یعنی گرفتاری اور مقدمہ دائر ہونے سے پہلے یا "**بعد الاخذ**" اس کی توبہ مطلقاً اسقاط سزائے قتل کے لئے قبول ہی نہیں، سوائے اس کے کہ "**قبل الاخذ**" قبولیت توبہ کی صورت میں حداً سزائے موت پانے کے بعد اس پر اسلامی احکام جاری کئے جائیں اور تکفین وتدفین بھی کی جائے۔

یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ شریعت اسلامی میں گستاخ رسول کی سزا کتاب وسنت کی رو سے حداً قتل ہے۔ یہ ہرگز تعزیر نہیں، بطور حد ہی "**من جانب اللہ**" نافذ العمل ہے اور تاقیام قیامت رہے گی۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کردہ ہے، بنابریں اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی، ترمیم وتخفیف کا حق کسی بھی ریاست، حاکم وقت اور عدالت ومقننہ کو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی اپیل وغیرہ۔

## حصہ چہارم

# عقلی دلائل

○ باب۔۱ گستاخِ رسول کی سزا اور اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب

باب ---۱

# گستاخ رسول کی سزا

# اور

# اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب

اسلام دشمن عناصر، مغربیت زدہ ذہن اور اہل مغرب نے ہمیشہ مسلمانان عالم کے اذہان میں دین اسلام کے خلاف وساوس و توہمات اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی سعی لاحاصل ہر دور میں کی ہے تاکہ اسلام کے ماننے والے اسلامی تعلیمات سے منحرف اگر نہ بھی ہوں تو کم از کم ذہنی و قلبی اور فکری و عملی طور پر باغی ضرور ہو جائیں حتی کہ رفتہ رفتہ اپنی قلبی و جذباتی وابستگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں، فقط ظاہری عنوان (Title) کے طور پر مسلمان رہ جائیں اس مقصد کے لئے انہوں نے بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر نہ صرف حملے کئے بلکہ اُسے وجہ نزاع و مخاصمت بھی بنایا اور آپ کی ذات مقدسہ کو مرکز محبت کی بجائے مرکز نفرت و حقارت بنانے کی لاحاصل سعی و کاوش بھی کی، غرضیکہ اسلام کی اس معنوی بنیاد کو لوگوں کے قلوب و اذہان سے مسمار و محو کرنے کے لئے مختلف قسم کے حربے استعمال کرتے رہے ہیں اور آج اس سلسلے میں بنیاد پرستی (Fundamentalism) کے طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ عقل و فکر سے عاری حکمران، نام نہاد دانشمند اپنے مفادات کے تحفظ و بقاء اور اپنے آقاؤں کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی صفائی اور اس "اصطلاح" سے پاکدامنی کے ثبوت فراہم کر رہے ہیں حالانکہ اس اصطلاح کی کچھ بھی حقیقت نہیں، سوائے اس کے کہ اسلام کے پیروکاروں کو اسلام سے ہی متنفر و متشوش کیا جائے، ان کی ذہنی و عقلی، علمی و فکری، قلبی و عملی، جذباتی و ایمانی، عرفانی و روحانی وابستگی کو کمزور و مضمحل کیا جائے اور قرآن و سنت کی ابدی تعلیمات سے برگشتہ کیا جائے اور بنیاد پرستی کے نام پر صریح احکام الٰہی کے خلاف لوگوں میں باغیانہ رویہ پیدا کیا جائے اور یوں قرآن و سنت کی بیان کردہ "**قتلوا تقتیلا**" (گستاخ رسول کی سزا موت ہی ہے) کو بھی بنیاد پرستی قرار دے دیا گیا اور اسے اظہار آزادی رائے کے خلاف سمجھا گیا۔

## آزادی رائے کا غلط مفہوم

عالم مغرب نے یہ پروپیگنڈہ (Propaganda) کیا کہ یہ لوگ بنیاد پرست ہونے کی بنا پر حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہیں جبکہ یہ مسئلہ بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے کہ ہر شخص بلاخوف و خطر اپنی رائے کا اظہار کرے، سلمان رشدی نے آزادانہ اپنی رائے اور عقیدے کا اظہار ہی تو کیا ہے۔ اس پر جان سے مار دینے کا فتویٰ کیوں؟

یہ درحقیقت عالم مغرب کا دوغلا پن اور منافقت شعاری ہے۔ ان کے اندر اور باہر کا کھلا تضاد ہے۔ آزادی رائے کا مطلب و مفہوم دنیا میں کسی بھی جگہ اور کسی بھی آئین و قانون میں حدود و قیود کے بغیر مطلقاً آزادی مراد نہیں ہے۔

آج عالم مغرب آزادی اظہار کے نام پر زبانوں کے سرکش گھوڑے دوڑانے کا حامی صرف اس لئے ہے تاکہ وہ ذوات مقدسہ جو کسی قوم کی عقیدت و محبت اور ایمان و عقیدے کا مرکز و محور ہیں ان کے خلاف لکھا اور بولا جائے ان کی عزت و ناموس، سیرت و کردار پر حملہ کیا جائے اور ان کی کردار کشی کی جائے تاکہ لوگوں کے اذہان و قلوب میں ان کی نسبت محبت و عقیدت کی بجائے نفرت و حقارت کے نہ صرف بیج بوئے جائیں بلکہ ان کی قلبی و جذباتی وابستگی کو بھی کمزور و مضمحل کیا جائے حتیٰ کہ وہ بلا قید، آزادی رائے کے اس فتنہ کے سبب اپنے اصل مرکز سے بھی دور سے دور تر ہوتے چلے جائیں۔

آج اگر مغربی دنیا (Western world) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و ناموس کے حوالے سے بے غیرت و بے حمیت ہو گئی ہے تو لاکھ مرتبہ ہوتی پھرے اور یہ اپنے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (جو کہ ہمارے بھی نبی ہیں) کے خلاف زبان درازی کو گوارا کر رہی ہے اور اس بے غیرتی کو آزادی رائے کا نام دے رہی ہے۔ آزادی کے نام پر ایسی بے غیرتی و بے حمیتی امریکہ اور مغربی دنیا کو ہی سلامت رہے، امت مصطفوی ﷺ اپنے نبی ﷺ کی عزت و ناموس کے حوالے سے آج تک بے



غیرت و بے حمیت ہوئی ہے نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔ ہم آزادی رائے کے نام پر اس بے غیرتی و بے ضمیری پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

## دستور ریاست سے بغاوت باعث سزائے موت ہے

آج دنیا کے تمام ممالک کے آئین و دساتیر میں یہ بات رقم ہے کہ جو شخص کسی سلطنت و ریاست اور اس کے دستور و اقتدار اعلیٰ سے بغاوت کا ارتکاب کرے وہ سزائے موت کا مستحق ہے۔ تعزیرات پاکستان میں یہ بات درج ہے۔

Whoever Wages War against Pakistan or attempts to wage such war or abets the waging of such war, shall be punished with death.

"کوئی بھی شخص جو پاکستان کے خلاف جنگ و بغاوت کرے یا جنگ کرنے کی کوشش کرے یا جنگ کرنے میں مدد و اعانت کرے تو ایسا شخص سزائے موت کا مستحق ہوگا"

یہ اس لئے تاکہ ریاست و سلطنت کا تقدس و احترام اور عظمت و حرمت ہر شئی سے بلند و فائق رہے، کوئی بھی فرد اس کی شان و شوکت اور عزت و حرمت کو پامال کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

غرضیکہ انسان کے اپنے وضع کردہ قانون و دستور اور اپنے ہاتھ سے تراشیدہ و تشکیل کردہ ریاست و سلطنت کا احترام و تقدس اس قدر بلند و اونچا ہے کہ اس ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف کسی فرد کا اقدام بغاوت سزائے موت کو مستوجب ٹھہراتا ہے جبکہ وہ ذات جو وجہ تخلیق کائنات ہے، جو فخر عالم انس و جن ہے، جس کے طفیل کائنات کو وجود و ظہور ملا، جس سے عالم بشریت کو شعور و فروغ ملا اور جس کے نقوش پا پر چل کر انسانیت اپنی معراج کو پہنچی، ہم ایسی ذات کی عزت و حرمت، ادب و احترام اور عظمت و رفعت پر کروڑوں ریاستوں اور آئین کی حرمت و تقدس کو قربان کرتے ہیں، آئین و ریاست کا باغی تو واجب القتل ہو جبکہ تاجدار کائنات سرور دو جہاں ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والا واجب القتل نہ ہو، آخر کیوں؟

## عام فرد کی ہتک عزت کا ازالہ بصورت مال اور حضور ﷺ کی گستاخی کا ازالہ بصورت تلف جان

عصر حاضر میں آج اگر کسی شخص کی عزت و ناموس پر حملہ کیا جائے اور اس کی شہرت و مقبولیت اور عوامی ساکھ کو نقصان پہنچایا جائے تو توہین و ہتک عزت کے طور پر کروڑوں اربوں روپے کے دعوے دائر کر دیئے جاتے ہیں' ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ بنا دیا جاتا ہے گویا ایک عام انسان کی عزت و حرمت کو ناقابل جرح قدر (Value) مانا گیا ہے۔ اگر کوئی انسانی قدر (Human Value) کو پامال کرے تو عدالتیں اس انسانی قدر کے تقدس و احترام کے لئے قانون جاری کر کے کروڑوں روپے اس کے ازالے کے لئے دیتی ہیں تاکہ کسی حد تک اس کی تلافی ہو جائے' حیرت ہے' عالم مغرب ایک عام انسان کی عزت و حرمت' احترام و تقدس کے لئے بنائے گئے ایسے قانون کو' جس کے نتیجے میں ایک شخص معمولی سی توہین کی بنا پر اپنی عمر بھر کی کمائی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے' اسے زیادتی و ناانصافی قرار نہیں دیتا بلکہ اسے عین انصاف قرار دے رہا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لیجئے جب سے کائنات معرض وجود میں آئی ہے تب سے لیکر آج تک تمام انسانوں کی عزت و حرمت' احترام و تقدس تاجدار کائنات اور وجہ تخلیق کائنات' محبوب کبریا' فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے نعلین پاک سے مس ہونے والے ذرے کے بھی مساوی نہیں۔ اس بنا پر ایک عام فرد کی توہین اور ہتک عزت کا ازالہ کروڑوں و اربوں روپے سے ہو سکتا ہے مگر نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی' توہین و تحقیر اور استخفاف کے مرتکب اور آپ کی شان میں زبان کھولنے والے کی گستاخی کا مطلقاً ازالہ نہیں ہو سکتا' یہاں مال و دولت کی بڑی سے بڑی مقداریں (Quantities) بھی ازالہ نہیں کر سکتیں۔ اس گستاخی کی سزا صرف اور صرف جان اور زندگی سے محروم کر دینا اور اس کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک و مطہر کر دینا ہی ہے۔



## منشیات فروش سزائے موت کا مستحق

امریکہ اور مغربی ممالک میں آج منشیات کے خلاف بڑے منظم انداز میں مہم چل رہی ہے۔ مختلف ادارے و تنظیمیں اس کے انسداد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ لوگوں کو اس کے استعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جسمانی و نفسیاتی' دماغی و جذباتی' سماجی و معاشرتی اور معاشی و اقتصادی اثرات سے آگاہ کیا جا رہا ہے' یہ ایک وباء اور مرض ہے جس کے اثرات پوری سوسائٹی پر ظاہر ہوتے ہیں' اس کے استعمال سے انسانی عقل ماؤف و ناکارہ ہو جاتی ہے۔ انسان شعور و آگہی سے عاری ہو جاتا ہے۔

معاشرے کی اعلیٰ و ارفع اقدار (Values) تباہ و برباد ہو جاتی ہیں' ایک صحتمند و توانا انسان جیتے جی بے بس و مجبور بلکہ زندہ درگور ہو جاتا ہے۔ اس کی ذہنی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ ان نقصانات کے پیش نظر بہت سے ممالک نے ہیروئن کے انسداد و خاتمے کے لئے امریکی دباؤ کے تحت اس کا دھندہ کرنے والوں کے لئے سزا موت مقرر کر رکھی ہے۔ سعودی عرب میں کئی پاکستانی اس جرم کی پاداش میں موت کا مزہ چکھ چکے ہیں اور کئی ممالک میں منشیات کے سمگلرز عملاً یہ سزا پا بھی رہے ہیں۔ عالم مغرب اس سزا پر نہ صرف خاموش تماشائی بنا ہوا ہے بلکہ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت انسانی اقدار میں سے بعض کے تحفظ کے لئے بنائے گئے اس قانون کو درست و صحیح بھی گردان رہا ہے۔ کیا یہ انسانی قدریں (Human Values) قدر مصطفےٰ ﷺ ______ (The Value of Holly Prophet peace be upon him) سے بڑھ گئی ہیں؟ وہ ذات جو تمام انسانوں کی سردار ہے اس ذات کی عزت و حرمت' تقدس و احترام کے تحفظ کے لئے بنائے گئے سزائے موت کے قانون پر امریکہ و مغربی دنیا اور ان کے حواری و ایجنٹ کیوں سیخ پا ہیں اور ان کی انگشت اعتراض کس وجہ سے بلند ہو رہی ہے۔ در حقیقت ان کی یہ کھلی منافقت اور تضاد بیانی کی اجلی و شفاف تصویر ہے۔ جس سے ان کا اصل چہرہ بے نقاب ہو رہا ہے۔

## ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے لئے انسانیت کا قتل

جمہوری اقتدار کی بحالی اور اقوام کے حق آزادی کے نام پر مغربی دنیا اپنے مفادات کے تحفظ وبقاء کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہی ہے۔ عراق نے ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کویت پر حملہ کیا جو کسی بھی طرح درست نہ تھا۔ بجائے اس کے کہ مغربی طاقتیں عالم اسلام کے ان دونوں ممالک کے باہمی تنازعے و جھگڑے کا اس موقع پر فیصلہ و تصفیہ کراتیں بلکہ اس کے برعکس امریکہ اور مغربی دنیا چونتیس (34) ممالک کی افواج کے ساتھ عراق کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور ہمیشہ کے لئے اسے نیست ونابود کرنے کے لئے حملہ آور ہوئی۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی جائے تو جواب یہ ہے کہ عراق نے کویت کے اقتدار اعلیٰ کی قدر (Value) کو پامال کیا ہے تو کیا اس بنا پر مغربی دنیا اور امریکہ کے لئے جائز ہے کہ چونتیس (34) ممالک کی جدید اسلحہ سے مسلح افواج کے ساتھ ارض بغداد پر ہزاروں لاکھوں معصوم مسلمان بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بے گناہ شہریوں کو زندگی سے محروم کرکے موت کے منہ میں دھکیل دے اور ہر طرف ظلم وبربریت اور جبر واستبداد کے نہ صرف سائے بٹھادے بلکہ خون کی ندیاں ونہریں بھی جاری کروادے، اور وہ بھی صرف ایک ریاست کے اقتدار اعلیٰ کی حفاظت کی خاطر، تو گویا ایک ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے تحفظ وبقاء کے لئے تم لاکھوں انسانوں کو ذبح کردو تو تمہارا یہ عمل نہ صرف جائز ہو بلکہ عین انصاف ہو جبکہ ہمارے نزدیک لاکھوں کویت اور ساری دنیا کا اقتدار اعلیٰ ایک طرف اور عزت وناموس مصطفےٰ ﷺ ایک طرف اور وہ بدبخت سلمان رشدی جو اس دنیا کے نہیں بلکہ اس پوری کائنات کے مقتدر اعلیٰ کی عزت وناموس پر حملہ کرے اور ان کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی کرے اور زبان درازی کی جسارت بھی کرے تو ایسے شیطان صفت کو عالم مغرب نہ صرف پال رہا ہے بلکہ اس کا تحفظ ودفاع بھی کر رہا ہے، ایسا کیوں؟ یہ عالم مغرب کا دوغلا پن اور دوہرا کردار ہی تو ہے۔ ہم کبھی بھی اسے گوارا نہیں کرسکتے۔ ہر مسلمان اس دریدہ دہن کے قتل کے درپے ہے اور رہے گا اور ہم اس کے قتل کے فتوے کے حامی ہیں اور مرتے



دم تک رہیں گے۔ ہمارے نزدیک جو کوئی بھی سرور کون ومکاں ﷺ کی عزت وحرمت کے خلاف زبان درازی کرے وہ واجب القتل ہی ہے۔

مختصر یہ کہ وہ امت جس کی غیرت وحمیت نے اپنے نبی کی شان اقدس میں گستاخی وبے ادبی، توہین وتحقیر اور استخفاف وتنقیص کے مرتکب گستاخ کا زندہ رہنا گوارا کرلیا، اللہ کی عزت کی قسم، خدا کی غیرت اس امت کا حمیت وغیرت اور عزت کے ساتھ جینا گوارا نہیں کرے گی۔ ایسی امت کو ذلیل ورسوا کردیا جائے گا۔ امت کا عزت وغیرت اور حمیت ووقار کے ساتھ جینا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی عزت وحرمت، عظمت وتقدس اور ادب واحترام پر نہ صرف مرمٹے بلکہ اپنے تن، من، دھن کی بازی لگاکر اپنے ایمان کی بقاء اور تحفظ کا سامان بھی کرے۔

اللہ رب العزت ہمارے اذہان وقلوب کو حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت وادب اور اطاعت واتباع سے منور ومعمور فرمائے اور اپنے رسول ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے کٹ مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

# کتابیات


| نام کتاب | مصنف / مولف | مطبع |
|---|---|---|
| ۱) القرآن الکریم | | |
| ۲) تفسیر خازن | محمد بن ابراھیم المعروف بالخازن | المکتبۃ التجاریہ الکبری- مصر |
| ۳) تفسیر روح البیان | علامہ شیخ اسماعیل حقی | مکتبہ اسلامیہ- کوئٹہ |
| ۴) تفسیر کبیر | امام فخرالدین رازی | دار الکتب العلمیہ، طہران |
| ۵) تفسیر ابن کثیر | حافظ عمادالدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی | دار الاحیاء- مصر |
| ۷) تفسیر کشاف | امام محمود بن عمر الزمخشری | مطبعہ الاستقامہ- بیروت |
| ۸) زاد المسیر لابن جوزی | امام جمال الدین عبد الرحمن ابن جوزی | المکتب الاسلامی، بیروت |
| ۹) تفسیر قرطبی الجامع لاحکام القرآن | محمد بن احمد الانصاری القرطبی | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| ۱۰) احکام القرآن للجصاص | امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص | سہیل اکیڈمی، لاہور |
| ۱۱) تفسیر مظہری | قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی | بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ |
| ۱۲) تفسیر ابی سعود | علامہ ابو سعود محمد بن محمد العمادی | احیاء التراث العربی، بیروت |
| ۱۳) المختصر فی تفسیر القرآن | الدکتور عدنان زرزور | موسسۃ الرسالہ، بیروت |
| ۱۴) صحیح بخاری | امام محمد بن اسماعیل بخاری | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| ۱۵) صحیح مسلم | امام مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری | قدیمی کتب خانہ، کراچی |
| ۱۶) جامع الترمذی | محمد بن عیسیٰ ترمذی | فاروقی کتب خانہ، کراچی |
| ۱۷) سنن ابی داؤد | شیخ سلیمان بن اشعث ابی داؤد السجستانی | ایچ- ایم سعید کمپنی- کراچی |
| ۱۸) سنن نسائی | شیخ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی | قدیمی کتب خانہ- کراچی |
| ۱۹) سنن ابن ماجہ | امام ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ | ایچ ایم سعید کمپنی- کراچی |

| نام کتاب | مصنف / مولف | مطبع |
| --- | --- | --- |
| ٢٠) مشکوۃ المصابیح | شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب | ایچ ایم سعید کمپنی- کراچی |
| ٢١) المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث | امام محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم | دار الباز- مکۃ المکرمہ |
| ٢٢) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ | ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض | دار الکتب العربی- بیروت |
| ٢٣) شرح الشفاء | ملا علی قاری | |
| ٢٤) الصارم المسلول علی شاتم الرسول | امام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم المعروف بابن تیمیہ | مکتبہ تاج- مصر |
| ٢٥) نسیم الریاض | مولانا احمد شہاب الدین الخفاجی | مکتبہ سلفیہ- مدینہ منورہ |
| ٢٦) البحر الرائق | علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی | دار المعرفہ- لبنان |
| ٢٧) جواھر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ | شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی | مطبع مصر |
| ٢٨) زرقانی علی المواھب | علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی | دار المعرفہ- بیروت |
| ٢٩) البدایہ والنھایہ | ابو الفداء حافظ ابن کثیر | مکتبہ المعارف- بیروت |
| ٣٠) رد المختار | الشیخ محمد امین الشہیر بابن عابدین | مکتبہ ماجدیہ- کوئٹہ |
| ٣١) شرح روض الطالب من اسنی المطالب | امام ابی یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی | مطبع ریاض |
| ٣٢) خلاصۃ الفتاویٰ | امام طاہر بن عبد الرشید بخاری | مکتبہ حبیبیہ- کوئٹہ |
| ٣٣) فتاویٰ بزازیہ | امام ابن بزاز حنفی | |
| ٣٤) تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ | السید محمد امین افندی الشہیر بابن عابدین | بیروت- لبنان |
| ٣٥) مجموعہ رسائل ابن عابدین | السید محمد امین افندی الشہیر بابن عابدین | سہیل اکیڈمی- لاہور |
| ٣٦) فتح القدیر | محمد بن علی بن محمد الشوکانی | دار المعرفہ- بیروت |
| ٣٧) فتاویٰ خیریہ | امام خیر الدین رملی | |
| ٣٨) تاریخ الخلفاء | امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر السیوطی | المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ- مصر |
| ٣٩) Pakistan penal Code | | |

49. فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟
50. حقیقت توحید و رسالت
51. نظام مصطفیٰ ﷺ
52. سورہ فاتحہ اور تعمیر شخصیت
53. تسمیۃ القرآن
54. تحریک منہاج القرآن انٹرویوز کی روشنی میں
55. فلسفہ نماز
56. ایمان اور اسلام
57. تحریک منہاج القرآن اور آئندہ قیادت
58. محبت الٰہی
59. فساد قلب اور اس کا علاج
60. ذکر الٰہی
61. فلسفہ صوم
62. مناہج العرفان فی لفظ القرآن
63. ایمان بالکتب
64. احکام اسلام اور تحفظ ناموس رسالت
65. فلسفہ حج
66. انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء
67. ذکر مصطفیٰ ﷺ
68. آداب نماز
69. جہاد بالمال
70. ایمان پر باطل کا سہ جہتی حملہ
71. حسن احوال
72. حسن اعمال
73. حسن اخلاق
74. تذکرے اور صحبتیں
75. شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ
76. قرآن اور شمائل نبوی ﷺ
77. خشیت الٰہی اور اس کے تقاضے
78. ایمان بالرسالت
79. ایمان بالآخرت
80. ایمان بالقدر
81. عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی
82. لا اکراہ فی الدین کا قرآنی فلسفہ
83. منافقت اور اس کی علامات
84. اسلامی اور مغربی تصور قانون کا تقابلی جائزہ
85. غلامی رسول حقیقی تقویٰ کی اساس
86. فضیلت درود و سلام
87. نماز اور فلسفہ اجتماعیت
88. سفر انقلاب
89. تصور دین اور حیات نبوی کا سیاسی پہلو
90. آئندہ سیاسی پروگرام پر انٹرویو
91. ہم اپنا اصل وطن بھول چکے ہیں
92. رب العالمین (لفظ رب کے معانی و معارف)
93. مومن کون ہے؟
94. عشق رسول ﷺ وقت کی اہم ضرورت
95. اطاعت الٰہی
96. اقبال اور پیغام عشق رسول ﷺ
97. مرزائے قادیان اور تشریعی نبوت کا دعویٰ
98. تربیت کا قرآنی منہاج
99. کنز الایمان کی فنی حیثیت
100. نماز کا فلسفہ معراج
101. معارف اسم محمد ﷺ
102. ہر شخص اپنے نشہ عمل میں گرفتار ہے
103. مرزا قادیان کی دماغی کیفیت
104. عقیدہ ختم نبوت اور مرزا قادیان کا متضاد موقف
105. علمی محاسبہ (ووجدک ضالا فھدیٰ)
106. سیاسی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل

107. معاشی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل
108. اجتہاد اور اس کا دائرہ کار
109. شاہ ولی اللہ دہلوی اور فلسفہ خودی
110. تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا مقام
111. تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب
112. فلسفہ تسمیہ
113. علم توجیہی یا تحقیقی
114. حکمت استعاذہ
115. صفت رحمت کا شان امتیاز
116. معارف اسم اللہ
117. دور حاضر میں طاغوتی یلغار کے چار محاذ
118. شہادت توحید
119. دینی اور لادینی علوم کے اصلاح طلب پہلو
120. ہمارا دینی زوال اور تدارک کا سہ جہتی منہاج
121. اہم انٹرویو
122. حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی "کا علمی نظم
123. عصر حاضر اور فلسفہ اجتہاد
124. حصول مقصد کی جدوجہد اور نتیجہ خیزی
125. قرآنی فلسفہ عروج و زوال
126. پیغمبرانہ جدوجہد اور اس کے نتائج
127. قرآنی فلسفہ تبلیغ
128. فطرت کا قرآنی تصور
129. خدمت دین کی توفیق
130. نص اور تعبیر نص
131. اقبال اور تصور عشق
132. پیغمبر انقلاب اور صحیفہ انقلاب
133. اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور
134. حقیقت جہاد
135. صفائے قلب و باطن
136. تحفۃ السرور فی تفسیر آیہ النور
137. نور محمدی ﷺ (میلاد نامہ)
138. اسلام کا تصور علم
139. الاربعین فی فضائل النبی الامین ﷺ
140. حیات النبی ﷺ
141. ایمان کا مرکز و محور
142. اسلام اور تصور اعتدال و توازن
143. حقوق والدین
144. طبقات العباد
145. اخلاق الانبیاء
146. خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی محاکمہ
147. منہاج العقائد
148. اسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات
149. منہاج المسائل
150. سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
151. تعلیمی مسائل پر انٹرویو
152. بلاسود بینکاری اور اسلامی معیشت
153. زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے
154. نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام
155. جرم، توبہ اور اصلاح احوال
156. جشن میلاد النبی ﷺ (ائمہ و محدثین کی نظر میں)
157. تاریخ مولد النبی ﷺ
158. باطل قوتوں کو کھلا چیلنج
159. معارف الشفاء بتعریف حقوق المصطفی
160. عرفان القرآن پارہ اول (ترجمہ قرآن)
161. عرفان القرآن پارہ دوم (" ")
162. عرفان القرآن پارہ سوئم (" ")
163. عرفان القرآن پارہ چہارم (" ")
164. عرفان القرآن پارہ پنجم (" ")
165. عرفان القرآن پارہ ششم (" ")
166. عرفان القرآن پارہ ہفتم (" ")
167. عرفان القرآن پارہ ہشتم (" ")
168. عرفان القرآن پارہ نہم (" ")
169. سیرت نبوی ﷺ کا علمی فیضان
170. سیرت نبوی ﷺ کی تاریخی اہمیت
171. سیرت نبوی ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اہمیت
172. قرآن اور سیرت نبوی ﷺ کا نظریاتی و انقلابی فلسفہ
173. سفرنامہ "ڈاکٹر فرید الدین قادری" (ایران، عراق، شام اور ترکی)

## دیگر مصنفین کی کتب

### پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

1. حضور اکرم ﷺ کی روحانی زندگی
2. سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عشق رسول
3. تجلیات رسالت

### مولانا محمد معراج الاسلام

1. منہاج البخاری "شرح کتاب الایمان"
2. حدیث جبریل
3. وسوسہ کیا ہے؟
4. اسلام میں وسیلے کا تصور
5. مسجد نبوی
6. گنبد خضراء
7. کعبۃ اللہ اور اس کا حج
8. منہاج البلاغہ
9. طریق النحو
10. طریق الصرف (حصہ اول)
11. مصدر نامہ

### علامہ محمد انور قریشی

1. انسان کی عارضی و دائمی زندگی کے پانچ مراحل
2. اسلام کا مقصود زندگی۔ سرپا اور بنا (جلد اول)
3. اسلام کا مقصود زندگی۔ سرپا اور بنا (جلد دوم)
4. قائد کے اوصاف

### پروفیسر محمد رفیق

1. رونے والی آنکھ
2. اتحاد امت اور تحریک منہاج القرآن
3. قائد اور کارکن
4. تحریکی گائیڈ بک
5. اسلامی تحریکیں ایک نظر میں
6. قائد انقلاب کی انقلابی جدوجہد
7. انقلابی جدوجہد میں خواتین کا کردار

## محمد الیاس اعظمی

1. منہاج الصلوۃ
2. رمضان المبارک میں معلم انسانیت ﷺ کے معمولات
3. امام انقلاب شاہ ولی اللہ دہلوی اور قائد انقلاب افکار و نظریات
4. جواہر غوثیہ

---

1. حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات الطیبات رضی اللہ عنہن (مسز رفعت جبیں قادری)
2. نوائے انقلاب (محمد انوار المصطفیٰ)
3. شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ (محمد انوار المصطفیٰ)
4. صوفیانہ منہاج (محمد صادق قریشی)
5. منطق کوئیز (محمد صادق قریشی)
6. آہ سحرگاہی (محمد مظہر حسین قادری)
7. منہاج القرآن کوئیز (ساجد محمود ڈار)
8. ارشادات اکابر فی مقامات طاہر
9. نصاب عشق۔ نعتیہ مجموعہ (مرتبہ: محمد محب اللہ اظہر)
10. تحریک منہاج القرآن کی فکری و نظریاتی اساس (علی اکبر قادری)
11. علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی نظریات کا موازنہ (محمد جاوید نقشبندی)
12. تلاش حق (فضل محمود سابق کپتان ٹیسٹ کرکٹر)
13. ڈاکٹر محمد طاہر القادری میدان کارزار میں (بیدار سرمدی)

## متفرقات

1. طاہر القادری نمبر (سیارہ ڈائجسٹ)
2. انٹرویو انقلابی سفر (سیارہ ڈائجسٹ)
3. قومی ڈائجسٹ انٹرویو (حضور پیر صاحب")
4. ماہنامہ منہاج القرآن
5. پندرہ روزہ تحریک
6. ماہنامہ دختران اسلام
7. فہرست کتب و کیسٹ